حضرت ابوبکر صدیقؓ

طٰہٰ حسین

میں نہایت اہتمام اور خصوصیت کے ساتھ اُن کا ذکر کیا اور اُن کی یادگاریں قائم کیں۔ تاکہ ہمیشہ کے لئے اُن کے فضائل اور مناقب کا تذکرہ ہوتا رہے۔ اگر ہر ایک قوم میں سے ان لوگوں کی تاریخ پر نظر ڈالی جائے۔ تو اس کے متعلق سب سے زیادہ فضائل اور مناقب اسلام کے نکلیں گے۔ جن کے آبا واجداد ان ریگستانوں میں پیدا ہوئے جہاں گھاس پات کے سوا کچھ پیدا نہیں ہوتا۔ اور ان کی اولاد نے فارس۔ روم۔ ترکستان۔ چین۔ بلاد مغرب اور یورپ غرض تمام جہان کو چھان ڈالا۔ اور روئے زمین کی تمام بڑی بڑی سلطنتیں اُن کی تابعدار ہو کر انہیں کی فرماں بردار رہیں۔ ان لوگوں میں سے جن کا تاریخ میں بڑی شہرت کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے ہنی بال بہادر کارتھیجینا ہے۔ جس کو بہت شہرت حاصل ہے۔ اور جس نے اہل روما یعنی رومن لوگوں سے باوجود ان کا ملک وسیع اور ان کے قلعے مضبوط ہونے کے عداوت قائم کی۔ مگر باوجود اس کے کہاں وہ اور کہاں موسیٰ بن نصیر اور ان کا غلام طارق۔ اور کیا ان کا ان دونوں میں سے ہر ایک کے ساتھ مقابلہ ہو سکتا ہے۔ کبھی نہیں۔ یہ دونوں اقصائے عرب سے نکل کر اقصائے مغرب میں پہنچے۔ اور وہاں جا کر ہنی بال قدیم کی قلمرو کو جو افریقہ شمالی میں واقع ہے زیر نگیں کیا۔ اور اپنے لشکر میں سے (جسکی تعداد کل بارہ ہزار تھی) کچھ

Marfat.com

اور آخر ممالک اندلس کو فتح کرکے رہے۔ اور سلطنت گاتھ پر چڑھائی کی اور اُسے برباد کیا۔ بلکہ اُن کا مقابلہ عبدالرحمٰن بن عبداللہ غافقی سے بھی نہیں ہو سکتا۔ جس نے خلیفہ ہشام اموی کے عہد میں اہل برطانیہ پر حملہ کیا۔ اور اپنے تھوڑے لشکر کے ساتھ سلطنت فرانس میں جا داخل ہوا۔ اور واتو اور بورغونیا تک جا پہنچا۔ جو جبل طارق (جبرالٹر) سے ایک ایک ہزار میل کے فاصلہ پر ہیں۔ اُن کا وہاں پہنچنا تھا کہ ممالک یورپ خوف زدہ ہو کر اُن سے جنگ کے لئے آمادہ ہو گئے۔ اور فوراً لشکر آراستہ کر لیا۔ مگر فرانس و کوسون و گوتھا و جرمنی وغیرہ کی چھاؤنیوں کے درمیان میں حائل ہو کر عبدالرحمٰن بن عبداللہ غافقی کو جنگ کرنے سے روک دیا۔ اور بعض اُن کا لشکر پہنچانے پر مجبور کیا۔ اس کے بھڑکتے ہوئے جوشِ بہادری کو جو یقیناً اُن کو برباد کر دینے والا تھا بڑی سہل لینا کے ساتھ ٹھہرایا۔ ایسے دلاوروں کے سامنے کیا نپولین بونا پارٹ کا بھی ذکر ہو سکتا ہے۔ گو اہل یورپ نے اُسے دنیا کے بڑے بڑے جوانمردوں میں شمار کیا ہو۔ مگر اُسے قتیبہ بن مسلم فاتح سندھ و ترکستان اور عبدالملک بن مروان کے مثل کوئی فتح حاصل نہیں ہوئی۔ جس کا نام اُن کی فتوحات کے ساتھ ذکر کر سکیں۔ عبدالملک بن مروان ایسے وقت میں تختِ خلافت پر متمکن ہوا۔ جبکہ چاروں طرف سے اس پر حملے ہو رہے تھے۔

اندرونی حالت مسلمانوں کی نااتفاقی سے ناگفتہ بہ تھی۔ مگر اس

لگ

اپنی عالی ہمتی اور استقلال سے تمام مشکلوں کو حقیر جانا - اور ہر ایک مخالف کو اپنا تابعدار بنا لیا - پر جب اس نے اپنی خلافت قائم کر لی اور بے امنی ملک سے اٹھ گئی اور اس کے احکام اچھی طرح سے جاری ہونے لگے اور اندرونی حالت قابل اطمینان ہو گئی تو اُس نے بیرونی حملوں کی خبر لی - اور اسلامی لشکروں کو فتح اور غارت کا حکم دے دیا - اور یہاں تک کہ تمام ممالک میں پھیل کر حملہ آور لشکروں کو پریشان کر دیا - اور فتح وظفر کے جھنڈے بلند کر دئیے - ایسے لوگوں کی نظیریں اور اُن کی تعداد اسلامی دنیا میں کثرت کے ساتھ موجود ہے - مگر عام مسلمانوں کو اس کی بہت کم پرواہ ہوئی - کہ ان میں سے ہر ایک کی جداگانہ سوانح عمری لکھی جائے - اور ہر ایک کے پورے پورے کارنامے علیحدہ علیحدہ شائع کئے جائیں - اور اُن کے معرکوں کا اچھی طرح سے [illegible] اولوالعزمی اور عالی ہمتی معلوم کرنے کے لئے کوشش کر رہی ہیں - مگر اسلام نے ایسے اسر[illegible] سے پیدا کئے ہیں - جو اس بات کے مستحق اور زیادہ مستحق ہیں - کہ روزانہ تذکروں میں اُن کا مذکور ہوتا رہے - اور جن کے تفصیلی حالات تاریخی کتب میں متفرق طور پر پائے جاتے ہیں +

Marfat.com

کتابیں جو اُنہی کے نام سے مشہور ہیں۔ جن کے حالات ان میں لکھے گئے
مگر اُن میں سے بعض کتابیں ایسی ہیں جنکو کتب سیر یا کتب تاریخ کہنے کی
نسبت کتب ادب کہنا زیادہ موزوں ہوگا۔ جیسے کہ سیرت سلطان محمود
غزنوی (جس کا نام تاریخ العتبی ہے) اور سیرت تیمور جس کا نام عجائب المقدور
فی اخبار التیمور ہے) کیونکہ اُن کے مولفوں نے اُن میں قافیہ اور سجع کا
التزام کیا ہے۔ جو اصول تاریخ کے خلاف ہے۔ قطع نظر اِس سے
اسلامی دنیا میں اور بھی بہت سے لوگ ایسے ہیں جنھیں جنگ اور سیاست
کی خصوصیت حاصل ہے۔ اگر ان میں سے ہر ایک کی سیرت کا ایک
ایک کتاب میں ذکر کیا جائے یا ہر ایک کے لئے ایک مستقل تاریخ
لکھی جائے۔ کیونکہ وہ ایسے سلوک کے بڑے مستحق ہیں۔ کہ لوگ اُنکے
حالات معلوم کر کے اُن کی پیروی کریں۔ بعض لوگوں کی طبیعت
کا میلان اِس طرف زیادہ ہوتا ہے۔ کہ انھیں شہرت حاصل ہو خصوصاً
[illegible] جو یقیناً ان دیرپا [illegible] دینے والا [illegible]
جبکہ [illegible] کو اُن کے اسلاف کے حالات زندگی معلوم ہوتے ہیں
اور اُن کے فضائل و مناقب پر اُن کی نظر پڑتی ہے۔ اور روزمرہ
کے ذکرواذکار میں اُن کی شہرت اور خصوصیت کا حال سنتے ہیں۔ تو
ضرور اُن کے دلوں پر اِس کا اثر ہوتا ہے۔ اور وہ ان کے قابل قدر
کاموں کی تقلید اور اُن کے دانشمندانہ خیالات کی پیروی کرتے
ہیں۔ جو اُن کے لئے زیادہ مفید ہوتی ہے۔ مغرب کی مہذب قوموں
نے اپنے اسلاف کے فضائل و مناقب کا ذکر باقی رکھنے کے لئے

Marfat.com

صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا کہ انھوں نے ہر ایک کے لئے جدا جدا تاریخیں لکھیں۔ بلکہ انھوں نے ان کی تشہیر کے لئے سڑکوں پر ان کے بُت کھڑے کر دئے۔ اور شہروں میں اُن کی یادگاریں قائم کر دیں۔ انھوں نے اپنی تاریخ میں کہیں شاعرانہ خیالات سے بھی کام نہیں لیا۔ اور نہ کہیں واقعات کے بیان کرنے میں استعارہ اور کنایہ کا استعمال کیا ہے۔ نہ اُنھوں نے کسی کی تعریف کرتے ہوئے لمبے چوڑے القاب لکھے ہیں۔ کہ جس سے اس کا اصل مطلب کبھی ذہن نشین نہ ہو سکے۔ بلکہ اُنھوں نے اُن کے حالات سلیس اور صاف لفظوں میں لکھ دیئے ہیں کہ جن سے ناظرین کے سامنے واقعات کی تصویر کھنچ جاتی ہے۔ اور وہ اس شخص کی سیرت سے اچھی طرح واقف ہو جاتے ہیں۔ بڑی بڑی مہذب قومیں اپنے اسلاف کی عظمت و بزرگی کے اظہار کی طرف متوجہ ہیں۔ اور اُن کی نمایاں ترقی کے تذکرے جاری رکھنے کے لئے کوشش کر رہی ہیں۔ مگر اسلام نے ایسے افراد بہت کثرت سے پیدا کئے ہیں۔ جو اس بات کے مستحق اور زیادہ مستحق ہیں۔ کہ روزانہ تذکروں میں اُن کا مذکور ہوتا رہے۔ اور جن کے تفصیلی حالات تاریخی کتب میں متفرق طور پر پائے جاتے ہیں۔

Marfat.com

وجہ و غرض تالیف کتاب

اس لئے مجھے اس بات کا خیال پیدا ہوا کہ میں اُن کے متفرق اخبار اور حالات زندگی کو ایک جگہ جمع کردوں جو اُن کی ایک مختصر تاریخ کی شان میں نمایاں ہوں جس میں اُن کے مناقب اور فضائل اور ان کے فتوحات و سیاست اور ان کی زندگی سے متعلق ہر ایک قسم کے واقعہ کا ایک عمدہ اور پسندیدہ طریقہ میں مذکور ہو۔ تاکہ ناظرین پر صل واقعات کی حقیقت بہت آسانی سے منکشف ہو جائے اور عموماً اہل اسلام اس سے مستفید ہوں۔ مجھے اس بات کا بھی خیال ہوا کہ میں اُن واقعات کو عقل کی میزان میں رکھ کر دیکھوں۔ اور اس میں غور و فکر کرکے وہ نتائج پیدا کروں جو قومی امراض کے دفع کرنے میں زود اثر ہوں۔ اسلئے کہ مجھے اپنی قوم سے امید ہے کہ وہ میری نصیحت سے بُرا نہ مانے گی۔ خصوصاً جبکہ میں اس پر سند میں ان اسلاف کے حالات زندگی پیش کرتا ہوں۔ جو اس کے نزدیک ہر طرح سے واجب التعظیم اور دین حق کے اولوالعزم ارکان ہیں۔

مجھے یہ بھی مناسب معلوم ہوا کہ میں ان واقعات کا اس مختصر کتاب میں ذکر نہ کروں جو حضرت عثمان اور حضرت علی اور حضرت معاویہ

Marfat.com

وغیرہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے درمیان واقع ہوئے اگرچہ ان کا بھی اگلے دو خلفاء حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ ذکر کرنا ضروری تھا کیونکہ یہ سب ایسے ارکان ہیں جن سے اس کی بنا مضبوط اور مستحکم ہوئی۔ اسی لئے میں نے اول الذکر تینوں اصحاب کے متعلق واقعات کو چھوڑ کر انہی حالات پر اکتفا کی ہے جو اُن کے معرکوں سے تعلق نہیں رکھتے۔ اور اُن کے معرکوں سے متعلق کسی بات کا ذکر نہیں کیا۔ مگر وہیں تک کہ اس کے ذکر کرنے پر کوئی حکمت اور مصلحت ضرورت کے لحاظ سے مجبور کرتی ہے۔

میں نے اپنی مختصر کتاب کو اسلامی سلطنتوں پر تقسیم کیا ہے۔ اور خلفاء و سلاطین کا یکے بعد دیگرے بترتیب ذکر کیا ہے۔ اور ہر خلیفہ و بادشاہ وقت کے بعد اُن اُمرا اور رجالِ سیاست کا بھی ذکر کیا ہے جو انکے عہد خلافت وحکومت میں موجود تھے۔ اور جنھیں اتنک شہرت حاصل ہے۔ اب ہم خدائے تعالیٰ سے دعا مانگتے ہیں کہ اس کا فضل وکرم ہمیں اپنے مقصد میں کامیاب کرے۔ اور ہر ایک قسم کی لغزش وخطا سے بچا کر حق بات کا رہنما ہو۔

Marfat.com

خلفائے اربعہ کے عہد میں دولت اسلامیہ کا ذکر

اس عہد میں دولت اسلام کی عظمت قائم ہو چکی تھی۔ اور ہر طرف دین حق کا تذکرہ جاری تھا۔ ان کے لشکروں نے حملہ آوروں کی جماعت اور گروہ کو پریشان اور پراگندہ کر دیا تھا۔ اسلامی دنیا میں یہ پہلی سلطنت ہے جس سے اُسے بڑا فخر حاصل ہوا۔ اور جس کی عظمت و شہرت خلفائے اربعہ کی طرف منتہی ہوتی ہے۔ کہ جنھوں نے اس کی بنیاد کو قائم کیا اسلامی دنیا نے جس قدر اولوالعزم اشخاص پیدا کئے۔ یا اس نے جسقدر فتوحات حاصل کیں تھیں ان کے مناقب و فضائل اور ان تمام فتوحات پر سبقت حاصل ہے۔ ان کے عہد میں ایسے افراد کثرت سے موجود تھے جو یگانۂ روزگار ہونے کے سوا امور سیاسی کے بہت بڑے ماہر تھے جن کے نمایاں کاموں نے تمام اقوام کے مورخوں کو حیران کر دیا۔ اور جن کی اولوالعزمی نے روم و عجم پر اپنے احکام کو نافذ کیا۔ جو شخص کہ اسوقت فنون جنگ و امور سیاسی کے ماہروں میں انگلیوں پر گنے جاتے تھے اور شجاعت و جوانمردی میں یگانۂ وقت تھے۔ ان میں سے سب سے اول درجہ خالد بن ولید ہیں جنھوں نے عراق عرب اور ملک شام کے کچھ حصّے کو فتح کیا۔ ان کے بعد عمرو بن عاص (فاتح مصر) اور سعد بن ابی وقاص (جنھوں نے عراق عجم

Marfat.com

کو فتح اور سلاطین فارس کی تختگاہوں کو منہدم کیا) اور احنف بن قیس فاتح خراسان۔ اور مغیرہ بن شعبہ وغیرہ رجال سیاست ہیں جن کا ہم اُن کے خلیفۂ وقت کے ساتھ آگے ذکر کریں گے لیکن احنف بن قیس اور مغیرہ بن شعبہ کا خلفائے اربعہ کے ساتھ خصوصیت سے ذکر کریں گے۔ کیونکہ انھوں نے اسلامی سلطنت کی بے حد حساب خدمت کی ہے +

حضرت ابوبکر صدیقؓ!

آپ کی پیدائش و حسب و نسب

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دو سال اور چند ماہ پیشتر پیدا ہوئے۔ آپ کا نام عبداللہ اور ابوبکر کنیت۔ اور آپ کے والد کا نام عثمان اور ابو قحافہ ان کی کنیت تھی۔ آپ کا پہلا نام کہ جس سے وہ زمانہ جاہلیت میں پکارے جاتے تھے۔ عبد الکعبہ تھا۔ اسلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام لانے کے بعد عبداللہ رکھا۔ اور چونکہ آپ حسین تھے اس لئے آپ کا لقب "عتیق" ہوگیا۔ اس لقب کی ایک اور وجہ ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ سے فرمایا۔

Marfat.com

اَنْتَ عَتِیْقٌ مِّنَ النَّارِ (اے ابوبکر تم عذابِ دوزخ سے آزاد ہو)
یہ حدیث کتاب ترمذی میں ہے۔ آپ کو صدیق اس وجہ سے کہنے
لگے کہ مردوں میں سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی تصدیق انھوں نے کی۔ اور اسلام قبول کیا۔ آپ کا نسب یہ ہے
عبد اللہ بن عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرۃ
بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ۔ آپ کا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چھ پشتوں کا فاصلہ ہے۔
اور ساتویں پشت (مرہ) سے آپ کا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کا نسب ایک ہے۔ آپ کی والدہ سلمٰی بنت صخر بن عمرو بن کعب بن
سعد بن تیم ہیں۔ جو آپ کے والد ابو قحافہ کی چچازاد بہن تھیں۔

زمانۂ جاہلیت کا مختصر حال اور اس میں حضرت ابوبکر صدیق کی بزرگی

قریش جو عرب میں سب سے بزرگ قبیلہ کا نام ہے۔ اس کی شرافت
اور بزرگی اس کے دس خاندانوں میں سمجھی جاتی تھی۔ جن کے خلف
اپنے آبائی عہدہ کے متولی ہو کر ملکی انتظامات کیا کرتے تھے۔ اور
بعض خاندانوں میں اسلام نے بھی ان کی تولیت کو باقی رکھا تھا۔ چنانچہ
زمانۂ جاہلیت میں دیت اور تاوان کے مقدمے حضرت ابوبکر

سے متعلق تھے - اور یہی اُن کے فیصلے کیا کرتے تھے - اب ہم اُن
دس قبائل میں سے ہر ایک کی خدمت کا ذکر کرنا مناسب سمجھتے ہیں
تاکہ ہمیں اُن کے حالات میں اس بات کے اعادہ کی ضرورت نہ رہے
کتاب عقد کے مولّف نے ابن منذر کا حوالہ دیکر بیان کیا ہے
کہ جن خاندانوں میں قریش کی شرافت و بزرگی اسلام سے متصل زمانہ
تک تولیت کے طور پر نسلاً بعد نسل چلی آتی تھی وہ دس قبائل ہیں
ہاشم - امیہ - نوفل - عبد الدار - اسد - تیم - مخزوم - عدی - جمح
سہم - بنی ہاشم میں سے اسوقت عباس بن عبد المطلب تھے - حاجیوں
کو پانی پلانے کی خدمت اُن کے متعلق تھی - اور اسلام نے بھی انکی
اس خدمت کو باقی رکھا - بنی امیہ میں سے ابوسفیان بن حرب تھے
اُن کے نزدیک عُقاب (جو قریش کے جھنڈے کا نام تھا) رہا کرتا
تھا - یا اگر یہ علم کسی دوسرے کے پاس ہوتا - تو بھی اس کو نکلوا کر
جنگ کے موقع پر لاتے - یہ اسی لئے کہ جنگ کے موقع پر قریش کا
جس پر اتفاق ہو جاتا عقاب (فتح کا جھنڈا) اُسی کو دے کر آگے
روانہ کیا جاتا - ورنہ جس کے پاس یہ پہلے ہوتا وہی سردار بنا کر
آگے کر دیا جاتا - بہرحال اس کا انتظام ابوسفیان کے متعلق تھا
اور بنی نوفل میں سے حرث بن عامر تھے - انکے پاس رفادہ -
(قومی فنڈ) رہتا تھا - جو کچھ قریش غربا اور مسافروں کی امداد کے
لئے دیا کرتے وہ مال ان کے پاس رہتا - اور یہ اس سے اُن کی

خورد و نوش کا انتظام کیا کرتے۔ بنی عبدالدار میں سے عثمان بن طلحہ تھے۔ خانۂ کعبہ پر غلاف چڑھانا۔ یا اس کی دربانی کرنا اُن سے متعلق تھا۔ بعض مورخین نے بیان کیا ہے کہ ندوہ (مجلس شورےٰ) بھی انہی کے متعلق تھا۔ یہی اس کا انتظام کیا کرتے تھے بنی اسد میں سے یزید بن زمعہ تھے۔ ان کے خاندان سے دارالندوہ کی صدارت (میر مجلسی) متعلق تھی۔ رؤسائے عرب کو جو کوئی مہم اور نیا کام درپیش ہوتا۔ سب جمع ہو کر اُن سے مشورہ لیتے۔ اور اُن کی رائے پر عمل کرتے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ طائف کی لڑائی میں شہید ہو گئے۔ بنی تیم میں سے حضرت ابوبکر صدیق تھے۔ ان کے پاس دیت اور تاوان (دیوانی و فوجداری) کے مقدمے آیا کرتے تھے۔ جب انہیں اُن کے متعلق کسی بات کا شک ہوتا۔ تو قریش کو جمع کر کے دریافت کر لیتے جس کی وہ تصدیق کرتے۔ اور جو ان سے مخالف ہوتا اُسے ذلیل کرتے۔ بنی مخزوم میں سے خالد بن ولید تھے۔ جنگ سے متعلق سامان اور نوبت خانہ کا اہتمام ان کے متعلق تھا۔ ہر ایک جنگ کے موقع پر انہیں کے یہاں سے نوبت بجائی جاتی۔ جس سے لوگ جمع ہو کر لشکر تیار کرتے۔ بنی عدی میں حضرت عمر بن الخطاب رضؓ تھے۔ ان کے گھر میں سفارت کا منصب تھا۔ جب کسی قوم سے نزاع ہوتی تو آپ اُن کی طرف سفیر بنا کر بھیجے جاتے۔ یا کوئی قبیلہ قریش سے سرِ بحث ہو جاتا۔ تو آپ

اُن کی طرف سے اس پر نفرت ظاہر کرنے کے لئے بھیجے جاتے اور یہی جمح میں سے صفوان بن امیہ تھے - اور یہی سہم میں سے حرث بن قیس تھے - ان کے نزدیک وہ مال رہتا تھا - جو عرب بتوں کے نام سے انھیں دیا کرتے تھے تاکہ یہ اس کا انتظام کریں - یہ ہم نے زمانۂ جاہلیت سے متعلق قبائل قریش کے وہ حالات بیان کئے جو ان کی شرافت و بزرگی سے تعلق رکھتے ہیں - اور اسلام کے وقت ان میں موجود تھے - جن سے حضرت ابوبکر صدیق کی عظمت ظاہر ہے - جو انھیں عموماً عرب کے دلوں میں حاصل تھی - اور یہ کہ عموماً رؤسائے قریش ان کی کس حد تک تعظیم و تکریم کرتے تھے +

پیشہ

باوجودیکہ قریش کو عموماً تمام عرب پر ہر ایک قسم کی فضیلت اور بزرگی حاصل تھی - کیونکہ یہ خانۂ کعبہ کے خدمتی اور اس کے حامی کہلاتے تھے - انہیں ان پر نسب کی فضیلت بھی حاصل تھی - (عرب نسب پر بہت فخر کیا کرتے تھے) اسلئے کہ یہ حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد کی اولاد سے تھے - مگر تاہم انھیں کسی قسم کی صنعت و حرفت سے عار نہ تھا - وہ ہر ایک قسم کی تجارت اور پیشے کو حصول معاش کا ذریعہ بنا لیتے - اور اپنے آبائی مال و جائداد کے بھروسے پر نہ بیٹھے رہتے بلکہ اسے اپنی عاجزی خیال کرتے - اس لئے ہر ایک شخص بیکار رہنے سے

Marfat.com

شرم کرتا۔ اور کسی نہ کسی کام کو اپنے لئے تجویز کر لیتا۔ چنانچہ حضرت عمر بن خطاب تجارت کیا کرتے۔ اور سعد بن ابی وقاص تیر تراشتے۔ اور عمرو بن عاص اونٹ ذبح کیا کرتے۔ اور حضرت ابو بکر صدیق۔ اور حضرت عثمان بن عفان بزاز (جامہ فروش) تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رض کے نزدیک تجارت کا بہت بڑا فنڈ تھا۔ جس کی تعداد چالیس ہزار درہم (فی درہم ساڑھے چار ماشے) بتلائی جاتی ہے۔ ان چالیس ہزار درہم میں سے پینتیس ہزار درہم انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امداد میں اسلامی ضرورتوں میں خرچ کئے۔ باقی پانچ ہزار درہم سے اپنی حیات تک تجارت کرتے رہے۔

قوم کے نزدیک آپکی عزت اور آپ کے اخلاق

قوم کے نزدیک آپ کی شان محترم و محتشم تھی۔ اس کے ساتھ آپ مروت و احسان اور مہربانی سے پیش آیا کرتے۔ ایک روز ابن دغنہ نے آپ سے کہا۔ کہ آپ کے قوم پر بڑے احسان ہیں آپ صلہ رحمی کیا کرتے ہیں۔ آپ محتاجوں کی ضرورتیں پوری کیا کرتے ہیں۔ ہر ایک عمدہ بات کی آپ تصدیق کرتے ہیں۔ ہر ایک کی مصیبت میں مددگار ہو جانا۔ اور مہمان نوازی کرنا آپ ہی کا حق ہے۔ آپ عرب کے انساب اور ان کے متعلق اخبار کے بہت ماہر تھے۔ آپ عفیف النفس (پاکدامن) تھے۔ شراب آپ نے کبھی نہیں

پی۔ جلال الدین سیوطی کہتے ہیں۔ ابونعیم محدث نے اپنی کتاب میں صحیح سند کے ساتھ یہ حدیث بیان کی ہے عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا قَالَتْ لَقَدْ حَرَّمَ اَبُوْبَکْرٍ الْخَمْرَ عَلٰی نَفْسِہٖ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ۔

(حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر نے جاہلیت کے زمانہ میں ہی اپنے اوپر شراب حرام کرلی تھی)

خدائے تعالیٰ کی عجب شان ہے جس سرزمین میں کہ دینِ حق کا خاتمہ ہو چکا۔ کوئی شریعت باقی نہ رہی۔ ہر طرف بت پرستی کا چرچا جاری ہے۔ وہاں ایسا شخص بھی پیدا ہو جس کی فضیلت کا یہ حال ہے کہ وہ اعلےٰ درجہ کا عفیف (پاکدامن) ہو۔ صاحب مروّت اور لوگوں کا محسن ہو۔ اسلام آتے ہی اُس کی تصدیق کرلی۔ اور دوسروں کو بھی راہ بتائی۔ سرکشوں کی ناکیں نیچی کیں۔ انہیں دین حق کی طرف بلایا۔ جس نے ان کی تمام بُری خصلتوں کی بیخ کنی کردی۔ اور یا تو سب کے سب بت پرست تھے مگر اب سب مسلمان ہو کر اس آیت کے مصداق ہو گئے۔ اَلَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا۔ اور ابوبکر صدیق اُن میں سب سے اول تھے۔

آپ کا اسلام لانا

لوگوں کے درمیان اس امر میں اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔ کہ سب سے پہلے کون اسلام لایا۔ بعض نے کہا۔ کہ سب سے پہلے حضرت علیؓ اسلام لائے۔ بعض نے کہا ابو بکر صدیقؓ سب سے پہلے اسلام لائے بعض اسطرف گئے ہیں کہ اُمّ المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سب سے

اول اسلام لائیں ۔ ابن عساکر (محدث) نے اپنی کتاب میں حضرت علی رض کی سند سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ انھوں نے فرمایا اَوَّلُ مَنْ اَسْلَمَ ابوبکرِن الصدّیق ۔ سب سے پہلے جو اسلام لائے وہ حضرت ابوبکر صدیق ہیں حسان بن ثابت کے مندرجۂ ذیل اشعار سے بھی اس قول کی تائید ہوتی ہے

اذا تذکرت شجوا من اخی ثقۃٍ فاذکر اخاک ابابکر بما فعلا
خیر البریۃ اتقاھا واعدلھا الا النبی واوفاھا بما حملا
والثانی التالی المحمود مشھدہ واول الناس منھم صدق الرسلا

جلال الدین سیوطی کہتے ہیں ان تینوں اقوال میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالےٰ نے یوں رفعِ اختلاف کی تطبیق کی ہے ۔ کہ مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رض اور لڑکوں میں سب سے پہلے حضرت علی رض اسلام لائے ۔ اور عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہ رض اسلام لائیں ۔ یہی تطبیق صحیح ہے ۔ اور اسی کو تمام اہل علم نے پسند کیا ہے ۔

مگر یہ بات کہ درحقیقت سب سے پہلے کون اسلام لایا صحیح حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سب سے اول اسلام لائیں ۔ کیونکہ جناب سرور کائنات علیہم الصلوٰۃ والسلام نے سب سے پیشتر اپنی وحی کا حال انہی سے بیان کیا ہے ۔

(مترجم)

حضرت ابوبکر صدیق مجسم فضیلت تھے۔ فتنہ و فساد کا آپ میں مطلق شائبہ نہ تھا۔ ہر ایک بات میں آپ سلامت روی اختیار کرتے۔ اور ہر ایک مصلحت کی تہ کو پہنچ جاتے۔ آپ بہت بڑے صائب الرائے تھے۔ کفر و شرک کی برائی آپ کے دل میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اسلام کی حقیقت آپ پر کھل گئی تھی۔ اسی لئے حضرت سرور کائنات علیہم الصلوٰۃ والسلام نے آپ کی کامل استعداد کو پہچان لیا۔ اور اسلام کی دعوت دی۔ اور آپ نے فوراً اسلام قبول کر لیا۔ چنانچہ سرور کائنات علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ مَا دَعَوْتُ اَحَدًا اِلَی الْاِسْلَامِ اِلَّا كَانَتْ لَهٗ كَبْوَةٌ غَيْرَ اَبِیْ بَكْرٍ۔ میں نے جسے اسلام کی دعوت دی وہ اسمیں تامل کرتا رہا۔ مگر ابوبکر نے دعوت دیتے ہی فوراً اسلام قبول کر لیا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اسلام قبول کرنے میں سبقت کی اسی لئے آپ کو اپنے اسلام کی وجہ سے تمام صحابہ پر کلی فضیلت حاصل ہوئی۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ لَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَلَا غَرَبَتْ عَلٰی اَحَدٍ اَفْضَلَ مِنْ اَبِیْ بَكْرٍ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ نَبِیٌّ۔ روئے زمین پر بجز نبی کے ابوبکر سے کوئی شخص افضل نہیں ہے۔ عبد الرحمٰن بن حمید اور ابونعیم وغیرہ محدثین نے ابو داؤد صحابی کی سند سے اس حدیث کو بیان کیا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق اپنی قوم میں بہت بڑے معزز ہونے کے علاوہ تمام رؤسائے قریش ان سے انسیت رکھتے تھے۔ اسی لئے بنی امیہ میں سے عثمان بن عفان۔ اور بنی عمر

میں سے طلحہ بن عبید اللہ۔ اور بنی زہرہ میں سے سعد بن ابی وقاص وغیرہ اور بہت سے صحابہ نے اُن کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔

مصاحبت رسول اللہ

حضرت ابو بکر صدیق رضہ اپنے اسلام لانے کے وقت سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے آپ بہت بڑے رفیق اور معزز مصاحب تھے۔ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت میں قریش کی طرف کے ایسے حملوں کی برداشت کی ہے۔ جن کو بڑی قومی لوگوں کی ایک جماعت بھی شاید برداشت نہ کر سکتی۔ اور پریشان ہو جاتی۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو کھڑے ہو کر دین حق کی حمایت کرتے۔ ادھر موذیوں کی سرکشی اور اُنکے غرور کو مٹاتے۔ ہجرت کے روز سے آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوئے اور فرط محبت اور غلبۂ فرحت کی وجہ سے آپ اسوقت رونے لگے۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار میں تین روز تک بیٹھے رہے۔ اس اثنا میں آپ کو مطلق نیند نہ آئی۔ اور قریش کی اذیت کے خوف سے آپ بہت بے آرام رہے۔ انھیں صرف اس بات کا خوف تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی قسم کی ہی تکلیف نہ پہنچے۔ مگر جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا لاتحزن ان اللہ معنا

Marfat.com

(تم گھبراؤ مت خدا ہمارے ساتھ ہے) تو آپ کو تسکین ہو گئی۔ اسی واقعہ سے متعلق اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اسلام سے یہ سبق حاصل کر لیا تھا کہ ان پر خدائے تعالےٰ کا حق واجب الادا ہے۔ اور یہ کہ اس کی کتاب پر ایمان لا کر اس کی شرط پوری کرنی ضروری ہے۔ وہ یہ کہ اس کے جملہ احکام کی پابندی اور فرماں برداری کی جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ۔ اللہ تعالےٰ نے ایمان والوں کو جنت کا وعدہ دے کر گویا انھیں اور ان کے مال کو خرید لیا ہے۔

اسی لئے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے دل کھول کر اسلام پر اپنا مال خرچ کیا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی اپنا مال و جان نثار و قربان کی۔ کفار غریب و کمزور مسلمانوں کو ایذا و تکلیف دیتے۔ تو آپ انھیں روپیہ دے کر چھڑا لیتے۔ مسلمان لونڈی غلاموں کو خرید کر انھیں آزاد کر دیتے۔ خدائے تعالےٰ نے اپنے کلام پاک میں کئی مقامات پر ان کی تعریف کی ہے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل آیتوں میں آپ ہی کا ذکر کیا گیا ہے۔ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى۔ لیکن جس شخص نے کہ خدا کی راہ میں خرچ کیا۔ اور پرہیزگاری اختیار کی۔ وَسَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى۔ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى۔ یہ کل آیتیں حضرت ابوبکر صدیقؓ

کے وصف میں ہیں - حضرت اپنے مال ہی سے آپ نے اسلام کی خدمتیں نہیں کی ہیں - بلکہ انھوں نے بذات خود دلیری اور جوانمردی سے بھی اسلامی خدمتیں کی ہیں - وہ ہر ایک جنگ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ رہتے - جنگ کے موقع پر کبھی رسول اللہ صلعم سے جدا نہیں ہوئے - ہر ایک جنگ کے موقع پر آپ کے سامنے دشمنوں کے روبرو کھڑے ہوکر آپ کی حمایت کرتے - [1]

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

بزار نے (جو محدث ہیں) اپنی مسند (کتاب) میں حضرت علی کی سند سے یہ حدیث بیان کی ہے - کہ حضرت علیؓ نے ایک روز لوگوں سے دریافت کیا کہ سب سے زیادہ جوان مرد تمھارے خیال میں کون شخص ہے حاضرین نے کہا کہ آپ - حضرت علیؓ نے فرمایا میں نے کسی سے مقابلہ نہیں کیا - مگر یہ کہ میں اس سے برابر رہا - دیکھو اور کسی کی طرف خیال کرو لوگوں نے کہا - اب ہمیں نہیں معلوم کہ پھر اور کون شخص ہے - حضرت علیؓ نے فرمایا

[1] ابن جریر محدث نے اپنی کتاب میں عبداللہ بن زبیر کی سند سے یہ حدیث بیان کی ہے عبداللہ بن زبیر فرماتے ہیں کہ ابوبکر صدیقؓ ضعیف و عاجز لونڈی غلاموں کو خرید کر آزاد کیا کرتے ایک روز اُن کے والد نے اُن سے کہا کہ اگر تم قوی اور تندرست لونڈی غلاموں کو خرید کر آزاد کیا کرو تو تمھارے کام بھی آویں تو اُنھوں نے کہا کہ اے میرے شفیق والد میں اپنے اس کام سے صرف خدا تعالیٰ کی خوشنودی کا طالب ہوں - اسلئے کوئی دنیوی نفع ان سے حاصل کرنا نہیں چاہتا - طبرانی محدث نے اپنی کتاب میں حضرت صحابی کی سند سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر نے سات غلاموں کو خرید کر آزاد کیا جنکے آقا انھیں اسلام لانے کی وجہ سے طرح طرح کی تکلیف دیا کرتے تھے - (مؤلف)

کہ ابو بکر ہیں۔ جنگ بدر (مقام کا نام ہے) کے موقع پر جب ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ڈیرا تیار کر کے سب سے مشورہ لیا کہ ہم میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک کون رہے گا۔ تو اسوقت ابو بکرؓ کے سوا کسی کو جرأت نہ ہوئی۔ اور وہ اپنی تلوار نکال کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو کھڑے ہو گئے۔ تاکہ کوئی دشمن آپ کے نزدیک نہ آسکے۔ پھر جو دشمن کہ آپ کی طرف رخ کرتا۔ تو وہ اس پر سخت حملہ کر کے اُسے للکارتے۔ مجھے یاد ہے کہ جب قریش ان موقع پر آگے بڑھ کے حملہ کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگے۔ کہ تمھیں نے تمام معبودوں کو چھوڑ کر ایک ہی معبود ٹھہرا رکھا ہے۔ تو ہم میں سے کوئی ابو بکرؓ کے سوا آگے نہ بڑھا۔ اور وہ اُن پر حملہ کرتے ہوئے کہنے لگے۔ کہ اے بدنصیب قوم کیا تم ایسے شخص کے قتل کرنے میں کامیابی حاصل کر سکو گے جو یہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے۔ اسی کی عبادت کرو۔ یہ کہتے جاتے تھے اور کسی کو مارتے اور کسی پر حملہ کرتے اور کسی کو للکارتے تھے۔ پھر حضرت علیؓ نے اپنی چادر اُٹھائی (راوی کا جملہ معترضہ ہے) اور آپ آبدیدہ ہوئے۔ کہ آپ کی ریش مبارک تر ہو گئی فرمایا۔ میں قسم دے کر تم سے پوچھتا ہوں کہ فرعون کی قوم میں کے ایماندار شخص کو زیادہ فضیلت حاصل ہے۔ یا ابو بکر کو۔ حاضرین نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ آپ نے فرمایا۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ کہ ابو بکر کی ایک گھڑی فرعون کی قوم کے ایماندار شخص کی ہزار گھڑی سے

Marfat.com

کہیں بہتر ہے - اس نے اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھا - انھوں نے اپنے ایمان کا بڑے زور وشور سے اعلان کیا -

حضرت ابوبکر کی خلافت

ہم خلافت کا حال بیان کرنے سے پہلے ناظرین کی خدمت میں خلافت سے متعلق ایک مختصر تقریر پیش کرنا مناسب خیال کرتے ہیں - جو اسلامی سلطنت سے ہر ایک دلچسپی رکھنے والے کے لئے خالی از لطف نہ ہوگی - احکام جاری کرنے کے لئے قوت کا ضروری ہونا ایک ایسا مسئلہ ہے جس سے کوئی شریعت وملت اختلاف نہیں کر سکتی - خواہ وہ شرائع الہیہ میں سے ہو - یا صرف کسی بشری قوت سے ایجاد ہوئی ہو قطع نظر اس سے کوئی دولت خواہ وہ کسی مذہب وملت سے متعلق کیوں نہ ہو - بدون قوت کے قائم نہیں رہ سکتی اسی لئے اسکو ایک ایسے پشت وپناہ حاکم کی ضرورت ہوتی ہے - جو لوگوں کو ان کی کتاب اور آئین کے اصول پر قائم رکھے - اور اس کے حدود کو ان پر نافذ کرے - چنانچہ خدائے تعالے نے اس آیت میں اسی امر سے متعلق کر فرمایا ہے - وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ (ہم نے اپنے رسولوں کو بھیجا نشانیاں دیکر اور ان کے ساتھ کتاب بھیجی اور انصاف تاکہ لوگ عدل پر قائم رہیں - اور ہمنے لوہا پیدا کیا گو اس میں ضرر ہے مگر لوگوں کے لیے اسمیں نفع زیادہ ہے

مندرجۂ بالا آیت میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے۔ کہ دین کے لئے قوت کی حفاظت کی جائے۔ جس سے لوگوں کو خوف ہو۔ اور سرکشوں کی سرکوبی ہوتی رہے۔ جو بدون سزا ہی صرف نرمی اور سہولت سے راہ راست پر نہیں رہ سکتے۔ مگر زیر بحث قوت بدون حاکم شرع اور اسکے اعوان کے اور کسی سے ظہور میں نہیں آسکتی۔

علاوہ ازیں یہ بات بھی ظاہر ہے کہ رسول علیہ اسلام کی خدمت احکام شرع کو بندگان خدا پر پہنچا دینا اور انکا ایسی طرز پر قائم کر دینا ہے کہ جس سے لوگوں کے اتفاق کا شیرازہ مضبوط اور قوی ہو جائے اب اس کے بعد صرف یہ خدمت باقی رہتی ہے۔ کہ ان احکام کی حمایت کی جائے۔ اور اس کی قوم میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے ساتھ حکم کیا جائے۔ اور عموماً اہل اسلام کے نزدیک خلافت کے لئے آزاد صاحب عقل و عدل اور ذی علم ہونا اس کے ضروری شرائط میں شمار کیا گیا ہے۔ اور نبوت کو اس سے کوئی تعلق باقی نہیں رہا۔ اسلئے کہ نبوت رسالت الہیہ ہے جس سے صرف تبلیغ احکام دین اور دعوت اسلام کے اصول اور اس سے متعلق ہر ایک قسم کے قوانین بتا دینا۔ اور لوگوں کو شرائط الہیہ پر قائم کر دینا مراد ہے اور خلافت ایک ریاست دنیوی ہے جس سے شریعت الہیہ کی حمایت اور ارکان دین کا قائم رکھنا متعلق ہے۔ اب ہمارے اس بیان سے واضح ہو گیا۔ کہ یہ دونوں منصب ایک دوسرے سے

Marfat.com

بالکل جدا ہیں۔ اور اول کو ثانی سے کوئی گہرا تعلق نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی امور سے متعلق ہر ایک حاکم اور متولی کی پیروی و اطاعت کرنے کی بابت بکثرت احادیث وارد ہوئی ہیں۔ جن میں اہل بیت کرام کی بالخصوصیت ہر ایک اسلامی حاکم کی تابعداری کرنے کا تاکیدی حکم موجود ہے۔ سنت نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اسی کی تاکید کرتی ہے۔ دیکھو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دار فانی سے جدا ہوئے۔ تو اسوقت اہل بیت کرام میں سے کوئی کسی جگہ کا حاکم اور متولی نہ تھا۔ آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے آپ سے چاہا کہ آپ انھیں یمن کا عامل (حاکم) بنا دیں۔ تو آپ نے اُن سے انکار کیا۔ تاکہ کسی کو یہ گمان نہ ہو کہ نبوت کے ساتھ ساتھ ہی ہاشم میں امارت باقی رہنے کا آپ نے ارادہ کیا ہو۔ حالانکہ نبوت ایک جُدا شئے ہے۔ جسے امارت سے کوئی تعلق نہیں۔

اسی بات کا خیال کرتے ہوئے۔ حضرت امام حسنؓ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے منصب خلافت سے اُتر آنا پسند کیا۔ اور فرمانے لگے کہ خدائے تعالےٰ نہیں چاہتا کہ نبوت اور امارت دونوں کو ہم میں جمع کرے۔ اور یہ کہ اہل بیت کو نبوت کی شرافت و عزت کافی ہے۔

ہم کہہ چکے ہیں کہ خلافت ایک دنیوی ریاست و نیز خلافت نبویہ صرف اس لحاظ سے کہا جاتا ہے۔ کہ احکام دین کو قائم رکھنا وغیرہ امور اس سے متعلق ہیں۔ جن کا اجراء خلفائے راشدین کے

عہد میں باحسن وجوہ پایا گیا۔ اور ان کے بعد ایک دنیوی سلطنت ہوگئی ۔ کیونکہ اُن سے بعد کے خلفاء نے ایک بہت بڑے قاعدہ پر عمل کرنا چھوڑ دیا۔ جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے قریب اپنی جگہ پر حضرت ابوبکر صدیق رضہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ اسی لئے تمام صحابی رضی اللہ تعالےٰ عنہم نے اُنھیں کو خلافت کیلئے بھی منتخب کیا۔ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں دین کا پیشوا بنا دیا تھا۔ اُسی وقت سے امیر المومنین کا لفظ بھی وضع ہوا۔ کیونکہ ہر ایک قوم کو خواہ وہ کسی مذہب وملت کی پیرو ہو ایک ایسے رئیس کی ضرورت پڑتی ہے جو اُسے اُسکے دین ومذہب کے احکام پر قائم رکھے۔ اور اُسکی ملکی سیاست اور تمدنی صحت کا ذمہ دار ہو جس سے قوم کا شیرازہ نہ بکھرنے پائے۔ خصوصاً جبکہ اسلام صرف اصول توحید وعبادات پر ہی مشتمل ہیں ۔ بلکہ وہ سیاسی اور تمدنی امور کا بھی جامع ہوکر ہر ایک قسم کے دینی ودنیوی جملہ حوائج کے لئے کافی ووافی ہے یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اسلامی مقاصد میں سے صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین کے نزدیک مسئلہ خلافت پہلا مقصد قرار پایا ۔ اور سب سے اوّل انھیں خلیفہ قائم کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی ۔ تاکہ وہ اہل اسلام کو کلمۂ توحید اور کتاب اللہ اور سنّت رسول اللہ پر قائم رکھے ۔ اور مخالفین کے مقابلہ میں اُن کا پشت وپناہ ہو جائے ۔ گو انھیں اس میں اختلاف

Marfat.com

تھا کہ وہ عنانِ خلافت کس کے ہاتھ میں دیں گے۔ مگر ان کا یہ اختلاف محض اسلامی مصلحت اور نیک نیتی کا نتیجہ تھا۔ تا کہ کسی کے لئے کوئی حجت باقی نہ رہے۔ اور جو شخص کہ اس منصب کے لئے مقرر ہو اُس کی تابعداری کرنے میں کسی کو انحراف نہ ہو۔ چنانچہ آخر میں حضرت ابوبکر صدیق رضؓ پر سب کا اتفاق ہوا۔ اور یہی اس منصب کے لئے منتخب ہوئے۔ صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین بھی اس بات کو جانتے تھے۔ کہ خلافت کو نبوت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اسی لئے انھوں نے منصب خلافت کے لئے غیرِاہلِ بیت کو منتخب کر لیا۔ اگر وہ اس کے برعکس خیال کرتے۔ تو یہ انتخاب اُنکے نزدیک ہرگز پسندیدہ نہ ہوتا۔ بلکہ اب وہ منصب خلافت کا مستحق حضرت عباسؓ۔ یا حضرت علیؓ رضی اللہ تعالےٰ عنہما کو جانتے۔ اسی لئے کہ حضرت عباسؓ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قریبی رشتہ حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ سے تھا اور آپ علاوہ اس فضیلت کے اسلامی پیش قدمی بھی رکھتے تھے۔ بنی ہاشم اور بنی امیہ میں سے بعض کا خیال تھا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ پر اور کسی کو فضیلت حاصل نہ ہوگی۔ مگر ان کا یہ خیال صرف اسی وجہ سے تھا۔ کہ وہ حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ میں ان خصوصیات اور فضائل کے معتقد تھے۔ جو خلافت کا مستحق بنا سکتے ہیں۔ اور اگر بنی ہاشم کے لئے خلافت کے واجب یا ضروری ہونے پر اُنکے

نزدیک کوئی بھی دلیل ہوتی تو وہ ضرور اس موقع پر حضرت عباس رضؓ کو سب پر ترجیح دیتے۔ کیونکہ آپ رشتے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچا تھے۔ اور اب حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ بھی حضرت ابوبکر صدیق کی بیعت نہ کرتے۔ حالانکہ انھوں نے گو چھ ماہ کے بعد ہی سہی۔ مگر اُن کی بیعت کرلی۔ وہ انھیں خلافت کا سب سے زیادہ اہل اور مستحق جانتے اور اُن کی اطاعت کرتے۔ اور ہر بات میں اُن کے مددگار رہتے تھے۔

مگر یہ بھی اسوقت ہے جب یہ مان لیا جائے کہ یہ روایت صحیح ہے کیونکہ اب تک اس کی صحت تاریخ سے نہیں ثابت ہوتی کہ حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ نے چھ ماہ بعد بھی بیعت کی ہو۔ وہ صرف حضرت فاطمہؑ زہرا رضی اللہ عنہا کے فدک وغیرہ کے میراث کے جھگڑے پر حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے رنجیدہ ہوگئے تھے۔ کیونکہ ان لوگوں نے فیصلہ کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ لَا نُوْرِثُ۔ مَا تَرَکْنَا صَدَقَۃ۔ یعنی ہمارا کوئی وارث نہیں ہے۔ ہم نے جو کچھ چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے۔

اس کے بعد حضرت فاطمہؑ رضی اللہ عنہا پھر نہ آئیں۔ اور چھ ماہ کے بعد آپ کا انتقال ہوگیا۔ ان کی زندگی کی وجہ سے حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ کی لوگوں کی آنکھوں میں زیادہ وقعت تھی۔ جو کہ ان کی وفات کے بعد جاتی رہی۔ انھوں نے آکر حضرت ابوبکرؓ سے

Marfat.com

مصالحت کی۔ بعض لوگ یہ بھی خیال کرتے ہیں کہ مصالحت اور ساتھ ہی بیعت بھی کی۔ حالانکہ اس کا کہیں سے ثبوت نہیں ملتا۔ بعض روایتیں ایسی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت تھوڑے دنوں حضرت علیؓ نے بیعت سے انحراف کیا تھا۔ اور پھر بیعت کر لی۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیعت

حضرت ابوبکر صدیقؓ اتفاقاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت موجود نہ تھے۔ اسوقت آپ اہل وعیال سے ملنے کی غرض سے اپنے مکان بمقام سُنح (مدینۂ منورہ سے قریب کی ایک بستی) تک گئے ہوئے تھے۔ جب آپ وہاں سے واپس آئے تو لوگوں کو وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ایک ہولناک مصیبت اور سخت بلا میں گرفتار پایا۔ کوئی کہتا ہے کہ آپ کی وفات ہوگئی۔ کوئی کہتا ہے نہیں۔ آپ اس جانکاہ واقعہ کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک آگئے۔ اور آپ کا چہرۂ مبارک کھول کر پیشانی کو چوما۔ اور فرمایا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ نے بھی موت کا ذائقہ چکھا جو خدائے تعالےٰ کی طرف سے لکھا ہوا اور ایک ستدنی واقعہ تھا جس کے بعد اب کوئی موت آپ پر آنے والی نہیں۔ پھر آپ باہر آکر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور امیں کھڑے ہوکر ایک مختصر تقریر کی

جس میں آپ نے حمد و ثنا کرنے کے بعد لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا
صاحبو جو کوئی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبادت کرتا ہو۔ تو آپ
کا تو انتقال ہو گیا۔ اور جو کوئی اللہ تعالےٰ کی عبادت کرتا ہو۔ تو
وہ زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا۔ پھر آپ نے یہ آیت شریف
پڑھی۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ
مَاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ ۔ محمد خدا کے رسول ہیں ان سے
پہلے بھی خدا کے بہت سے رسول گذر چکے ہیں۔ اگر یہ مر جائیں یا قتل ہو جائیں
تو کیا تم لوگ اپنے دین سے پھر جاؤ گے۔

لوگوں کو مصیبت کی وجہ سے یہ بھی خیال نہ رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی وفات کے متعلق بھی قرآن مجید میں کوئی آیت موجود ہے۔
جب حضرت ابوبکر صدیق نے یہ آیت پڑھی تو وہ بیدار ہوئے۔ حضرت
عمر رض فرماتے ہیں۔ جب میں نے اسوقت یہ آیت سُنی تو میں زمین پر بیٹھ
گیا۔ مجھ سے کھڑے ہونے کی طاقت بالکل جاتی رہی۔ خدا تعالےٰ
ہمارے دل بھی ویسے ہی کر دے جیسے کہ ان لوگوں کے کئے تھے
اور فرط محبت سے اُن کے صدمہ کا یہ حال تھا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا۔ مگر انھیں تصدیق ہی نہیں ہوتی۔ اور رنج و غم
کی وجہ سے اُن کی یہ ناگفتہ بہ حالت دیر تک رہی۔ آخر کو جب حضرت
ابوبکر صدیق رض نے انہیں یہ آیت پڑھ کر سنائی تو وہ بیدار ہوئے۔ اور
اب انھیں تصدیق ہوئی کہ ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال ہو گیا۔

Marfat.com

اب لوگ تجہیز و تکفین کے انتظام میں مصروف تھے۔ کہ انھیں ایک شخص نے آکر خبر دی کہ انصار سقیفہ (مجلس شوریٰ) بنی ساعدہ میں جمع ہو کر خلافت کے متعلق گفتگو کر رہے ہیں۔ یہ سنتے ہی حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور حضرت عمر فاروقؓ اور بہت سے مہاجرین یہاں سے چلے تاکہ کوئی بات قرار پانے سے پہلے وہاں پہنچ جائیں۔ اور کہ مسلمانوں میں کوئی اختلاف پیدا نہ ہونے پائے۔ مگر جب یہ لوگ وہاں پہنچے تو انھوں نے دیکھا کہ وہ سعد بن عبادہ سے بیعت کرنے پر آمادہ ہو رہے ہیں۔ لیکن مہاجرین نے انھیں روکا۔ اس لئے وہ لوگ ٹھہر گئے۔ اسوقت حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے اس موقع پر نہایت مختصر لفظوں میں ایک تقریر کی۔ جس میں انھوں نے دانشمندانہ طریق سے تمام انصار پر مہاجرین کی طرف سے حجت قائم کی۔ آپ نے فرمایا:۔ "معاشر گروہ) انصار آپ لوگ اپنے لئے جو فضیلت بھی ذکر کریں بیشک آپ اس کے مستحق ہونگے۔ مگر آپ کو معلوم ہے کہ عرب کے دلوں میں عموماً قریش کی عظمت بیٹھی ہوئی ہے۔ اسلئے وہ ان میں ہر ایک اعتبار سے اولیٰ و افضل ہیں۔ ظاہری وجاہت کے لحاظ سے بھی وہ افضل مانے جاتے ہیں۔ اور حسب و نسب کے اعتبار سے بھی اعلیٰ و انسب خیال کئے جاتے ہیں۔ اسلئے میں مناسب خیال کرکے آپ کو مشورہ دیتا ہوں کہ آپ عمر بن خطاب یا ابوعبیدہ بن جراح میں سے جسے چاہیں اس منصب کے لئے پسند

کرلیں۔ اور آپ نے ان دونوں صاحبان کا ہاتھ پکڑ کر اُن کے سامنے کردیا۔ تقریر ختم ہونے کے بعد انصار میں چاروں طرف سے کچھ آواز سُنائی دینے لگی۔ اور اُن میں کوئی یہ بھی کہہ رہا ہے۔ کہ ایک سردار ان میں سے۔ اور ایک سردار تم میں سے ہونا چاہیئے۔ حضرت عمر فاروق رضؓ نے دیکھا کہ مہاجرین کی اس رائے کو انصار میں سے بشیر بن سعد وغیرہ اور دیگر اصحاب نے وقعت کی نگاہ سے دیکھا اور اُسے پسند کیا۔ اور جبکہ کسی معاملہ پر حد سے زیادہ غور کیجائے تو پھر اُس کا فیصلہ دشوار ہوجاتا ہے۔ اسلئے وہ اُٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت ابوبکر سے کہنے لگے۔ کہ آپ اپنا ہاتھ پھیلائیے میں آپ سے بیعت کرتا ہوں۔ آپ کا ہاتھ پھیلانا تھا۔ کہ اتنے میں بشیر بن سعد نے (انصار میں سے) سبقت کی اور آپ سے بیعت کرلی اس کے بعد حضرت عمر فاروق اور اس مجمع کے تمام لوگوں نے بیعت کی۔

اور اب حضرت علیؓ اور طلحہ اور زبیر بن ہاشم اس بات کا خیال کرتے ہوئے کہ خلافت اُن میں آجائے گی۔ اور اہنیں کے یہاں باقی رہے گی بیعت کرنے سے رکے رہے۔ چنانچہ عقبہ بن ابی لہب نے اس روز اس مضمون سے متعلق یہ شعر کہا:

مَا كُنْتُ أَحْسِبُ أَنَّ الْأَمْرَ مُنْصَرِفٌ
عَنْ هَاشِمٍ ثُمَّ مِنْهُمْ عَنْ أَبِي الْحَسَنِ

مگر جب انھوں نے دیکھا کہ تمام صحابہ حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت سے اتفاق کرتے ہوئے اُن سے بیعت کرتے جاتے ہیں۔ اور ان کے نزدیک ثابت ہو گیا ہے۔ کہ خلافت نبوت سے ایک جُدا شئے ہے۔ تو پھر انھوں نے بھی بیعت کی۔ اور ہم نے پہلے ہی اس بات کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ اور اب تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔ کہ آپ کا (حضرت علیؓ) کا چھ ماہ تک بیعت سے رکا رہنا یقینی ثابت نہیں۔ بلکہ اس کے متعلق صحیح بات یہ ہے۔ کہ آپ نے چند روز کے بعد بیعت کی ہے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل واقعوں سے اس بات کی تائید ہوتی ہے۔

ابن عساکر نے اپنی کتاب میں حضرت علیؓ کی سند سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا لَقَدْ اَمَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَبَا بَکْرٍ اَنْ یُّصَلِّیَ بِالنَّاسِ وَاِنِّیْ شَاھِدٌ وَمَا اَنَا بِغَائِبٍ وَمَا بِیْ مَرَضٌ فَرَضِیْنَا لِدُنْیَانَا مَا رَضِیَ بِہِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِدِیْنِنَا (جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رض کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ حالانکہ میں اس وقت میں نہیں گیا ہوا تھا۔ نہ بیمار تھا بلکہ میں موجود تھا۔ تو اب ہمیں ضرور ہوا کہ جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے دین کے لئے پسند کیا ہم اپنی مصلحت کے لئے بھی اسی کو پسند کریں)

اسی طرح دارقطنی اور خطیب ابن عساکر نے حضرت علیؓ کی سند سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ انھوں نے فرمایا۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ

Marfat.com

عہ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ سَاَلْتُ اللّٰہَ اَنْ یُّقَدِّمَکَ ثَلَاثًا فَاَبٰی عَلَیَّ اِلَّا تَقْدِیْمَ اَبِیْ بَکْرٍ (آپ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ میں نے تمہارے لئے خدائے تعالٰی سے درخواست کی کہ تمہیں ان تینوں (ابوبکر صدیق - عمر بن خطاب - عثمان بن عفان) پر مقدم کرے۔ تو مجھے صاف جواب ملا - اور ابوبکر صدیق کا مقدم ہونا بتلایا گیا۔

مندرجۂ بالا روایتوں سے ظاہر ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت ابوبکر صدیق سے بیعت کر لینے میں چند روز سے زیادہ تردد نہیں ہوا۔ بنی امیہ میں سے ابوسفیان بن حرب اور خالد بن سعید وغیرہ کئی صحابہ نے آپ سے خلافت کیلئے کہا - تو اُن سے آپ بہت ناراض ہوئے - اگر آپ کو حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت میں کچھ تردد ہوتا - تو آپ ان لوگوں پر کبھی خفا نہ ہوتے۔

لہ بخاری وسلم نے اس سے متعلق یہ حدیث ابوموسٰی اشعری کی سند سے اس طرح بیان کی ہے کہ وہ کہتے ہیں مَرِضَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاشْتَدَّ مَرَضُہٗ فَقَالَ مُرُوْا اَبَا بَکْرٍ فَلْیُصَلِّ بِالنَّاسِ قَالَتْ عَائِشَۃُ اِنَّہٗ رَجُلٌ رَقِیْقُ الْقَلْبِ اِذَا قَامَ مَقَامَکَ لَمْ یَسْتَطِعْ اَنْ یُّصَلِّیَ بِالنَّاسِ فَعَادَتْ فَقَالَ مُرِیْ اَبَا بَکْرٍ فَلْیُصَلِّ بِالنَّاسِ فَاِنَّکُنَّ صَوَاحِبُ یُوْسُفَ (جب رسول اللہ صلعم بیمار ہوئے اور آپکا مرض بڑھ گیا تو آپنے فرمایا کہ ابوبکر صدیق سے کہدو کہ وہ مسجد میں نماز پڑھائیں حضرت عائشہ بولیں وہ ایک رقیق القلب آدمی ہیں آپکی جگہ پر وہ کھڑے نہ رہ سکیں گے - آپنے فرمایا کہ ابوبکر سے کہدو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں حضرت عائشہ پھر وہی بولیں تو آپنے فرمایا میں تم سے کہہ رہا ہوں کہ ابوبکر نماز پڑھائیں۔

Marfat.com

خلافت

جب حضرت ابوبکر صدیق رض کی خلافت قائم ہو چکی اور تمام صحابہ نے آپ کی بیعت کرلی۔ تو آپ نے اپنی خلافت سے متعلق ایک مختصر تقریر کی۔ خلاصہ مندرجہ ذیل ہے۔ اور اب سنہ ہجری سے گیارھواں سال تھا کہ آپ نے اپنی خلافت کے احکام نافذ کرنے شروع کیئے۔

آپ نے نماز سے پہلے ممبر پر کھڑے ہو کر حمد و ثنا کرنیکے بعد تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔ صاحبو۔ میں آپ لوگوں سے کسی طرح بہتر نہیں۔ گرچونکہ آپ تمام صاحبان نے متفق ہو کر عنان خلافت میرے ہاتھ میں دیدی ہے۔ اسلئے میں اعلان کرتا ہوں کہ جب مجھ سے قابل تعریف کام ظہور میں آیا کریں۔ تو آپ اسوقت میرے معاون اور مددگار بنے رہیں۔ اور جب مجھ سے باقتضائے بشریت کوئی لغزش ہو جائے۔ تو آپ کا فرض ہے کہ مجھے اس پر مطلع کریں۔ اسلئے کہ راستی اور سچائی خدا کی امانت ہے۔ اور اسکی خلاف ورزی میں خیانت ہے۔ میں آپ سب صاحبان کو خدا تعالےٰ کے فضل و کرم پر بھروسہ کر کے یقین دلاتا ہوں کہ آپ میں کا ہر ایک قوی آدمی ناحق پر مواخذہ کیئے جانے میں میرے نزدیک بالکل ضعیف اور ناتوان ہے۔ اور آپ میں سے ہر ایک کمزور اور عاجز شخص اپنا

حق دلائے جانے میں میرے نزدیک قوی اور طاقتور ہے۔ میں اسوقت یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ آپ لوگ احکام جہاد سے خبردار رہیں۔ اور اس میں غفلت شعاری سے کام نہ لیں۔ جس قوم نے اسے چھوڑ دیا اُس نے ذلت کے سوا اور کچھ نہ دیکھا۔ میں جب تک خدا اور رسول کی تابعداری کرتا رہوں تم میری پیروی پر کمربستہ رہو اور جب مجھے اُن کی نافرمانی پر دیکھو تو تم پر اسوقت میری فرماں برداری کا کوئی حق نہیں۔ تقریر ختم کرنے کے بعد آپ نے نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ اور اب سب لوگ نماز میں مشغول ہوگئے۔

یہ وہ تقریر ہے جو ہمارے خلفا میں سے پہلے خلیفہ کی زبان مبارک سے نکلی جو ایک عام اسلامی سلطنت کی تصویر دکھانے کے سوا عدل و انصاف والے دلوں کو تسکین دہ اور تمام آزاد قوموں کو اسلامی نتائج اور اس کے اغراض میں دخل دینے سے مانع ہے اور جس نے جملہ اقوام کو ذلت و حقارت کے جابرانہ دائرہ سے نکل جانے اور جابرانہ اور ظالمانہ حکومت سے دور رہنے کی خوشخبری سُنا دی۔ بلکہ یہ وہ تقریر ہے جو اپنے مقرر کی اولوالعزمی۔ اور اسکا اسلامی سلطنت کے لئے پہلا رکن ہونا نہایت وضاحت سے بتا رہی ہے۔ اور اب ہمیں اُن مسلمانوں پر نہایت افسوس آتا ہے جو ایک زمانہ کے بعد اس سے مخالف ہوگئے۔ اور اب تک وہ اس سے مخالفت پر آمادہ ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

Marfat.com

اُسامہ بن زید کے لشکر کو شام کی طرف روانہ کرنا

گو اس وقت خلافت کا مسئلہ طے ہو چکا تھا۔ اور اب کوئی اس سے مخالف نہ تھا۔ مگر اب ایک اور انقلاب عظیم پیدا ہو گیا تھا جس کا حضرت ابوبکر صدیق رضہ نے پورا انسداد کیا۔ وہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر جیسی کہ اطراف و جوانب میں پھیلتی گئی۔ منافقوں کا نفاق ظاہر ہوتا گیا۔ اور غیر اقوام کی بھی سرکشیاں بڑھ گئیں۔ اہل عرب نے زکوٰۃ کا دینا موقوف کر دیا۔ مسلمان اپنے نبی کا سایہ اُن کے سر سے اُٹھ جانے۔ اور اپنی قلت اور دشمنوں کی کثرت کے سبب سے نہایت پریشانی میں پڑے ہوئے تھے۔ اور ابھی اُن کے دل کے زخم بھی نہیں بھرے تھے کہ انھیں جنگ کے سامان کرنے پڑے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے پہلے شام کی طرف روانہ کرنے کے لئے ایک لشکر تیار کیا تھا۔ جس کا سردار (کمانڈر انچیف) آپ نے اُسامہ بن زید کو مقرر کیا تھا۔ آپ کے وفات پا جانے کے باعث اس لشکر کے وہاں جانے میں توقف ہوا۔ لیکن جب حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت قائم ہو گئی۔ تو لوگوں نے آپ سے کہا کہ مسلمانوں کا یہی ایک لشکر ہے۔ اور آپ عرب کی حالت دیکھ رہے ہیں۔ کہ انھوں نے آپ کے ساتھ عہد شکنی

Marfat.com

کی ہے۔ اسلئے اسلامی لشکر کو مسلمانوں سے جُدا کرنا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ آپ نے فرمایا کوئی خوف کی بات نہیں ہے۔ اگر مجھے اس بات کا گمان ہو کہ دشمن مجھ پر درندوں کی طرح حملہ کریں گے۔ جب بھی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر کو جہاں جانے کا حکم دیا تھا۔ وہاں اُسے ضرور بھیجوں گا۔

یہ وہ استقلال اور جوانمردی ہے جس کے پائے جانے کی امید حضرت ابوبکر صدیق جیسے عالی ہمت شخص سے ہی کر سکتے ہیں آخر کو آپ نے حکم دیا کہ لشکر سے جسقدر لوگ منتشر ہو گئے ہیں۔ وہ سب جُرف (مدینہ سے قریب ایک مقام کا نام ہے) میں جاکر جمع ہو جائیں اعلان ہو جانے کے بعد تمام لوگ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے سبب سے مقام جُرف سے واپس آکر منتشر ہو گئے تھے اپنے کیمپ میں مجتمع ہو گئے۔ اب حضرت ابوبکر صدیق کے نزدیک صرف تھوڑے سے وہ مہاجرین رہ گئے جو اس لشکر میں شامل تھے لشکر تیار ہو جانے کے بعد اُسامہ بن زید نے حضرت امیر المومنین کی خدمت میں حضرت عمر فاروق کے ذریعہ سے (اور آپ بھی اس لشکر میں شامل تھے) یہ پیغام بھیجا کہ جسقدر ذی ہمت اشخاص ہیں وہ سب لشکر میں موجود ہیں۔ مجھے خوف ہے کہ مشرکین عرب میدان خالی پاکر دارالخلافت پر حملہ نہ کریں۔ اسلئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ لوگوں کو واپس بلالیں۔

حضرت عمر فاروق جب وہاں سے روانہ ہونے لگے۔ تو لشکر
کے بہت لوگوں نے آپ سے کہا کہ حضرت امیر المومنین کی خدمت
میں ایک ہمارا پیغام بھی آپ ضرور پہنچا دیں۔ وہ یہ کہ آپ ہمارا
سردار (کمانڈر انچیف) کسی ایسے شخص کو مقرر کریں جو ہم سب میں
زیادہ مسن ہو۔ حضرت عمر فاروق وہاں سے روانہ ہو کر مدینہ منورہ
تشریف لائے۔ اور امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رض کی خدمت
میں حضرت اسامہ بن زید کا پیغام پہنچا دیا۔ لیکن آپ اسوقت بھی
بڑے استقلال سے اپنے ارادہ پر قائم رہے۔ اور اُن کے پیغام
سے آپ کی اولوالعزمی میں ذرا بھی تنزل پیدا نہیں ہوا۔ اور آپ
نے حضرت عمر فاروق سے فرمایا کہ اگر کتے اور بھیڑیئے بھی مجھ پر حملہ
کریں۔ اور اسوقت بستی میں میرے سوا اور کوئی بھی نہ ہو جب بھی میں
لشکر کو شام کی طرف روانہ کروں گا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے اس حکم کو جو آپ نے اپنی وفات سے پہلے نافذ کیا تھا ضرور
پورا کروں گا۔ اس کے بعد حضرت عمر فاروق نے حضرت اسامہ
کے ساتھ جو لوگ تھے اُن کا پیغام پہنچایا۔ کہ تمام انصار چاہتے
ہیں کہ آپ اُنکا سردار ایسا شخص مقرر کر دیں جو انہیں سب میں
زیادہ مسن ہو۔ یہ بات سُن کر حضرت ابوبکر صدیق نے معلوم کیا
کہ لوگوں کے دلوں میں اسامہ بن زید کے سردار بننے سے ایک قسم
کا خلجان ضرور ہے۔ اور یہ کہ ابھی ان میں جاہلیت کے زمانہ کے

Marfat.com

فخر سے متعلق آثار اور حسب و نسب کی وجہ سے ایک دوسرے پر فضیلت ثابت کرنیکے آثار موجود ہیں۔ اسلیئے آپ کو فکر ہوئی کہ یہ خیالات ان کے دل سے نکال کر انھیں بتا دیا جائے۔ کہ اصلی فضیلت وہی ہے جو قومی خدمات نمایاں طور پر کام میں لانے اور پرہیزگاری اختیار کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ اور یہ کہ پہلے خود اس پر عمل کیا جائے تاکہ انہیں تقلید کا موقع ملے۔ اب ذرا دیکھنا چاہیئے کہ آپ نے انکے یہ خیالات ہٹانے کیلئے کیا طریقہ اختیار کیا ہے جسے کوئی بڑے سے بڑا مدبر اور دانشمند ہی عمل میں لا سکتا ہے۔

آپ نے اس لشکر میں کسی قسم کی تبدیلی کر دینے کی نامنظوری پہلے ہی ظاہر کردی تھی۔ کہ اب وہ یہاں سے روانہ ہو جائے مگر اب آپ خود بھی اسے رخصت کرنے کے لئے تشریف لیگئے۔ لشکر کی روانگی کا وقت قریب تھا۔ کہ آپ وہاں پہنچے۔ اور لوگوں سے ضروری ہدایات کر دینے کے بعد لشکر روانہ ہوتے ہوئے آپ اسامہ بن زید (کمانڈر انچیف) کے ساتھ ساتھ بہت دور تک ان سے باتیں کرتے ہوئے چلے گئے۔ حضرت اسامہ بن زید نے آپ سے بہت اصرار کیا۔ کہ یا تو آپ بھی سوار ہو جائیے۔ یا مجھے حکم دیدیجئے کہ میں بھی اتر کر آپ کے ہمراہ پیدل چلوں۔ آپ نے فرمایا نہیں نہیں نہ تو میں تمھیں اتاروں گا

Marfat.com

اور نہ خود سوار ہوں گا۔ کیا میں تھوڑی دیر بھی خدا کی راہ میں اپنے
پیر گرد آلود نہ کروں۔ تمام انصار یہ حال دیکھ کر دم بخود ہو گئے
کہ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُسامہ بن زید کے ہمراہ
پیدل تشریف لیجا رہے ہیں۔ اب اُن میں سے ہر ایک کے وہ
خیالات کافور ہو گئے۔ اور کسی نے اُسامہ بن زید کے مقابلہ
میں مطلق چون وچرا نہ کی۔ اور نہ اُن کی تابعداری میں انھوں
نے کوئی دقیقہ فرو گذاشت کیا۔ بلکہ اسلامی جنگ اور
حمایت دین سے متعلق آپ کا یہ اخلاص دیکھ کر دشمنوں
کے مقابلہ میں ان کی جوانمردی اور شجاعت دوبالا ہو گئی
رضی اللہ تعالے عنہم اجمعین سے این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند
جب آپ لشکر رخصت کر کے واپس ہونے لگے۔ تو آپ
نے اُسامہ بن زید سے فرمایا کہ اگر تم میری امداد کرنا مناسب
سمجھو تو عمر رض کو میرے نزدیک چھوڑ جاؤ۔ چنانچہ انھوں نے
آپ کے ارشاد کی تعمیل کی اور حضرت عمر رض کو آپ کے ہمراہ
واپس آنے کی اجازت دیدی۔ اسلئے حضرت عمر رض آپ
کے ہمراہ مدینہ منورہ کو واپس چلے آئے۔
باوجودیکہ آپ کو تمام لشکر پر ہر طرح کی حکومت حاصل تھی
مگر جب آپ نے حضرت عمر کو اپنے ہمراہ لانا چاہا تاکہ دارالخلافہ
کے واقعات اور اس سے متعلق ہر ایک امر میں اُس سے امداد و مشورہ

لیتے رہیں تو اُسوقت آپ اُسامہ بن زید سے اجازت لے کر آپ انہیں ہمراہ لائے تاکہ تمام لشکر اُسامہ بن زید کی تابعداری پر ہر طرح مستعد رہے۔ اور اُسے کسی وقت اُن کی عدول حکمی کرنے کی جرأت نہ ہو۔ اگر آپ چاہتے تو اسوقت لشکر پر ہر طرح کی تنبیہ کر کے اپنے احکام کو نافذ کرتے۔ مگر نہیں آپ نے اپنے ادب سے انہیں ادب سکھا دیا۔ اور جو کام آپ اُن سے لینا چاہتے تھے خود اُس پر عمل کر کے انہیں بتا دیا کہ تابعداری اور فرماں برداری اس طرح سے کیا کرتے ہیں۔ اپنے ادب سے لوگوں کو ادب سکھانا۔ اور خدا اور رسول کی رضا مندی کو ہر بات پر مقدم رکھنا انہیں کا کام تھا۔ اور کیا زمانہ میں حضرت ابوبکر صدیق رض اور حضرت عمر جیسے افراد پیدا ہو سکتے ہیں۔ نہیں کبھی نہیں +

اس کے علاوہ جب آپ اُن کو رخصت کر کے واپس ہونے لگے۔ تو آپ نے انہیں ایک وصیت کی جسکی نسبت ہم اتنا ضرور کہہ سکتے ہیں کہ اسوقت تک بڑی مہذب قومیں گذر چکی ہیں۔ جنکو خونریزی سے سخت مخالف رہنے کے سوا اصلاح تمدن اور انسانی خدمتوں اور اجتماع بشری کے حقوق کی محافظت کا بہت بڑا دعوے رہا ہے۔ مگر کیا ان میں سے کسی نے اپنے لشکروں کو اس قسم کی وصیت کی ہے۔ یا وہ اپنے ایک سردار پر اس طرح متفق ہو گئے۔ ہرگز نہیں +

Marfat.com

(آپ نے تمام لشکر سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ تم لوگ خیانت وفریب دہی عمل میں نہ لانا نہ زیادتی کرنا۔ نہ کسی کی ناک کاٹنا (عرب کی عادت تھی کہ وہ اپنے دشمن کو اس طرح سے بھی ذلیل کیا کرتے تھے)، نہ لڑکوں اور بوڑھوں اور عورتوں کو قتل کرنا نہ اُنکے باغات اور کھیتوں کو تباہ کرنا۔ نہ اس قسم کے مقامات کو آگ لگانا۔ نہ بغیر کھانے کی ضرورت کے کسی بکری یا گائے یا اونٹ کو ذبح کرنا۔ جب تم ایسے لوگوں پر سے گذرو جو معبدوں میں بیٹھے ہوئے اپنے اشغال میں مصروف ہوں۔ تو تم انہیں چھوڑ دینا۔ خواہ کچھ بھی کر رہے ہوں۔ پھر آپ نے فرمایا جاؤ۔ خدا کے حوالے۔ اور حضرت اُسامہ کو آپؓ نے یہ وصیت کی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہیں جس بات کا حکم دیا ہے اُسی پر تم عمل کرنا۔ اب حضرت اُسامہ مع لشکر روانہ ہو گئے اور "قضاعہ" کے قبائل سے جنگ کرکے انہیں شکست دیتے ہوئے چلے گئے۔ اور آگے جا کر ابی کو (جو بلقاں کی طرف ایک مقام ہے) تاخت وتاراج کیا۔ حضرت اُسامہ چالیس روز کے بعد اس چڑھائی سے واپس آگئے۔ اور بہت سا مال غنیمت اپنے ہمراہ لائے۔ بعض مورخین لکھتے ہیں کہ آپ ستر روز کے بعد واپس آئے +

Marfat.com

وفات نبوی کے بعد بعض اہل عرب کا مرتد ہونا

وفات نبویؐ کے بعد اکثر قبائل عرب کے مرتد ہو جانے سے جب بحث کیجاتی ہے۔ تو اس میں یہ دھوکا ہو جاتا ہے کہ مرتد ہو جانے سے اس واقعہ میں بھی اسلام چھوڑ کر کفر و شرک اختیار کر لینا مراد ہو گا۔ جیسا کہ ہمارے بعض دوستوں کا خیال ہے جن سے کئی سال تک مجلہ "الہلال" میں جو مصر سے نکلتا ہے اس سے متعلق ہماری بحث ہوتی رہی۔ حالانکہ معاملہ برعکس ہے۔ اور ان کے مرتد ہو جانے سے اسلام چھوڑ کر کفر و شرک اختیار کر لینا مراد نہیں۔ بلکہ ارکان دین میں سے کسی رکن کو ترک کر دینا مراد ہے۔ چنانچہ وہ لوگ زکوٰۃ سے منکر ہو گئے تھے۔ اس موقع پر مورخین کو اس سے متعلق جو کچھ بحث ہے اُسے ہم اختصار کے ساتھ اس جگہ بیان کرنا مناسب خیال کرتے ہیں۔ تاکہ اہل عرب کے مرتد ہو جانے کے صحیح معنے معلوم ہو جائیں۔

قبائل عرب نے دیکھا کہ مسلمانوں میں ایک قسم کا ضعف پیدا ہو گیا ہے۔ اور وہ وفات نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وجہ سے مضطرب اور بے چین ہو رہے ہیں۔ اور مسیلمۃ الکذاب۔ اور طلیحۃ الاسدی نے غلبہ حاصل کر لیا ہے۔ تو اب اُن پر زکوٰۃ دینا بہت گراں گذرا۔ اور انھوں نے زکوٰۃ کو خیال کیا کہ وہ گویا ایک قسم کا

Marfat.com

خراج ہے۔ (جس کا عرب جیسی قوم سے ادا کرنا نہایت دشوار تھا) اسلئے انھوں نے زکوٰۃ دینا ترک کر دیا۔ اور اس پر اصرار بھی کرنے لگے۔ صیغۂ زکوٰۃ کے حاکموں کو انھوں نے صاف جواب دیدیا کہ ہم زکوٰۃ نہیں دے سکتے۔ جب حضرت ابوبکر صدیق کو یہ حال معلوم ہوا۔ تو آپ نے تمام صحابہ کو جمع کر کے اُن سے مشورہ لیا کہ انسے کسی اسلامی رکن کے چھوڑ دینے کے سبب سے لڑائی کیجائے یا نہیں۔ جس طرح سے کہ نہیں قبول اسلام کے لئے اُنسے لڑائی کرنی پڑی تھی۔

شہرستانی نے اپنی کتاب "الملل والنحل" میں بیان کیا ہے کہ اس موقع پر ایک فریق نے کہا کہ ہم ان سے کفار کی طرح لڑائی نہ کریں گے۔ دوسرے فریق نے کہا نہیں نہیں ہم ان سے لڑینگے حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا "اگر وہ زکوٰۃ کے مال میں سے کچھ بھی رکھ لیں گے جب بھی میں اُن سے لڑائی کروں گا۔ آخر کو آپ اُن سے لڑائی کے لئے آمادہ ہو گئے۔ اور باقی تمام صحابہ بھی آپ سے متفق ہو گئے۔ اسی طرح حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانہ میں اُن کے اجتہاد نے انہیں کہ غلاموں کو اُن کا مال و اسباب دے کر آزاد کر دینے اور چھوڑ دینے سے مجبور کیا تھا۔ (یہ وہ غلام اور قیدی تھے جو مرتدین سے جنگ کرتے ہوئے گرفتار ہوئے تھے) مرتدین سے جنگ کرنے کی نسبت بعض صحابہ کا اختلاف کرنے کے بعد میں

Marfat.com

اقرار کرنا اس بات کی کافی دلیل ہے کہ ان کا ارتداد کس قسم کا تھا۔ آیا انھوں نے اسلام چھوڑ کر کفر و شرک اختیار کر لیا تھا۔ یا یہ کہ وہ صرف زکوٰۃ کے منکر ہو گئے تھے جس پر جنگ کی گئی۔ ابن شاکر نے اپنی کتاب عیون التواریخ میں اس قصّہ کو کسی قدر زیادہ تفصیل سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے جب تمام صحابہ کو مشورہ کے لئے جمع کیا۔ تو حضرت عمرؓ نے اُن سے لڑائی نہ کرنے کی رائے دی۔ آپ نے فرمایا اگر وہ اُونٹ باندھنے کی رسّی بھی روک لیں گے کہ جسے وہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دیا کرتے تھے تو اس پر ہی میں اُن سے لڑائی کروں گا۔ حضرت عمر نے فرمایا آپ اُن سے کیونکر قتال کر سکتے ہیں۔ حالانکہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔

اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَقُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَمَنْ قَالَهَا عَصَمَ مِنِّیْ مَالَهٗ وَدَمَهٗ اِلَّا بِحَقِّهَا

مجھے خدا تعالےٰ کا حکم ہے کہ میں لوگوں سے اُس وقت تک لڑتا رہوں جب تک کہ وہ خدا کو ایک اور محمدؐ کو اُسکا رسول نہ مان لیں جسنے ان دونوں باتوں کا اقرار کر لیا اُسنے باستثناء دیگر حقوق اپنے مال اور اپنی جان کو مجھ سے بچا لیا ۔ اور انکو نامعلوم بات کا حساب خدا پر ہے ۔

حضرت ابوبکر صدیق نے اس کے جواب میں فرمایا۔ میں تم سے

سچ کہتا ہوں۔ کہ جو کوئی بھی ارکان دین میں تفریق کر کے نماز یا زکوٰۃ کا منکر ہو بیٹھے گا۔ میں اس سے ضرور قتال کروں گا۔ تم نہیں دیکھتے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے الّا بحقّہا فرمایا ہے۔ اور کیا تم کہہ سکتے ہو کہ زکوٰۃ حقِ مال نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں۔ کہ مجھے ان کے اس بیان سے معلوم ہو گیا۔ کہ خدائے تعالےٰ نے اس معاملہ میں آپ کا سینہ کھول دیا ہے۔ اور کہ آپ حق پر ہیں۔

علامہ ابوالحسین عروۃ الحنبلی نے اپنی کتاب (الکواکب) کی بیسویں جزو میں بیان کیا ہے۔ کہ مرتدین عرب سے حضرت ابوبکر صدیق کی لڑائی صرف ان کے زکوٰۃ چھوڑ دینے پر ہوئی تھی۔ اسی کا بیان کرتے ہوئے انھوں نے لکھا ہے کہ جو لوگ کہ ارکان دین میں سے کسی رکن سے بھی منکر ہو جائیں تو ان سے جنگ کی جا سکتی ہے۔ جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق کے اجتہاد نے انھیں مرتدین عرب کے قتال پر مجبور کیا

ہم اوپر بھی بیان کر آئے ہیں کہ قبائل عرب نے زکوٰۃ دینی اسلئے چھوڑ دی تھی کہ ان پر زکوٰۃ نکالنا گراں گذرتا تھا۔ انھوں نے اسے ایک قسم کا خراج خیال کر لیا تھا۔ چنانچہ مورخین اس کی تفصیل یوں بیان کرتے ہیں کہ عمرو بن عاصؓ مقام حنیفہ سے واپس ہوتے ہوئے بنی عامر کی بستیوں سے گذرے۔ جہاں انھیں قرۃ بن ہبیرہ کے نزدیک بھی اترنے کا اتفاق ہوا۔ اس نے ان کی خاطر و مدارات کی۔ اور بہت اخلاق سے پیش آیا۔ جب یہ اس

رخصت ہونے لگے - تو اس نے تنہائی میں لیجا کر اُنسے کہا - کہ میں تم سے ایک بات کہنی چاہتا ہوں - وہ یہ ہے کہ تمھیں معلوم ہے - کہ عرب خراج دینے پر کسی طرح راضی نہیں ہو سکتے - اگر تم ان کا مال لینا روا نہ رکھو گے - تو وہ تمھاری تابعداری کے لئے ہر طرح موجود ہیں - اور اگر تم اس معاملہ میں ان کی موافقت نہ کروگے - تو وہ تمھاری مخالفت پر آمادہ ہیں - حضرت عمرو بن عاص تو قریش کے مشہور جوانمردوں میں سے تھے - یہ اتنی بات کو کب ضبط کر سکتے تھے - گو قرہ بن ہبیرہ کے پاس بنی عامر کا تمام لشکر موجود تھا - مگر انھوں نے للکار کر اُسے جواب دیا - کہ تو اپنے منہ سے کفر کا کلمہ نکال کر ہمیں قبائل عرب کا ڈر سناتا ہے تجھے یاد رہے کہ میں قریب ہی تیرے مکانوں کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے کھوند ڈالوں گا - یہ کہتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے اور اس کے پاس سے چلے آئے -

مرتدین عرب کی یہ حقیقت ہے جو ہم نے بیان کی - کہ وہ لوگ اسلام سے پھر کر کفر و شرک پر مائل ہوئے تھے - جیسا کہ مسیلمۃ الکذاب اور طلیحۃ الاسدی کے پیروؤں کا حال تھا - ہم نے اس سے متعلق کلام کو اسلئے زیادہ تفصیل سے بیان کیا - کہ ناظرین کو اُس کی حقیقت پر اطلاع ہو جائے - اس میں شک نہیں - کہ یہ ایک ایسی حالت تھی کہ اگر اس کا انسداد نہ کیا جاتا تو مسلمانوں

Marfat.com

کو اس سے بہت بڑا نقصان پہنچتا۔ اسی لئے حضرت ابوبکر صدیق نے اپنی اولوالعزمی اور دانشمندانہ خیال سے اس کی بیخ کنی کردی

فجزاہ اللہ عن الاسلام خیر الجزا

مرتدین عرب سے جنگ

جس طرح سے کہ مہاجرین وانصار کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کرنے اور اسلام میں سبقت حاصل کرنے کی فضیلت حاصل تھی۔ یہی حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد قریش کا رہا۔ مرتدین عرب سے مقابلہ کرکے ان کی بات نیچی کرنا ہی کا کام تھا۔ حالانکہ اسوقت سوائے ثقیف اور قریش کے عموماً قبائل عرب مرتد ہوگئے تھے۔ مگر قریش مہاجرین اور انصار اور ثقیف اور اہل معاہدہ کو اپنے ہمراہ لیکر جنگ کے میدان میں آکھڑے ہوئے۔

اس لڑائی میں مندرجہ ذیل اشخاص پر جنگ کا دارومدار تھا خالد بن ولید۔ عکرمہ بن ابی جہل۔ عمرو بن عاص۔ خالد بن سعید مہاجر بن ابی امیہ۔ حضرت ابوبکر صدیق نے انہیں بہادروں کے ذریعے مرتدین عرب کو زیر کرکے ان کے فتنے کی آگ بجھائی۔ بلکہ انہی بہادروں کے ذریعہ آپ نے قیصر وکسریٰ کے لشکروں کو شکست دی۔ اور اسی امر میں حضرت عمرؓ نے

پوری تقلید کی - یہ لوگ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کے عہد میں مشہور جوانمردوں سے تھے - کہ جنھوں نے بڑی بڑی جرّار فوجوں کو شکست دی - اور دور و دراز کے بڑے بڑے ممالک کو زیر کیا - جنھوں نے وہاں بڑی بڑی اسلامی عمارتیں بنائیں - اور اُن کے ممبروں پر کھڑے ہو کر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا نام پڑھا - وہ یہی خالد بن ولید - خالد بن سعید - عمرو بن العاص - ابو عبیدہ بن الجراح - یزید ابن ابو سُفیان - معاویہ بن ابی سُفیان - عیاض بن غنم - حبیب بن مُسلمۃ الفہری - سعد ابن ابی وقاص وغیرہ بہادر ہیں - جو اپنے زمانہ کے شہرۂ آفاق اور قریش کے بڑے بڑے رؤسا ہیں جنھوں نے سخت سے سخت مشکلوں کو بالکل حقیر جانا - دور و دراز راستوں کو طے کیا - دشوار سے دشوار مصیبتوں کا سامنا کیا جسے ہر ایک انسان ذکر کرتے ہوئے لرزنے لگے گا - اور جن سے تمام عالم کے مشاہیر جوانمردوں کو کوئی نسبت نہیں ہو سکتی - ہاں ان میں بعض سے فتنہ و فساد کے موقع پر کسی وقت تساہل بھی واقع ہوا ہے - جس سے قوم کو بہت کچھ ضرر پہنچا - اور اگرچہ یہ ایک ایسی حالت ہے جو ہر ایک قوم اور دولت کو کسی آنے والی مصیبت اور ناگہانی صدمہ میں گرفتار کر دیتی ہے - اور جس کی نظیر سے کوئی زمانہ خالی نہیں رہ سکتا

Marfat.com

تاہم قریش نے اُن واقعات کے رو کنے میں خصوصیت کے ساتھ کوشش کی۔ انھیں دین کی وجہ سے ذلت وحقارت دور کرنے اور فتح وظفر حاصل کرنے کے کافی اسباب ہم پہنچے وہ جس طرح زمانۂ جاہلیت میں قوم کے سردار اور بزرگ مانے گئے تھے۔ اسلام میں بھی اُن کی وہی بزرگی قائم رہی۔ باوجود ان واقعات کے ہمیں ان کی شکر گذاری کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ وہ ہر طرح سے مسلمانوں کے پیشوا ہیں۔ انھوں نے اسلامی فتوحات کے زمانہ میں اسلام کی بڑی بڑی خدمتیں کی ہیں۔ اور اس سے ماسوائے حالات میں اُن سے ایک قسم کی غفلت ہوگئی ہے۔ جس میں وہ ہر طرح سے معذور ہیں۔ اور کیا ماسوائے خدا ورسول کے ہر ایک انسان تمام لغزشوں سے بچ سکتا ہے۔

اب ہم قتال کے واقعہ کو ذکر کرتے ہیں جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مسلمان ایک پریشانی کی حالت میں پڑ گئے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہم لوگ ایسی مصیبت میں گرفتار ہوگئے تھے کہ اگر اللہ تعالےٰ ہم پر اپنا فضل وکرم کر کے حضرت ابوبکر صدیق کا سینہ نہ کھولتا تو ہم تباہ ہوگئے ہوتے۔ ہم لوگ اس بات پر متفق

تھے کہ زکوٰۃ کے منکروں سے ہم جنگ نہ کریں گے۔ اور سب مل کے
خدا کی عبادت کرتے رہیں گے۔ مگر حضرت ابوبکر صدیق دو
باتوں کے سوا کسی پر راضی نہ ہوئے۔ یا یہ کہ اُن سے جنگ
کر کے انھیں رسوا و ذلیل کریں۔ اور یقیناً جان لیں۔ کہ جو تمہیں
سے قتل ہو اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ اور جو ہم میں سے قتل
ہو اُسکا ٹھکانا جنت ہے۔ ہم اپنے زخمیوں کی تیمارداری کریں
گے۔ دشمنوں کا جو کچھ مال ہمارے ہاتھ لگے غنیمت کا مال
ہوگا۔ اگر وہ کچھ ہمارا لے لیں گے۔ تو ہم اُنسے چھین لیں گے۔
دوسری یہ بات تھی کہ ان کا گھر بار چھین کر انھیں جلاوطن کر دیا
جائے۔ حضرت ابوبکر صدیق نے مصمم ارادہ کر لیا تھا۔ کہ
آپ قبائل عرب کو اُن کے حال پر نہ رہنے دیں گے۔ اور اب آپکو
صرف اُسامہ بن زید اور اُن کے ساتھ کے اسلامی لشکر کی
واپسی کا انتظار تھا کہ اتنے میں عبس۔ اور بنی حفطان اور بنی اسد
اور بنی طے نے پیش قدمی کی۔ اُن قبائل میں سے بعض نے تو
ذوالقصہ میں اور بعض نے ابرق میں آکر پڑاؤ ڈالا۔ اور یہاں سے
دارالخلافہ میں یہ پیغام دے کر اپنا ڈیپوٹیشن روانہ کیا کہ ہم لوگ
نماز پر قائم ہیں۔ مگر زکوٰۃ نہ دیں گے۔ حضرت ابوبکر صدیق نے
اُنکا یہ پیغام نامنظور کیا۔ اُن کا وفد واپس چلا گیا۔ اور انھیں مسلمانو
کی قلت اور اُن کی ظاہری حالت کی خبر دی جس سے اُن کا

Marfat.com

غرور بڑھ گیا۔ مگر انھوں نے یہ نہ جانا کہ مسلمانوں کے ایمان اور یقین کی قوت انھیں ناک چنے چبوا دیگی۔ اور یہ کہ ان میں حضرت عمر رض اور حضرت علی رض اور طلحہ اور زبیر جیسے دلاور موجود ہیں جن کی طاقتوں کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا۔

حضرت ابوبکر صدیق کو وفد کے چلے جانے کے بعد اس بات کا خوف ہوا کہ حریف شب کو مدینہ پر چھاپہ نہ ماریں۔ اس خیال سے آپ نے انصار پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور طلحہ اور زبیر کو سردار بنا کر مدینہ کی حفاظت کے لئے مقرر کیا۔ اور انھیں حکم دے دیا کہ وہ مسجد نبوی سے جدا نہ ہوں۔ یہ لوگ تین روز تک وہاں رہے۔ کہ تیسری رات کو دشمنوں نے لوٹ لینے کی غرض سے مدینہ پر چڑھائی کی۔ اور کچھ لوگوں کو اپنے پیچھے مقام ذوحسی میں چھپا دیا۔ تاکہ وہ لوگ موقع پر اُن کی امداد کریں اُنکا ارادہ تھا کہ مدینہ میں آکر نقب لگائیں۔ اور چھاپہ ماریں۔ مگر ان لوگوں نے انھیں روک دیا۔ اور فوراً حضرت ابوبکر صدیق کو اطلاع دی۔ آپ تمام مسلمانوں کو اونٹنیوں پر سوار کرا کر اُن کے ہمراہ نکلے۔ اور دشمنوں کو بھگا دیا۔ اور مقام ذوحسی تک اُن کا پیچھا کیا۔ جو لوگ وہاں پوشیدہ تھے وہ نکلے۔ اور اُن کی اونٹنیوں کی طرف ریت اُڑانا شروع کیا۔ جس سے انکی اونٹنیاں بھاگیں مگر کسی کو گرایا نہیں۔ اور مدینہ کی طرف لوٹ آئے۔

Marfat.com

پھر ایک روز حضرت ابوبکر صدّیق پورا بندوبست کرکے شب کو دشمنوں کی طرف نکلے - صبح ہنیں ہونے پائی تھی - کہ ایک جگہ دشمن مل گئے - مگر وہ مسلمانوں سے بیخبر تھے - انھوں نے پہنچتے ہی تلواریں چلائیں - اور دشمنوں کو بھگاکر بہت دور تک اُن کا پیچھا کیا - اور یہ پہلا موقع تھا کہ حضرت ابوبکر صدّیق نے مقام ذوالقصّہ کو فتح کرلیا - اور نعمان ابن مقرن کو ایک جماعت کا سردار بناکر وہاں اُنھیں چھوڑ دیا - اور آپ مدینہ کی طرف چلے آئے - اس اثناء میں اُسامہ بن زید بھی اسلامی لشکر کو ہمراہ لے کر شام کی طرف سے واپس آئے - تو حضرت ابوبکر صدّیق نے اُنھیں دارالخلافہ میں اپنی جگہ پر چھوڑا اور اُنکے لشکر کو بھی وہیں رہنے دیا تاکہ وہ آرام لیں - اور آپ کے آنے تک سفر کی ماندگی دور کریں - اور آپ خود اپنے ہمراہیوں کے ساتھ مقام ذوحسی اور ذوالقصّہ کی طرف گئے - مسلمانوں نے ہرچند آپ کو روکا - اور بہت کچھ اصرار کیا - مگر آپ نہ مانے اور مقام ابرق میں پڑاؤ ڈال کر وہاں کے لوگوں سے مقابلہ کیا - اور اُنھیں شکست دی - اور بنی ذوبان کی بستیوں کو فتح کیا - اسکے بعد آپ دارالخلافت کو واپس آئے - اب حضرت اُسامہ اور اُنکا لشکر بھی سفر کی ماندگی دور کرچکا تھا - اسوقت حضرت اُسامہ بن زید اپنے ساتھ بہت کچھ مال لے کر آئے تھے - اس لئے

حضرت ابوبکرؓ نے جلدی کی - اور اب انہیں اپنا لشکر مرتدین عرب کی طرف روانہ کیا ✦

مرتدین عرب پر لشکر کشی

مرتدین عرب سے جنگ کے لئے حضرت ابوبکر صدیق نے اسوقت تمام اسلامی فوج کو گیارہ حصوں پر تقسیم کر کے - گیارہ جھنڈے قائم کر کے ہر ایک حصے کو اُسکے سردار کے ساتھ لڑائی کے موقعوں پر بھیجدیا ✦

(۱) پہلا جھنڈا خالد بن ولید کا تھا - انہیں آپ نے طلحہ بن خالد کی طرف روانہ کیا - اور آپ نے انہیں یہ بھی حکم دے دیا کہ جب طلحہ بن خالد کے مقابلہ سے فارغ ہو جائیں - اور مالک بن نویرہ سر اٹھائے تو اس کی طرف روانہ ہو جاؤ -

(۲) دوسرا جھنڈا عکرمہ بن ابی جہل قرشی کا تھا - انہیں آپ نے مسیلمۃ الکذاب کی طرف روانہ کیا ✦

(۳) مہاجرین ابی اُمیہ کا تھا - انہیں معاونت ابناء اور جیوش عنسی سے جنگ کرنے کے لئے یمن کو بھیجا اور حکم دیا کہ وہاں سے فارغ ہو کر کندہ (قبیلہ ہے) سے مقابلہ کر کے حضرموت چلے جائیں

(۴) خالد بن سعید کو مشارف الشام کی طرف (وہ عرب کی چند بستیاں ہیں) روانہ کیا ✦

(۵) عمرو بن عاص کو "قضاعہ" (قبیلہ ہے) کی طرف روانہ کیا۔
(۶) حذیفہ بن محصن علفانی کو اہل دبا کی طرف بھیجا۔
(۷) عرفجہ بن ہرثمۃ البارقی کو قبیلہ مہرہ کی طرف جانے کا حکم دیا
(۸) شرجیل بن حسنہ حلیف بنی زہرہ عکرمہ بن ابی جہل کی امداد کے لئے اُنکے ہمراہ روانہ کیا۔ اور انھیں حکم دیا کہ یہاں سے فارغ ہوکر قضاعہ کی طرف چلے جائیں۔
(۹) معن بن حاجز السلمی کو بنی سلیم اور اُن کے ہمراہی ہوازن کی طرف (جو ایک قبیلہ ہے) روانہ کیا۔
(۱۰) سوید بن مقرن کو تہامہ کی طرف (جو یمن میں ایک مقام ہے) یمن جانے کا حکم دیا۔
(۱۱) علاء بن حضرمی حلیف بنی اُمیہ کو بحرین کی طرف (جو بصرہ اور عمان کے درمیان کا ایک شہر ہے) روانہ کیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے جب ان سرداروں کو روانہ کیا۔ تو آپ نے انہیں سے ہر ایک کو ایک ایک عہدنامہ لکھکر دیا جس کا ہم آپ کی تقریروں کے ضمن میں ذکر کریں گے۔ اور قبائل مرتدین میں سے بھی ہر ایک کے نام ایک ایک مراسلہ انھیں سرداروں کے ذریعہ ارسال کیا۔ انکا بھی ہم آپ کی تقریروں کے ضمن میں بیان کریں گے۔

Marfat.com

قبائل مرتدین سے جنگ کے حالات

طلیحۃ الاسدی

طلیحہ بن خویلد الاسدی نے قبیلہ بنی اسد بن خزیمہ میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات ہی میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ اور بہت سی جمیعت اپنی طرف بنائی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک اس کا یہی حال رہا۔ اور آپ کی وفات کے بعد قبیلۂ بنی اسد اور غطفان اور طی کے بہت سے لوگ محض عصبیت کی وجہ سے اس کے پیرو ہو گئے۔ جب اُس نے مدینۂ منورہ پر حملہ کرنا چاہا تو یہی قبائل اس کے بھائی حبال کی امداد کے لئے کھڑے ہوکر دو ٹکڑے ہو گئے۔ ایک نے مقام ربذہ میں۔ اور دوسرے نے ذوالقصہ میں پڑاؤ کیا۔ اور یہاں سے اُنھوں نے حضرت ابوبکر صدیق کی طرف اپنے وفد کو یہ پیغام دے کر روانہ کیا کہ ہم نماز پر قائم ہیں مگر زکوٰۃ نہ دیں گے۔ آپ نے انکا یہ پیغام نامنظور کیا۔ اور اب جو واقعہ انکے اور مسلمانوں کے درمیان ہوا اُسکا بیان ہم اوپر کر آئے ہیں۔ جب اسوقت خالد ابن ولید اسی کی طرف گئے تھے۔ اور انھوں نے جاکر اُسے شکست دی۔ اور اُس کی جماعت کو پریشان کر دیا۔

Marfat.com

اور عُیَینہ بن حصن الفزاری وغیرہ کو قید کرکے لائے۔ جس کی تفصیل ہم اس شخص کی سیرت میں بیان کریں گے۔

جب طلحہ الاسدی کی جماعت منتشر ہوگئی۔ تو یہ متفرق لوگ اُمِ زمل سلمٰی بنتِ مالک بن حذیفہ کے پاس آکر جمع ہوگئے۔ یہ عورت اُمِ زمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں قید ہوکر آئی تھی۔ مگر حضرت عائشہ صدیقہ نے اُسے آزاد کر دیا تھا۔ اسی لئے وہ اپنی قوم میں واپس چلی گئی۔ اور اب ان مجتمع لوگوں کو اس نے لڑائی کا حکم دیا۔ خالد بن ولید نے جاکر اس عورت کو قتل کیا۔ اور یہاں سے بھی اُن لوگوں کو منتشر کر دیا۔

تمیم و سجاح

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی تمیم پر انہیں میں سے چھ سردار مقرر کئے تھے۔ جن کے نام حسب ذیل ہیں:۔ زبرقان بن بدر۔ قیس بن عاصم۔ صفوان بن صفوان۔ سبرہ بن عمرو۔ وکیع بن مالک۔ مالک بن نویرہ۔ جب ان لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر پہنچی۔ تو صفوان بن صفوان بنی عمرو کا مال زکوۃ لے کر اور انھیں کے ساتھ زبرقان رباب (عورت کا نام ہے) بنت ادبن طابخہ کا مال زکوۃ لے کر اور عدی اور تیم اور عکل اور ثور (چاروں عبدمناۃ کے بیٹے) عوف کا

مال زکوٰۃ لیکر حضرت ابوبکر صدیق کی خدمت میں آئے۔ یہ تمام لوگ قبائل تمیم سے تھے۔ لیکن قیس بن عاصم صدقہ لانے سے رُک رہے مگر جب علاء بن حضرمی اُن کے پاس آئے۔ تو پھر اُنھوں نے مال زکوٰۃ نکالا۔ اور اُن کے ہمراہ آکر دار الخلافۃ میں پہنچایا۔ مالک بن نویرہ کو مال زکوٰۃ لانے میں تردّد ہوا۔ اور اب بنی تمیم میں زکوٰۃ کے بارہ میں نزاع واقع ہوئی۔ بعض لوگ اس مسئلہ سے منکر ہوگئے اور بعض اس پر قائم رہے۔ ان کے اسی اختلاف کی حالت میں سجاح (عورت کا نام ہے) بنت حرث التمیمہ آئی۔ یہ عورت بنی تمیم میں سے تھی۔ اور اپنے قبیلہ کے ہمراہ اپنے ماموں کے پاس جزیرہ گئی ہوئی تھی۔ وہاں اس نے نبوّت کا دعوےٰ کیا اور اب دار الخلافت پر چڑھائی کرنے کی غرض سے آئی ہوئی تھی۔ اسلیئے اُسنے مالک بن نویرہ سے صلح کی اور اس سے موافقت چاہی۔ چنانچہ وہ اس کا موافق ہو گیا۔ لیکن اُسے مدینہ منورہ پر حملہ کرنے سے روکا۔ اور تمیم کے مسلمانوں سے لڑنے پر آمادہ کیا۔ اور اب ان مسلمانوں کو اس سے زیادہ مصیبت کا سامنا کرنا پڑا۔ جس میں وہ پہلے ہی سے گرفتار ہو رہے تھے۔ اسلیئے انھوں نے اُسکے مقابلہ سے گریز کی۔ اور اب وہ عورت مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کی غرض سے بناج نامی وہیں کی ایک بستی میں ٹھہری ہوئی تھی۔ کہ بنی عمر میں سے (جو بنی تمیم کا ایک قبیلہ تھا)

Marfat.com

اُس میں خزینۃ الجہمی نے اس پر دھاوا کیا- اور اسے شکست دیکر اسکے کئی آدمی گرفتار کر لایا- اور اس شرط پر انھیں چھوڑنے کا وعدہ کیا- کہ وہ بھی ان کے قیدیوں کو چھوڑ دے- اور یہاں سے واپس چلی جائے- اور پھر کبھی اس طرف کا رخ نہ کرے- اسلئے اب وہ مدینہ منورہ پر حملہ کرنے سے مایوس ہو کر یمامہ کی طرف لوٹ گئی- اور وہاں مسیلمۃ الکذاب کے اور اسکے درمیان کچھ واقعات پیش آئے- جنکی ہمیں یہاں ذکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں معلوم ہوتی- پھر وہ جزیرہ کی طرف چلی گئی- اور وہیں بنی تغلب میں اپنے ماموں کے یہاں رہنے لگی- قحط سالی کے زمانہ میں امیر معاویہ نے ان لوگوں کو وہاں سے منتقل کیا- اور اب انھوں نے مع اپنے قبیلہ کے اسلام قبول کیا-

مالک بن نویرہ

کل بنی تمیم اپنی ضد پر بہت نادم ہوئے- اور اسلام کیطرف مراجعت کر کے زکوٰۃ ادا کرنے لگے- لیکن مالک بن نویرہ اس بات کا مخالف رہا- اور اپنی قوم کو بطاح میں لے کر چلا گیا- خالد بن ولید جب طلحۃ الاسدی کے معرکہ سے فارغ ہوئے تو انھوں نے اس کی طرف رخ کیا- مگر جب مالک بن نویرہ کو معلوم ہوا کہ خالد بن ولید اس کی طرف آ رہے ہیں- تو اس نے

اپنی قوم کو میاہ میں منتشر کر دیا۔ تاہم خالد بن ولید نے اِن کا
پیچھا نہ چھوڑا۔ اور اپنے لشکر کو اِن کے تلاش کرنے کا حکم دیا
اور وہ خود بھی اُسی کی تلاش کر رہے تھے۔ کہ ایک جماعت اُنھیں
نظر آئی۔ جس میں مالک بن نویرہ بھی تھا۔ خالد بن ولید نے
اُسے قتل کرنیکا حکم دے دیا۔ اور وہ قتل کیا گیا۔ جس کی تفصیل
ہم خالد بن ولید کے حالات میں بیان کریں گے۔

مسیلمہ اور اہلِ یمامہ

مُسیلمۃ الکذاب اُن قاصدوں میں سے تھا جو بنی حنیفہ کے
قبیلہ میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے
مگر جب یہ اپنی قوم کے ہمراہ یمامہ کو واپس ہوا تو وہاں جا کر
اس نے خود نبوت کا دعوےٰ کر دیا۔ اور کہا کہ وہ نبوت میں جناب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک ہے۔ تمام بنی حنیفہ
اُس کے گرد جمع ہو گئے۔ اُس کی کل جمعیت کی تعداد چالیس
ہزار تک تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد
حضرت ابوبکر صدیق نے اس کی طرف عکرمہ بن ابی جہل کو لشکر دے کر
روانہ کیا تھا۔ جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔ اور اُن کی
مدد کے لئے شرجیل بن حسنہ کو حکم دیا تھا۔ مگر عکرمہ بن ابی جہل
نے اپنے لئے فضیلت خاص حاصل کرنے کی غرض سے

Marfat.com

مدد کا انتظار نہیں کیا۔ اور معرکہ میں جا پہنچے۔ جس سے انھیں اذیت پہنچی۔ اور جب انھوں نے حضرت ابوبکر صدیق کو اسکی خبر دی تو آپ نے اس پر بہت خفگی ظاہر کرنے کے بعد انھیں حکم دیا کہ تم یہاں سے جاکر حذیفہ اور ارفجہ کے شریک ہوکر اہل عمان اور اہل مہرہ سے جنگ کرو۔ اور وہاں سے فارغ ہوکر مع اپنے لشکر کے لوگوں سے خبر دریافت کرتے ہوئے مہاجرین ابی اُمیہ کے پاس یمن اور حضر موت چلے جاؤ۔

اور اب آپ نے شرجیل کو (جو عکرمہ کی مدد کے لئے آئے ہوئے تھے) یہ لکھا کہ تم ابھی وہیں ٹھہر کر خالد بن ولید کا انتظار کرو۔ اور اُنکے آجانے کے بعد مسیلمہ کے معرکہ سے فارغ ہوکر عمرو بن عاص کے پاس چلے جاؤ۔ اور قضاعہ کے معرکہ میں اُن کی مدد کرو لیکن خالد ابن ولید مالک بن نویرہ اور اس کی قوم کی بیخکنی کرتے ہوئے دار الخلافہ کو واپس آگئے۔ اور اسی وجہ سے مُسیلمہ کی طرف نہ جاسکے۔ انھوں نے حضرت ابوبکر صدیق سے عذر کیا۔ آپ نے اُن کی معذرت قبول کرلی اور اُن سے خوش ہوئے۔ اور اب تمام انصار اور مہاجرین کو اُن کی ماتحتی میں دے کر مسیلمہ کی طرف جانے کا حکم دیا۔ چونکہ مہاجرین اور انصار دو گروہ تھے اسلئے مہاجرین پر ابو حذیفہ و زید بن الخطاب کو اور انصار پہ ثابت بن قیس کو افسر بنایا۔ اس کے بعد خالد بن ولید اپنا لشکر

Marfat.com

لے کر مسیلمہ کی طرف روانہ ہوئے اور اب انکے پیچھے رہنے کے لئے آپ نے چھوٹی سی فوج اور روانہ کی۔ تاکہ غنیم اگر پیچھے سے حملہ کرے تو وہ اُسے روک سکیں۔ مسیلمہ کو بھی معلوم ہو گیا کہ خالد بن ولید اس کی طرف آرہے ہیں۔ اسلئے وہ بھی بہت اسی جمعیت ہمراہ لے کر یمامہ کے میدان میں آپڑا۔

انکا مقدمۃ الجیش شرجیل کی ماتحتی میں تھا۔ خالد بن ولید جارہے تھے۔ کہ انھیں بنی حنیفہ کے لشکر کا ایک دستہ راستہ میں ملا۔ جو بنی تمیم اور بنی عامر کی بستیوں سے واپس ہو رہا ہوا اپنے کسی قاتل کی تلاش کر رہا تھا۔ اس دستہ کا سردار مجاعہ بن مرارہ تھا۔ خالد بن ولید نے اپنے لشکر کو ان کے قتل کرنے کا حکم دیدیا چنانچہ وہ سب قتل کئے گئے۔ اور صرف مجاعہ بن مرارہ اپنی ذاتی بزرگی اور بنی حنیف کا ایک بہت بڑا سردار ہونے کے سبب سے چھوڑ دیا گیا۔

اس کے بعد خالد بن ولید آگے روانہ ہوئے۔ جہاں انہیں مقام عقربا میں مرتدین کے لشکر سے سامنا کرنا پڑا۔ جانبین سے سخت لڑائی ہوئی۔ اور بہت جانیں تلف ہوئیں۔ جس میں مسلمانوں کے سربرآوردہ لوگ بھی کام آئے۔ آخر کو مسیلمۃ الکذاب کے قتل ہو جانے۔ اور بنی حنیفہ کے ہزیمت پانے پر لڑائی کا خاتمہ ہوا۔ جس کی تفصیل ہم انشاء اللہ خالد بن ولید کے حالات

Marfat.com

میں بیان کریں گے۔ اسلئے کہ اُن کے عظیم الشّان معرکوں میں سے یہ بھی ایک بڑا معرکہ ہے۔

مُرتدین بحرین کا حال

یہ لوگ ربیعہ میں کے کئی قبیلے تھے جو رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوکر مسلمان ہوگئے تھے۔ اور آپ نے منذر بن ساوے کو اُن کا سردار بنا دیا تھا۔ رسول اللہ صلیّ اللہ علیہ وسلّم کی وفات کے وقت منذر بن ساوے بیمار تھے۔ اور آپ کی وفات کے بعد ان کا بھی انتقال ہوگیا۔ اسلئے اب ان کا کوئی سرپرست نہ رہنے سے یہ لوگ مُرتد ہوگئے۔ مگر ان میں سے قبیلہ بنی عبد قیس جارود بن معلےٰ عبدی کی توجہ سے اسلام کی طرف لوٹ آئے جارود بن معلی رسول اللہ صلیّ اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بہت روز تک رہے۔ اور آپ سے دینی فہم اور نورِ ایمان ویقین حاصل کرکے اپنی قوم میں چلے گئے۔ اور اُن کے مرتد ہوجانے تک وہیں موجود رہے۔ رسول اللہ صلیّ اللہ علیہ وسلّم کی وفات کے بعد یہ لوگ کہنے لگے کہ اگر آپ نبی ہوتے۔ تو آپ کا انتقال نہ ہوتا۔ جارود بن معلےٰ نے اپنی قوم کو جمع کرکے اُن سے پوچھا کہ تمھیں معلوم ہے کہ اگلے زمانہ میں بھی خدائے تعالےٰ کے بہت رسول گذرے ہیں۔ انھوں نے جواب دیا کہ ہاں گذرے

Marfat.com

ہیں۔ پھر انھوں نے پوچھا۔ تو وہ کیا ہوئے۔ اُن کی قوم نے کہا کہ اُن کا انتقال ہو گیا۔ اُسوقت جارود بن معلّے بولے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی انتقال ہو گیا۔ اور میں سچے دل سے گواہی دیتا ہوں۔ کہ خدا ایک ہے۔ اور محمد اُس کے برحق رسول ہیں۔ تو (بنی عبد قیس) اُن کی یہ بات سُنکر اسلام لے آئے۔ اور اس پر ثابت قدم رہے۔

اقوام کی سعادت و شقاوت کا بھی عجیب حال ہے۔ کہ ایک قوم تو کسی کی ادنے توجہ سے نیک راہ پر ہو جاتی ہے۔ اور دوسری قوم کسی کے بہکانے سے گمراہ ہو جاتی ہے۔ بات یہ ہے کہ نیک بختی اور بدبختی کے درمیان میں گویا صرف ایک پردہ ہے جسے نیّت کو مغلوب رکھنے والے۔ اور بیجا خواہشوں سے خوف زدہ ہونے والے لوگ ہی چاک کر سکتے ہیں۔ اُن کی قوت ارادی پر اُن کی بیجا خواہشیں کبھی غالب نہیں آسکتیں۔ بلکہ وہ اُن پر غالب ہو کر بہت آزادی سے ہر ایک نیک و بد کو اچھی طرح سے محسوس کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں بھی دونوں قسم کے لوگ پائے گئے ہیں۔ جس طرح اس نے بعض ایسے لوگ پیدا کئے جنکے عقل نیک و بد دریافت کرنے سے معطّل تھے۔ اور اُن کے ارادوں پر اُن کی بیجا خواہشیں غالب تھیں۔ گمراہی اور کجروی نے اُن کے دلوں میں اپنا کام کر لیا تھا۔ اسی لئے انھوں نے بڑے بڑے

فتنے برپا کیے۔ اور اپنی آبائی رسموں پر اڑے رہے۔ اسی طرح اُس نے کثرت سے ایسے لوگ بھی پیدا کیے جنکے ارادے اُنکی خواہشوں پر غالب تھے۔ اور اُن کی آنکھیں ہدایت کے نور سے روشن تھیں۔ اسی لئے وہ دین حق کے حامی بنکر اسلام کے اعوان والضار کہلائے گئے۔ خصوصاً قبائل مرتدین کو راہ پر لانے میں جن لوگوں نے کوشش کی۔ اور جن کی سعی سے مُرتدین نے اسلام کی طرف رجوع کرکے سعادت ابدی حاصل کی وہ جارود بن معلی اور صفوان بن صفوان تمیمی اور عدی بن حاتم طائی وغیرہ جیسے جوانمرد اور اہل بصیرت لوگ ہیں جن کے ذریعہ سے خدائے تعالےٰ نے مرتدین کو ذلیل اور اُن کے مقابلہ میں اسلام کا بول بالا کیا۔ گو ناحق پسند لوگوں کو یہ ضرور بُرا لگتا ہوگا۔

جب جارود بن معلیؓ کی قوم کے تمام مسلمان اُن کے نزدیک جمع ہوگئے تو قبیلہ بکر بن وائل میں سے حطم بن ضنبیعہ اپنی قوم کی بہت بڑی جمعیت ہمراہ لے کر ان پر حملے کرنے کی غرض سے نکلا اور قطیف اور ہجر پر اپنی جمعیت کو اُتار کر اصحاب جارود کی آمدورفت کو بند کر دیا۔ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے علاء بن حضرمی کو مرتدین بحرین سے جنگ کرنے کے لئے روانہ کیا تھا۔ لیکن جب وہ یمامہ کے میدان میں پہنچے تو ثمامہ بن اثال حنفی بنی حنیفہ کی ایک جماعت کے ساتھ اور عاصم منقری اپنی

قوم کے ہمراہ ان کے شریک ہو گئے - اور اہل یمن سے بھی بہت سے مسلمان انکے لشکر میں داخل ہو گئے - اب یہ ایک بڑی جمعیت کے ساتھ آگے بڑھے - اور ایک بیابان کے وسط میں جا کر انہیں شام ہو گئی جہاں دور دور تک پانی کا قطرہ اور آبادی کا نام و نشان نہیں تھا مگر رات ہو جانے کے سبب سے انہیں اپنا لشکر وہاں اُتارنا پڑا اور پڑاؤ ڈالتے ہی اُن کے اونٹوں کو ایسی وحشت ہوئی - کہ وہ تمام مع اسباب کے بھاگ اُٹھے - اب اُن کے پاس نہ کھانا رہا اور نہ پانی تھا - اور تمام لشکر تھا کہ مغموم ہو رہا تھا - جس کے غم کا اندازہ بیان کرنا ہماری طاقت سے باہر ہے - وہ اپنی زیست سے مایوس ہو کر ایک دوسرے کو وصیت کرنے لگے - علاء بن حضرمی ان کے کمانڈر انچیف تھے - انھوں نے یہ حال دیکھ کر سب کو اپنے پاس بلایا - اور انھیں جمع کر کے پوچھا کہ تم لوگوں کا یہ کیا حال ہو رہا ہے - وہ بولے آپ نہیں دیکھ رہے ہیں - اگر صبح تک ہمارا یہی حال رہا تو کیا دھوپ کی تپش ہمیں زندہ چھوڑ دیگی - انھیں یہ غم پہنچنا ہی چاہیے تھا - وہ ایک ایسے بیابان میں تھے - جو اس میں قدم رکھنے والے کا دل دھڑکا دیتا تھا - اور اُسے اپنی زندگی سے مایوس کرتا تھا - ان کے اونٹ تمام رسد لیکر بھاگ گئے تھے - اور انھیں اسی میدان میں چھوڑ گئے تھے جہاں ریت کے سوا کچھ بھی نہیں تھا - نہ وہاں کہیں ڈھونڈھے سے

پانی مل سکتا تھا۔ اور نہ آبادی کا پتہ چلتا تھا۔ جب کوئی ایسے میدان میں آ جائے۔ اور اُس کے پاس نہ توشہ ہو اور نہ کلی کرنے تک کو پانی ملے تو اب ظاہر ہے کہ اُسکا کیا انجام ہوگا مگر کیا شان ایزدی ہے۔ علاء بن حضرمی کو کامل یقین ہو گیا۔ یہ لشکر جبتک راہ خدا میں رہ کر دین حق کی مدد پر ثابت قدم رہیگا کیسی ہی مصیبت میں کیوں نہ مبتلا ہو جائے۔ مگر کبھی ہلاک نہیں ہو سکتا انھوں نے اپنے لشکر کی بڑی تشفی کی۔ وہ اُن سے کہنے لگے۔ کہ تم کچھ خوف نہ کھاؤ۔ تم اہل اسلام ہو خدا کی راہ میں تم پڑے ہوئے ہو۔ اور اُس کے انصار کہلاتے ہو۔ تم سب خوش ہو جاؤ میں تمھیں یقین دلاتا ہوں کہ تم کبھی ذلیل نہیں ہو سکتے۔ جب سب لوگ صبح کی نماز سے فارغ ہوئے۔ تو علاء بن حضرمی نے دعا مانگی۔ اور باقی سب لوگ بھی ان کے ہمراہ دعا مانگتے اور آمین کہتے جاتے تھے۔ کہ بارش ہوئی جس سے سب نے پانی پیا اور غسل کیا۔ اور ابھی دن نہیں چڑھا تھا کہ انھوں نے دیکھا کہ اُن کے اونٹ چاروں طرف سے چلے آ رہے تھے۔

"گویا خدائے تعالےٰ نے اس مصیبت سے اُنکے دلوں کا امتحان کیا۔ جن میں کسی قسم کی خامی رہی تھی اور اُس کے بعد اُن پر اپنی رحمت نازل کر کے انھیں بتلا دیا کہ وہ اپنے خاص بندوں سے کبھی غافل نہیں رہتا۔

Marfat.com

اس کے بعد علاء بن حضرمی رضہ نے جارود بن معلّٰی کی طرف
قاصد بھیجا۔ کہ وہ حطم ابن صنیعہ کے قریب اپنا پڑاؤ ڈالیں۔ اور
اور خود علاء بن حضرمی اپنا لشکر لیکر ہجر کے قریب جا اُترے
اسی لیئے اب تمام مشرکین حطم بن صنیعہ کے پاس اور تمام مسلمان
علاء بن حضرمی کے پاس جمع ہو گئے۔ اور مسلمانوں نے اُنکے
نزدیک آتے ہی ہر ایک نے اپنے لیئے ایک ایک خندق کھود
لی۔ جس میں یہ لوگ لڑائی سے سوا اوقات میں آرام کیا کرتے۔
ایک شب کو مشرکین کی طرف سے انھیں کچھ آہٹ معلوم ہوئی
اور خبر لانے سے معلوم ہوا کہ وہ لوگ نشہ میں مست ہو کر ان کی طرف
کو آرہے ہیں۔ اسوقت مسلمانوں نے موقعہ پاکر اُن پر خوب ہاتھ
صاف کیئے۔ جب اُن کے بہت سے لوگ قتل اور بہت سے اسیر
ہو گئے۔ اور انھیں میں حطم بن صنیعہ (انکا کماندر انچیف) بھی مارا گیا
وہ لوگ جزیرہ دارین کی طرف (جو خلیج فارس میں ہے) بھاگ
نکلے۔ اور کشتی میں سوار ہو کر خلیج فارس سے عبور کر چکے تھے۔ کہ
مسلمانوں نے بھی انکا تعاقب نہ چھوڑا۔ اور وہ بھی پار ہو گئے
اور وہاں آن کر انھوں نے اُن سے پھر جنگ کر کے اُن پر پوری
فتح حاصل کر لی۔ اور حضرت ابوبکر صدیق کو ظفریابی کی
اطلاع دی ﴿

اہل عمان و اہل مہرہ

اہل عمان بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں
اسلام لے آئے تھے۔ اور آپ نے ان پر جلندی کے دو بیٹوں
جیفر اور عیاد کو سردار بنایا تھا۔ ان میں سے ایک سربرآوردہ شخص
نے جو اسوقت لقیط بن مالک الازدی اور اس سے پہلے زمانہ
جاہلیت میں جلندی کے نام سے مشہور تھا۔ انبیاء جیسے دعوے
کرنا شروع کئے۔ اور مرتد ہو کر عمان پر غلبہ کیا۔ جس سے وہاں
کے اور بہت سے لوگ اسکے تابع ہو گئے۔ مگر جلندی کے دونوں
بیٹوں نے۔ اس کی سخت مخالفت کی اسی لئے وہ اپنے گردہ
کو لے کر پہاڑوں میں چلا گیا۔ اور اب جیفر نے حضرت ابوبکر صدیق
کو اطلاع دی۔ اسلئے آپ نے حذیفہ بن محصن اور عرفجہ بن ہرثمہ
کو ان کی طرف روانہ کیا۔ جس کا ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں۔ اور
ان کے بعد ہی عکرمہ بن ابی جہل کو روانہ کیا۔ جنھوں نے یمامہ
کے معرکہ میں جلدی کر کے ہزیمت پائی تھی۔ حذیفہ بن محصن اور
عرفجہ بن ہرثمہ ابھی عمان نہیں پہنچنے پائے تھے کہ یہ اُن سے
جا ملے۔ جب یہ تینوں سردار عمان کے قریب پہنچے تو جیفر کو
اپنے آنے کی خبر دی۔ اسلئے وہ بھی اپنی جمعیت لے کر انکے

Marfat.com

پاس آ گئے۔ اور ان سب نے عمان کے ایک وسیع میدان میں اپنا لشکر اُتار دیا۔ لقیط بن مالک نے اپنا لشکر دبا میں اُتارا تھا اب جانبین سے سخت لڑائی ہوئی۔ اور قریب تھا کہ مسلمانوں کو شکست ہو جاتی۔ مگر خدائے تعالےٰ نے ان پر اپنی مہربانی کی کہ بنی ناجیہ اور بنی عبد قیس میں سے اپنے اپنے سرداروں کے ہمراہ ایک بہت بڑی مدد ان کے پاس آ گئی۔ اور اب مسلمانوں نے اُنھیں شکست دی۔ اور اُن کی اولاد کو اسیر کر لیا۔ اور مالِ غنیمت تقسیم کر کے عرفجہ بن ہرثمہ کے ذریعہ اُسکا پانچواں حصّہ حضرت ابوبکر صدیق کی خدمت میں روانہ کیا۔ اور حذیفہ بن محصن انتظام کے لئے وہیں ٹھہرے رہے۔

عکرمہ بن ابی جہل نے عمان سے فارغ ہونے کے بعد مہرہ پر چڑھائی کی۔ اسوقت بنی ناجیہ اور عبد قیس اور راسب اور سعد کے قبائل بھی ان کے ہمراہ تھے۔ انھوں نے یہاں آ کر مہرہ کی بستیوں پر حملے کئے۔ یہاں انھیں دو بڑی بڑی جمعیتیں ملیں۔ جنیں ایک کا سردار سخریت اور دوسری کا سردار مُصَبّح تھا۔ اسوقت عکرمہ بن ابی جہل نے ان دونوں کے پاس اپنا ایک ایک مُراسلہ بھیجا۔ جس میں انھوں نے انکو اسلام کی دعوت دی تھی۔ سخریت نے مُراسلہ کا جواب دیا۔ اور اسلام قبول کر لیا۔ اور مصبح نے کوئی جواب نہیں دیا۔ یہ چونکہ مسیلمہ کے معرکہ میں شکست پا چکے

Marfat.com

تھے۔ اور حضرت ابوبکر صدیق نے ان پر اپنی ناراضگی ظاہر کی تھی۔ اسلئے اب انھیں اس کی مکافات کرنے کا موقع مل گیا۔ اسوقت انھوں نے بڑے جوش کے ساتھ مرتدین سے جنگ کی۔ آخر کو انھیں شکست ہوئی۔ اور مسلمانوں کے بہت کچھ مال غنیمت ہاتھ آیا۔ اب عکرمہ بن ابی جہل نے سخریت کے ہمراہ کئی خمس (یا نچواں حصہ) حضرت ابوبکر کی خدمت میں روانہ کئے۔ اور خود وہاں ٹھہر کر لوگوں کو اسلام کی طرف دعوت کرتے رہے۔ چنانچہ ان کی کوشش سے وہاں کی تمام بستیوں میں اسلام پھیل گیا +

مرتدین یمن !

یمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں فتح ہو چکا تھا۔ جس پر آپ نے باذان فارسی کو وہاں کا حاکم بنایا تھا۔ جو اس سے پہلے سلاطین فارس کی طرف سے وہاں کے حاکم اور صنعاء کے رہنے والے تھے۔ ان کی وفات کے بعد آپ نے ان کے بیٹوں اور کئی صحابہ پر اس حکومت کو تقسیم کر دیا۔ جن میں سے ابوموسیٰ اشعری اور خالد بن سعید وغیرہ صحابی ہیں۔ اس وقت وہاں پر بنی عنس میں کے ایک شخص نے حملہ کیا۔ جس کا نام عیہلہ اور لقب ذوالخمار اور عرف اسود تھا۔ اس شخص نے

Marfat.com

بھی نبوت کا دعوے کیا تھا۔ اور بعض بعض عرب بھی اس کے ہمراہ ہوگئے تھے۔ اسلئے اسکے ساتھ عرصہ تک واقعات ہوتے رہے اس کے قتل ہو جانے پر اُن کا خاتمہ ہوا۔ جنکی تفصیل کرنا خالی از طوالت نہیں۔ مگر اب اُس کے کچھ ہمراہی باقی رہ گئے۔ جو صنعاء اور عدن میں پھرتے رہے۔ جن افسروں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان واقعات میں شریک ہونے کے لئے فرمایا تھا اب وہ بھی مدینہ منورہ کو خبر روانہ کرکے اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہوگئے۔ مگر اس خبر کے پہنچنے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا چکے تھے۔ اور اب آپ کی وفات شائع ہونے کے بعد قیس بن عبدیغوث مُرتد ہو گیا۔ اور اس نے اسود علنسی کے ہمراہیوں کو جو اس کے قتل ہو جانے کے بعد منتشر ہوگئے تھے خبر دے کر اپنے پاس بُلا لیا۔ اور اُن کے آجانے کے بعد ابناء کے قتل کا ارادہ کیا۔ (ابناء وہ لوگ ہیں جن کی اصل فارس سے تھی۔ اور اب وہ یمن میں رہنے لگے تھے۔ اسود علنسی کو انھوں نے قتل کیا تھا۔) قیس نے ان لوگوں کے سرداروں کو دھوکا دیا۔ اور انھیں قتل کرنے کے لئے دعوت دے کر بُلایا۔ جن میں سے اُسے ان کے ایک شخص پر کامیابی ہوئی۔ جس کا نام داویہ تھا۔ اور دو شخص فیروز اور جشنش اس دھوکہ سے بچ گئے۔ اُسے بھی اس نے دعوت میں مدعو کیا تھا

مگر یہ لوگ دعوت میں جانے سے رک گئے۔ کیونکہ وہاں جانے کا انھیں موقع نہیں ملا۔ اس کے بعد قیس بن عبد لیغوث صفاء کو واپس چلا گیا۔ اور وہاں سے کئی لوگوں کو اپنے ہمراہ لاکر پھر اس نے ابناء کی طرف اپنا رخ کیا۔ اور انھیں شہر بدر کرکے ان کے گھربار چھین لئے۔ اور ان کے سرداروں کو قید کرلیا۔ جب فیروز کو اس بات کی خبر ہوئی تو انھوں نے بنی عقیل اور قبیلہ عک کو ان کی مدد کے لئے روانہ کیا۔ انھوں نے آکر سرداران ابناء کو اس سے چھڑا لیا۔ اور ان کی نگرانی پر جو لوگ تھے انھیں قتل کرکے فیروز کی طرف واپس چلے گئے۔ بعد ازاں فیروز نے ان کے ساتھ آکر قیس بن عبد لیغوث سے جنگ کی اور اسے شکست دی۔ اسی اثناء میں مہاجرین ابی امیہ بھی آگئے۔ جنھیں حضرت ابوبکر صدیق نے اسود عنسی کے لشکر سے جنگ اور ابناء کی معاونت کرنے کے لئے روانہ کیا تھا۔ ان کے پہنچنے کے بعد ہی عکرمہ بن ابی جہل بھی عمان اور مہرہ کے معرکوں سے فارغ ہوکر آگئے۔ اور اب ان دونوں کی مدد سے ابناء نے قیس کے لشکر پر فتح حاصل کی اور قیس بن عبد لیغوث اور عمرو بن معد یکرب کو جو مرتد ہوکر جیوش عنسی میں داخل ہوگیا تھا۔ قید کرلیا۔ اور اب فتح ہو جانے کے بعد مہاجرین ابی امیہ اور عکرمہ بن ابی جہل ان دونوں قیدیوں کو لے کر دارالخلافہ کو واپس چلے آئے +

Marfat.com

حضرت ابوبکر صدیق مجرموں کی تالیف قلوب بھی کیا کرتے تھے۔ اور انھیں سزا دینے میں جلدی نہ کرتے۔ جب قیس بن عبد یغوث آپ کے سامنے لایا گیا تو اُسے ذویہ کے قتل پر سرزنش کی تو اُس نے انکار کیا۔ اور کہنے لگا کہ میں اس سے بالکل بری ہوں۔ مجھے اسکے متعلق کچھ بھی واقفیت نہیں۔ اُس کی وجہ یہ ہے کہ دیگر قوی قرائن سے قتل کے واقعہ کو دریافت کر لیا گیا تھا۔ لیکن بظاہر کوئی گواہ و شاہد نہ تھے۔ جس سے قانونی اصول پر حجت قائم ہو سکتی۔ کیونکہ یہ واقعہ بالکل مخفی طور پر واقع ہوا تھا۔ اسلئے حضرت ابوبکر صدیق نے اس سے درگزر کی۔ اسی وقت عمر بن معدیکرب بھی آپ کے سامنے لایا گیا تھا۔ اُس سے آپ نے فرمایا تو آئے دن شکست پر شکست پاتا اور قید ہوتا رہتا ہے۔ اگر تو اس دین کی مدد کرتا رہتا تو دین و دنیا میں تجھے بہت کچھ مراتب و مناصب حاصل ہوتے اُس نے جواب دیا بیشک آپ سچ فرماتے ہیں۔ میں اب صدق دل سے اسلام قبول کرتا ہوں۔ اور کبھی اس سے نہ پھروں گا۔ اور اب یہ دونوں شخص مسلمان ہو کر اپنے اپنے قبائل کی طرف واپس چلے گئے۔ چنانچہ عمرو بن معدیکرب نے فتح نہاوند کے معرکوں میں بڑی بڑی مصیبتوں کا سامنا کیا۔ اور اسی فتح میں وہ شہید بھی ہو گئے۔ جسکی تفصیل آگے آتی ہے۔

Marfat.com

اہلِ کِندہ وحضرموت

اسوقت کندہ وحضرموت کے حاکم زیاد بن لبید انصاری تھے۔ جو صرف نیابت کے طور پر وہاں کام کیا کرتے تھے۔ یہاں کا عامل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مُہاجرین ابی اُمیّہ کو بنایا تھا۔ مگر جب یہ مدینہ منوّرہ آئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے سبب سے انھیں یہاں دیر ہوئی تو انھوں نے زیاد بن لبید انصاری کو اپنی جگہ قائم مقام بنا دیا۔ زیاد بن لبید انصاری اس سے پہلے صدقات کے عامل تھے۔ اور اب بھی یہ اس کام کو کرتے رہے۔ اہل کندہ میں بنی عمرو بن معاویہ کا مال زکوٰۃ بھی وصول کرتے تھے۔ اسلئے یہ ان کے پاس گئے۔ اور زکوٰۃ کے اونٹ وصول کرتے ہوئے بنی عمر کی ایک اونٹنی تبدیل ہوگئی جس پر غلطی سے صدقہ کا نشان لگا دیا گیا تھا۔ تمام اونٹ وصول ہو جانے کے بعد اُنھوں نے اپنی اونٹنی کا مطالبہ کیا۔ اور دوسری اونٹنی اُس کے عوض میں دینے کو کہی۔ لیکن زیاد بن لبید انصاری نے اُسے واپس کرنے سے انکار کیا۔ اور شیطا بن حجر (جسکی اونٹنی تھی) اور اُس کے بھائی عدا پر تشدّد کیا۔ یہ دونوں شخص حارثہ بن سرقم کے پاس جا کر مستغیث ہوئے۔ حارثہ نے ان لوگوں کے ساتھ

Marfat.com

آکر اونٹنی کی رسّی کھول دی۔ اور ایک دوسری خراب اونٹنی اس کی جگہ پر کھڑی کردی۔ مگر اصحاب زیاد نے حارثہ کو اونٹنی نہیں لیجانے دی۔ اور اس سے نرمی کرکے اونٹنی واپس لے لی۔ اہل کندہ اس پر شور وغل کرنے لگے۔ اور بنی معاویہ نے بھی حارثہ کو مشتعل کیا۔ حضرموت اور سکون (قبیلہ) زیاد پر غیض وغضب کرنے لگا۔ اور اب جانبین سے دو بڑے بڑے لشکر تیار ہو گئے لیکن بنی معاویہ تو اس سبب سے کوئی حادثہ نہ کر سکے کہ انکے کچھ آدمی گرفتار ہو گئے تھے۔ اور اصحاب زیاد کو بھی اسوقت کوئی موقع نہیں ملا۔ زیاد نے اسوقت اُن لوگوں نے ہتھیار رکھدینے کے لئے کہا۔ مگر اُنھوں نے ہتھیار نہیں رکھے۔ اس لئے زیاد نے ایک شب کو اُن پر چھاپہ مارا۔ اور اُن کے بہت سے لوگ قتل کرکے اُنھیں پریشان کر دیا۔

جب وہ لوگ متفرق ہو گئے تو زیاد کو اُن کی طرف سے اطمینان ہو گیا۔ اور اب اُنھوں نے مہاجرین ابی اُمیہ کی آمد کے انتظار سے پہلے حارثہ اور اُس کے ساتھیوں کو چھوڑ دیا۔ اور اب ان لوگوں نے اپنے قبائل میں جاکر اُنھیں زیاد اور اُنکے صحابہ پر حملہ کرنے پر مشتعل کیا۔ اور ان میں سے ایک بڑا لشکر جمع کرکے زکوٰۃ کے روک دینے کا اعلان کر دیا۔ اہل کندہ نے پہلے بھی ایک دفعہ اسود عنسی کے ہمراہ ہوکر زکوٰۃ روک دی تھی۔ اور اب

دوبارہ پھر اُنھوں نے یہ نزاع پڑجانے سے زکوۃ روک دی
اس وقت اُن لوگوں کے چار بڑے بڑے سرداروں
نے جنگ کا بیڑا اُٹھایا تھا۔ اور چاروں متفق ہو کر اپنی اپنی جمعیت
لے کر اپنی اپنی بیڑوں میں (جو قریب قریب تھیں) جا اُترے۔ بنی معاو
بہ سبب کے سب زکوٰۃ نہ دینے پر متفق تھے۔ مگر ان میں سے دو بہادر
ان کے مخالف رہے۔ شرجیل بن سمط اور اُن کے بیٹے ان
دونوں جوانمردوں نے اپنی قوم سے کہا۔ بیشک ایک بات پر
قائم نہ رہنا جوانمردوں کا شیوہ نہیں۔ تاہم شرافت اور بزرگی ہیں
اس بات کی بھی اجازت نہیں دیتی کہ ہم ایک مشکوک اور غیر مفید
بات پر اصرار کریں۔ اور اس سے زیادہ واضح اور مفید طریقہ کو
اختیار نہ کریں۔ اس سے زیادہ اور کیا لغو بات ہوگی کہ ہم ایک
مفید اور عمدہ طریقے کو چھوڑ کر مضر اور قبیح طریقہ اختیار کرلیں۔
یا دوسرے لفظوں میں یوں سمجھو کہ حق کو چھوڑ کر باطل اختیار کرلیں
اپنی قوم کو خرابی میں ڈالنا ہمارا کام نہیں ۔

میں حیران ہوں کہ میں ان نفوس کا کن لفظوں میں ذکر کروں جو
اُن کے تذکرہ کا حق ادا کرنے کے لئے کافی و وافی ہوں۔
جن کے فہم و فراست کی کوئی انتہا ہی نہیں۔ مسلمانوں نے جو کچھ
تہذیب اور ترقی حاصل کی تھی۔ یا جن جن قوموں پر انھوں نے اپنا
تسلط قائم کیا تھا اُس کا سبب نہ قوت تھی اور نہ تعداد کثیر۔

Marfat.com

بلکہ اس کی صرف یہی وجہ تھی کہ ان جوانمردوں جیسے بہت سے بہادر خدا تعالےٰ نے اُن میں پیدا کئے جن کے دل سخت سے سخت مصیبتوں سے بھی عاجز نہ ہوتے تھے۔ حق بات کی حمایت میں نہ اُنھیں اپنے اہل و عیال کی کچھ پرواہ ہوتی۔ اور نہ گھر بار کی کچھ فکر نہ انھیں کسی غنیم کا خوف اور نہ کسی دشمن کا ڈر ہوتا۔ ہم اپنے خداوند کریم سے دعا مانگتے ہیں کہ وہ اسوقت بھی مسلمانوں میں ایسے ایسے بہادر پیدا کر دے جو حوابیدہ قوم کو بیدار اور اس کی تنزل کی حالت کو ترقی سے تبدیل کر دیں۔ اس کریم و رحیم کی عادت ہے کہ اپنے بندوں کی وہ اسی طرح امداد کیا کرتا ہے۔

دونوں بہادر اپنی قوم سے یہ کہتے ہوئے نکل آئے اور مسلمانوں میں آکر شریک ہو گئے۔ امرأ القیس بن عابس بھی ان کے ہمراہ تھے یہ دونوں بہادر اپنی دیگر قابلیتوں کے علاوہ صائب الرائے اور بڑے دوراندیش شخص تھے۔ انھوں نے مسلمانوں میں آتے ہی زیاد بن لبید انصاری کو یہ رائے دی کہ اقوام سکاسک (قبیلے) اور سکون (قبیلہ) سب ایک رائے ہو رہے ہیں۔ اور حضرموت سے بنداد کا بھی یہی حال ہے۔ اگرچہ یہ بادکران کی بیخ کنی نہ کی جائیگی تو ہمیں خوف ہے کہ ہماری جمعیت متفرق ہو کر کہیں ان میں نہ جا ملے۔ زیاد بن لبید انصاری کو ان کی یہ رائے بہت پسند آئی۔ وہ لوگ بیڑوں میں اپنے اپنے سامنے انگیٹھیاں لیکر

بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ زیاد بن لبید نے چھ جانب سے اُنھیں جا گھیرا اور شبخون کر کے اُن کے چاروں سرداروں کو قتل کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چاروں پر لعنت بھی کی تھی۔ اب ان لوگوں میں سے جو بھاگ گیا وہی بچا۔ ورنہ اکثر قتل ہو گئے۔ اور بعض کو زیاد بن لبید قید کر لائے۔ انھوں نے اشعث بن قیس پر بھی حملہ کیا تھا۔ مگر وہ اپنی قوم میں بھاگ گیا۔ اور انھیں جا کر بھڑکایا۔ اور بہت سی جمعیت اپنے ساتھ کر لی۔ اب زیاد بن لبید انصاری نے مہاجرین ابی اُمیّہ کو نامہ لکھا۔ وہ خود اس طرف آرہے تھے۔ کہ راستہ میں اُنھیں نامہ وصول ہوا۔ اسلئے وہ عجلت کے ساتھ آگے کو روانہ ہوئے۔ اور عکرمہ بن ابی جہل کو اپنا قائم مقام بنا کر لشکر کو پیچھے چھوڑ دیا۔ اور اب یہ زیاد بن لبید کے پاس آ کر کندہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ اہل کندہ زبرقان کی بیڑ میں انکو ملے۔ جانبین سے جنگ ہوئی۔ اور اہل کندہ ہزیمت پا کر بھاگ اُٹھے۔ اور اپنے قلعہ میں جس کا نجیر نام تھا چلے گئے انھوں نے اپنے قلعہ کو بہت مضبوط اور درست کر رکھا تھا۔ مہاجرین اُمیہ نے وہاں پہنچ کر ان کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ اور اب عکرمہ بن ابی جہل بھی لشکر لے کر آ گئے۔ مسلمان اس وقت بہت دنوں تک انکا محاصرہ کئے رہے۔ اور ان کے باقی منتشر لوگوں کی تلاش میں اپنا کچھ لشکر منتشر کر دیا۔ اہل کندہ

Marfat.com

قلعہ کے محاصرہ سے عاجز آ گئے۔ اور اُن کے سردار و اُمرا
کو جو قلعہ میں موجود تھے جان کا خوف ہو گیا۔ اسلئے اشعث
بن قیس نو آدمیوں کے ہمراہ باہر نکلا۔ اور اس شرط پر سب کے
لئے امن کی درخواست کی کہ وہ مسلمانوں کے لئے قلعہ کا دروازہ
کھول دیں گے۔ زیاد بن لبید نے اُس کی درخواست منظور
کی۔ اور اس سے کہدیا کہ تم اگر لکھنا چاہتے ہو تو لکھ کر میرے
پاس لے آؤ۔ تاکہ میں اُس پر اپنی مُہر کر دوں۔ اشعث اپنی قوم
کے سرداروں کی طرف سے نامہ لکھوا لایا۔ جس میں وہ خود اپنا
نام لکھنا بھول گیا تھا۔ اسلئے گرفتار ہو کر قیدیوں کے ساتھ
دارالخلافہ بھیجدیا گیا۔

جب اشعث بن قیس کا حضرت ابوبکر صدیق سے سامنا ہوا
تو آپ نے اُس پر بہت تشدد کیا۔ جس سے اُسے قتل ہو جانے
کا خوف ہو گیا۔ تو کہنے لگا۔ کہ کیا آپ میری آزمایش کر کے
قیدیوں کو چھوڑنا۔ اور میرے قبیلہ اور میری زوجہ کو واپس کرنا
چاہتے ہیں۔ میں آپ سے سچ کہتا ہوں کہ اگر آپ ایسا کریں
گے۔ تو آپ مجھے میری قوم میں سب سے زیادہ دین حق کا
حامی پائیں گے۔ اسلئے حضرت ابوبکر صدیق نے اُسکے خون
سے درگذر کی۔ اور اُس کے اہل و عیال اُسے واپس کر دئے
اور اب یہ مدینہ منورہ ہی میں رہنے لگے۔ اور فتح عراق میں بھی

نے بڑا حصہ لیا جس کا عام طور سے تذکرہ ہوا کرتا ہے۔

مرتدین سے جنگ کا خاتمہ اور اس سے متعلق دلچسپ تقریر

اب تمام مرتدین پر مسلمانوں کو فتح حاصل ہوگئی۔ اور چاروں طرف سے عرب خاموش ہو گئے۔ اور اب انہیں یہ بات اچھی طرح سے معلوم ہوگئی کہ اسلام ترقی ہی کرے گا۔ اور اُسے تنزل نہیں ہوگا۔ اور کہ مسلمان حق بات کی حمایت کر رہے ہیں۔ اسی لئے خدائے تعالےٰ اُن کی مدد کر کے اُن کی سلطنت کو اپنی زمین میں وسیع کر رہا ہے۔

اگر عرب کو پہلے سے معلوم ہو جاتا کہ اسلام سے انہیں کیا دینی و دنیوی منفعت حاصل ہوگی۔ اور کہ اُن کی سلطنت کہاں تک وسیع ہو جائیگی تو وہ کبھی خواہشوں کے پیچھے اپنے سر نہ کٹاتے۔ اگر اُن کی آنکھوں سے اول ہی اس بات کا پردہ اُٹھ گیا ہوتا تو وہ ہرگز ہرگز اپنی جاہلیت پر نہ اڑتے۔ مگر نہیں دین حق کا قاعدہ ہے کہ اوّل اوّل خواہ مخواہ بھی بعض لوگوں کو اس سے عناد ہو جاتا ہے۔ اور ان کی کوتاہ عقلیں اس کی حقیقت دریافت نہیں کر سکتیں۔ اسلئے وہ اس سے اعراض کرنے لگتے ہیں۔ مگر ایک مدت کے بعد اُنھیں معلوم ہوجاتا ہے کہ وہ جس کی مخالفت کر رہے ہیں وہی دین حق ہے۔

اس لئے وہ اب اس سے رنجیدہ ہو جاتے ہیں۔ اور ہدایت پاکر سعادت ابدی حاصل کر لیتے ہیں۔

مرتدین کی جنگ اور اس سے متعلق واقعات سے چند قابل غور امور صاف طور پر ظاہر ہوتے ہیں۔ جن کا ذکر کرنا ناظرین کے لئے خالی از لطف نہیں۔ اور جن میں غور سے ہر شخص عمدہ نتائج پیدا کر سکتا ہے۔

(۱) مرتدین کے دو فریق تھے ایک وہ جنہوں نے زکوٰۃ دینے میں توقف کیا۔ مگر بعد میں زکوٰۃ ادا کی۔ یہ لوگ عوام عرب تھے دوسرا وہ فریق تھا جس نے قطعاً زکوٰۃ دینا منظور نہیں کیا۔ اور وہ اس سے منکر ہو گئے۔ یہ لوگ اُن قبائل میں سے تھے کہ جن میں نبوت کے مدعی گذرے ہیں۔

عرب میں نبوت کا دعویٰ ظاہر ہونا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ سے چار مردوں اور ایک عورت نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ اور پھر مرتدین کے خاتمہ پر اُن کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(الف) یمن میں اسود عنسی نے۔

(ب) بنی اسد اور غطفان میں سے طلیحۃ الاسدی نے۔

(ج) بنی حنیفہ میں سے مسیلمۃ الکذاب نے۔

(د) عمان میں لقیط بن زرارہ نے۔

(۵) بنی بکر میں سے سجاح نے (جو عورت کا نام ہے)۔

(۳) اسوقت سرداران عرب کا دو فریق ہو جانا۔ ایک اسلام سے مخالف۔ اور دوسرا اسلام سے موافق اور اُس کا حامی۔

(۴) مسلمانوں کو فوراً مرتدین کی بیخ کنی کی فکر ہونا۔ اور اُن سے جنگ کرنا۔

(۵) میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہنا۔ اور ہر معرکہ میں انھیں کی فتح ہونا۔

امر اول کی نسبت ہم اوپر تفصیل سے بیان کر آئے ہیں کہ مرتد ہو جانے سے اسکے وہ معنے مراد نہیں جو بظاہر اس سے سمجھے جاتے ہیں۔ بلکہ اس سے صرف زکوٰۃ نہ دینا۔ یا زکواۃ سے منکر ہو جانا وغیرہ مراد ہے۔ کیونکہ مرتدین سے جنگ کرنا صرف حضرت ابوبکر صدیق رض کا اجتہاد تھا۔ اور اکثر صحابہ اس سے مخالف تھے۔ مگر جب انھوں نے دیکھا کہ مصلحت وقت اسی کی تائید کرتی ہے۔ تو تمام صحابہ آپ کی رائے سے متفق ہو گئے۔ قطع نظر اس سے حضرت عمر فاروق رض نے اپنے عہد خلافت میں جب دیکھا کہ اب وہ مصلحت نہیں رہی اور اب اس کے اسباب بالکل زائل ہو چکے ہیں تو اب یہ خیال پیدا ہوا کہ مرتدین میں سے جو لوگ گرفتار ہو کر غلامی میں آ گئے ہیں انھیں چھوڑ دینا چاہیے۔ باوجودیکہ ان پر غلامی کی پوری شرطیں بھی نہیں پائی جاتی تھیں۔ اسلئے آپ فرمانے

Marfat.com

لگے کہ یہ بات نامناسب معلوم ہوتی ہے۔ کہ ایک عرب دوسرے عرب کا مالک بنے۔ جبکہ خدائے تعالے نے ان کی فتوحات کو وسیع کر دیا ہے۔ اسلئے آپ نے تمام صحابہ سے مشورہ لیکر سب کو آزاد کر دیا۔ اور اب آپ نے ایسے موقعوں کے لئے بجائے غلامی کے فدیہ قائم کیا۔

اور امر ثانی یعنی عرب میں نبوت کے دعوے ظاہر ہونیکو اقوام الحرف نبوت کے معجزات میں شمار کرتا ہے۔ گو بعض اقوام نے اُسے اسلام سے پہلے عرب کے افکار کی ترقی پر قیاس کیا ہے۔ حالانکہ اس بات کے ثبوت کیلئے اُن کے پاس کوئی دلیل بھی نہیں۔ بلکہ اس سے صرف اُن کی یہی غرض ہے کہ وہ اس کے ذریعہ سے لوگوں میں عداوت کی روح پھونکیں۔ اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال کر انصاف کا خون کریں۔ ورنہ کیا کوئی منصف مزاج مورخ جسے ذرا بھی حق بات کی پاسداری ہو یہ بات کہہ سکتا ہے۔ کہ عرب میں نبوت کے دعوے ظاہر ہونے کی منشاء اُن کے افکار کی ترقی تھی حالانکہ یہ دعوے ظہور اسلام کے بعد عرب میں پھیلے ہیں۔ نہ کہ ظہور اسلام سے پہلے۔ قریب زمانہ میں اور جو کہ ظہور اسلام سے بہت پہلے زمانہ میں کئی ایک شخصوں نے نبوت کا دعوے کیا ہے تو صرف اس کی یہی وجہ ہے کہ اس وقت کے بعض حکما اس بات سے واقف تھے۔ کہ عرب میں نبی آخر الزمان ہوگا۔

Marfat.com

جن کی تصدیق انہیں کتب سابقہ سے ہو چکی تھی ۔ اسلئے وہ اپنے آپ کے لئے اس کے امیدوار تھے ۔ ورنہ عرب تو محض ان پڑھ آدمی تھے ۔ نہ وہ رسالت کے معنے جانتے تھے اور نہ نبوت کے نام سے واقف تھے ۔ مگر صرف وہی لوگ جو اُن میں اہل کتاب تھے جیسے طی (قبیلہ) وغیرہ اور یہ وہی لوگ ہیں جنھوں نے مسیلمہ وغیرہ کذابین کو رسوا اور ذلیل کیا ۔ اور اسلام کے حامی اور موحدین کے مددگار رہے ۔

تاریخی واقعات جس کی شہادت دیتے ہیں ۔ اور عقل سلیم جسکی تائید کرتی ہے وہ صرف یہی ہے کہ عرب میں نبوت کے دعوے اسلام کے بعد ظاہر ہوئے ۔ محض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حسد کی وجہ سے اس کے مدعیوں نے اپنے زعم میں خیال کیا کہ کہ دعوائے نبوت کی تائید کے لئے صرف ظاہری قوت اور جمعیت کافی ہے ۔ اور کہ ہم اس کے ذریعہ سے سیادت کی زمام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چھین کر اپنے ہاتھ میں لے لیں گے ۔

اور اب عاقل کو یہ بات کافی ہے کہ وہ نبی ہونے اور نبی بننے میں اُن حوادث سے فرق کرلے گا جو ان دونوں میں واقع ہوئے منجملہ ان کے ایک یہ بات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیس برس تک اسلام کی دعوت دیتے رہے ۔ اور پھر آپ کا انتقال ہو گیا ۔ مگر اس مدت میں کبھی آپ کے پاس اتنی جمعیت نہیں ہوئی

Marfat.com

جتنی کہ چند مہینے میں مسیلمۃ الکذاب نے اپنے پاس اکٹھی کر لی تھی جسے خالد بن ولید نے تہ تیغ کر ڈالا - اور جن کی تعداد باتفاق مورخین چالیس ہزار بیان کی گئی ہے - باوجود اس کے اس کا اور اسکے دعوے کا اور اس کی فوج کا سب کا ایک ہی صدمے میں خاتمہ کر دیا - اسکے سوا اور دیگر نبی بننے والوں کا بھی یہی حال ہوا جنھوں نے کتنی ہی فوجیں جمع کیں - اور اسلام سے مقابلہ کے لئے کیا کچھ تیاریاں کرتے رہے مگر اہل اسلام نے اپنی تھوڑی ہی جمعیت سے ان کی اور انکے دعووں کی بیخ کنی کر کے انھیں صفحۂ زمین سے مٹا چھوڑا -

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گو عرب کتنی ہی مخالفت اور عداوت کرتے رہے - اور انھوں نے تمام زمانہ رسالت تک آپ کو اور آپ کے اصحاب کو ایذا پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا - مگر اس پر بھی آپ ہی کا بول بالا ہوتا رہا - اور باوجود قلت کے مسلمانوں کی ہی فتح ہوتی رہی - تو کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ اس کی کیا وجہ ہے ؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تائید نبوت صحیحہ اور فیضان الٰہی سے تھی - جس کے سامنے نہ جرار فوجیں کام آسکتی ہیں اور نہ ترقی افکار اپنا کچھ اثر دکھا سکتی ہے - اگر لوگ ذرا انصاف سے کام لیں اور آپ کے عہد رسالت میں متنبین (نبی بننے والوں) کے حوادث پر غور کریں کہ ان لوگوں نے

Marfat.com

اپنے دعاوی کی تائید میں کیا کچھ سامان اور لشکر تیار کئے - آخر کو ہی تھوڑی سی مدت میں اُن کے فتنہ کی آگ بجھ گئی اور اُن کا اور اُن کے لشکر کا خاتمہ ہو گیا - اور اسلام کی قوت ہمیشہ قائم رہی بلکہ یوماً فیوماً اُس کی ترقی ہوتی رہی - اور دن بدن آپ کے اتباع زیادہ ہوتے رہے - اگر اُسوقت سے اِسوقت تک تمام اہل اسلام کا خیال کیا جائے تو بلا مبالغہ کم سے کم اتنا ضرور کہنا پڑے گا - کہ وہ سب ملاکر تمام بنی نوع انسان کے چھٹے حصہ کی تعداد میں ہیں - اور کہ زمین کے بڑے بڑے حصّوں میں اسلام پہنچ چکا ہے - تو اب وہ ان سب واقعات کو اُن معجزات میں سے ایک معجزہ تو ضرور کہیں گے جو خدائے تعالےٰ نے رسالت محمدیہ (علی صاحبہا الصلوۃ والسلام) کی تائید کے لئے لوگوں پر ظاہر کئے تاکہ اُن پر حق او رناحق منکشف ہو جائے - اور تاکہ معاندین اسلام بھی جان لیں کہ آپ رسول برحق ہیں - مگر اس پر بھی کوئی نہ سمجھے تو یہ ایک لاعلاج بات ہے - ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ!

وَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ
آنکھیں تو بصارت رکھتی ہیں مگر بعض دل بصیرت نہیں رکھتے -
(جو لوگوں کے سینوں میں ہیں)

Marfat.com

اور امر ثالث یہ ہے کہ عرب دو فریق ہو گئے۔ جن میں ایک اسلام کی تائید پر اور اُس کے مخالف کی بیخ کنی پر مستعد ہو گیا۔ یہ خدا تعالےٰ کی ایک بہت بڑی مہربانی اور عنایت تھی کہ جس سے اُس نے مسلمانوں کی تائید کی۔ جس سے اُنھیں فتح مبین حاصل ہوئی۔ یہ فتح پانا اس بات کی کافی دلیل ہے۔ کہ ہر ایک قوم کی اصلاح یا اُس کی بربادی۔ اُس کے اُمرا اور رؤسائے وقت پر موقوف ہوا کرتی ہے وہ لوگ اپنی قوم کی کشتی کے ناخدا ہوتے ہیں۔ چاہیں ڈبوئیں۔ چاہیں پار لگائیں۔ چنانچہ عدی بن حاتم طائی کے ایک فقرہ نے بنی طی کے تمام لشکر کو اسلام کی طرف پھیر کر مسلمانوں کی صفوں میں اُسے کھڑا کر دیا۔ چونکہ عدی بن حاتم ایک جوانمرد شخص ہونے کی وجہ سے ناقص بات کو اپنے یا اپنی قوم کے لئے ہرگز پسند نہیں کر سکتا تھا۔ اسلئے جبکہ اس نے اپنی قوم کا طلیحہ الاسدی کی جانب میلان پایا تو دانشمندانہ حیثیت سے فوراً نصیحت کی اور انہیں اسلام سے خارج نہیں ہونے دیا۔ اور اپنے ایک اشارہ سے اسلام سے عہد شکنی کے خیالات کو اُن کے دلوں سے ہٹا دیا۔ جب اُنکی قوم اپنے ایک بہادر کے مفید خیال اور اُس کے عمدہ نتائج سے مستفید ہوئی۔ تو اُس نے اپنے ریفارمر کو عزت کی نگاہوں سے دیکھا۔ اور اب وہ اُس کے نزدیک قبیلہ بھر میں نامور شمار کیا گیا۔ اور ایسا ہی ہونا بھی چاہئے تھا۔ کیونکہ عدی بن حاتم

ایک کریم الاخلاق اور اسلام کے سچے پیرو اور قوم کے بہی خواہ شخص تھے۔

یہی حال صفوان بن صفوان اور زبرقان بن بدر کا ہوا کہ جب اُنھوں نے اپنی قوم (قبائل بنی تمیم) کے خیالات کو بدلتے ہوئے دیکھا تو انھوں نے اپنی قوم میں خیالات بد مستحکم ہو جانے سے پہلے اُس کی زمام اپنے ہاتھ میں لے کر انھیں اسلام پر قائم رکھا۔ اور اُسے اپنے ہمراہ لے کر مرتدین کے مقابلہ کیلئے دیگر مسلمانوں کے شریک ہو گئے۔

امر رابع و خامس۔ مسلمانوں کو مرتدین سے بعجلت جنگ کرنے کی توفیق۔ اور پھر ساتھ ہی مُرتدین پر انھیں فتحیابی ہونا ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ یہ دونوں امر حضرت ابو بکر صدیق رض کی حُسن تدبیر اور اُن کی دور اندیشی کے نتائج ہیں آپ کو اپنے بہادران اور نصرت اسلام پر پورا بھروسا اور کامل یقین تھا۔ وہ لوگ اپنی موت کو حیات ابدی اور شہادت کے ثواب کو دنیا و مافیہا سے بہتر جانتے تھے۔ جو لوگ حق کی مدد کرنے کے لئے خدا کی راہ میں اپنی جانیں فروخت کر دیتے ہیں تو دشمن کی صفیں کیا اگر پہاڑ کھود ڈالیں۔ اور جنگلی وحشی آدمیوں کا تو ذکر کیا ہے اگر بڑے بڑے سلاطین کو عاجز کر دیں تو یہ اُن کے نزدیک کوئی بھی بات نہیں۔

Marfat.com

آپ کی اس حسن تدبیر اور آپ کے اس انتخاب سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ کہ آپ نے مرتدین سے لڑائی کے لئے کیسے کیسے بہادر دل اور جوانمردوں کو لشکروں کا سردار بنایا تھا۔ جو ایسی تھوڑی تھوڑی جمعیت کے ساتھ ہی بلاد عرب کو فتح کرتے ہوئے اس کے تمام اطراف و جوانب میں پہنچ گئے۔ اور مشارف شام تک (عرب کی سرحدوں کی چند بستیاں) اور شمال کی جانب جزیرہ عرب تک۔ جنوب کی جانب بحر ہند تک۔ اور مشرق کی جانب عراق عرب اور خلیج فارس تک اور مغرب کی جانب بحر احمر اور باب المندب تک چلے گئے۔ اور بہت تھوڑے ہی عرصہ میں وہاں سے فتحیاب ہو کر واپس ہوئے۔ اور تمام ساکنان جزیرہ عرب کو ایمان پر قائم کر کے اُن میں عام طور سے تعلیم قرآن جاری کی۔ پھر ان تمام واقعات کا عرب پر گہرا اثر پڑنے سے یہ نتیجہ نکلا کہ اُن سب کے دلوں میں اسلام کی ہیبت بیٹھ گئی۔ اور اب انہیں کامل یقین ہو گیا کہ اسلام واقعی دین حق ہے۔ اور کہ اس سے کوئی معاند پیش نہیں لیجا سکتا۔ اور نہ کوئی مخالف اس کی شان میں کوئی تغیر پیدا کر سکتا ہے اسلئے اب وہ سب متفق ہو کر اسلام کی طرف متوجہ ہو گئے اور اب قبائل عرب میں سے کوئی فرقہ اسلام کا مخالف اور معاند باقی نہ رہا۔

فتوحات حضرت ابو بکر صدیق

حضرت ابو بکر صدیق رضؓ کو مناسب معلوم ہوا کہ آپ بعض منافقوں کے لیے جنھیں اسلام کی شان و شوکت بری معلوم ہوتی تھی کوئی ایسا وقت نہ آنے دیں جس میں انہیں امت مرحومہ کے صحیح ابدان میں جن کا شیرازہ اسلام نے جمع بھی کر دیا ہے۔ فتنہ و فساد کے زہر ڈالنے کا موقع مل سکے۔ اور کہ آپ انہیں بھی اسلامی لشکروں کے ساتھ روانہ کر دیں۔ جس سے فتوحات اسلامیہ کے عام ہونے اور اقوام میں عدل و انصاف اور آزادی کی روح پھونکنے کا زیادہ موقع ملے۔ آپ کو اپنے مقصد میں کامیابی کا اس کے سوا اور کوئی ذریعہ نہیں معلوم ہوا کہ آپ نے عرب کو ایسی اقوام کی طرف بھیجنا شروع کیا جو نفسانی خواہشوں اور بیہودہ توہمات میں مبتلا تھے جن کا جابرانہ حکومت کے سبب سے ظلم و ستم کرنا قدیمی شیوہ ہو گیا تھا۔ جب مسلمان ان اقوام کے پاس جاتے تو ان میں سے اہل کتاب پر یہ بات پیش کرتے قُلْ یٰاَھْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَنْ لَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِکَ بِهٖ شَیْئًا

اے پیغمبر ان سے کہدو کہ اے اہل کتاب آؤ ہم تم اس بات پر متفق ہو جائیں جو ہمارے تمھارے درمیان بلا تفاوت مانی گئی ہے کہ ہم نہ خدا کے سوا

Marfat.com

کسی کی عبادت کریں ۔ اور نہ اس کا کسی کو شریک بنائیں) اور جب بیدین یا مشرک اقوام کے پاس جاتے تو اُن پر اسلام یا جزیہ یا جنگ پیش کرتے ۔ آخر الامر انھوں نے لوگوں کو عدل و انصاف پر قائم کر دیا ۔ انہیں اپنے دین حق کا گرویدہ بنالیا جس سے انکی شوکت و عظمت کو تمام اقوام نے تسلیم کرلیا ۔ انھوں نے ممالک غیر میں جاکر بڑی بڑی سڑکیں تعمیر کرائیں ۔ اُن ممالک کو انھوں نے رونق دی ۔ اُن کا انتظام درست کیا ۔ شہر بسائے گاؤں آباد کئے ۔ بہت سے ہنر اور مہذب قوم کہلائے گئے ۔ اور لوگوں کو وہ اچھی بات بتلاتے ۔ بُرائی سے روکتے ۔ انصاف کرتے حق دار کا حق دلاتے جس سے وہ راضی ہو جاتا ۔ ظالم کو سزا دیتے اور اُسے ذلیل کرتے ۔ کوئی قوم ظلم سے یا قوت سے یا کثرت تعداد سے اس ترقی کو کبھی نہیں پہنچ سکتی جو مسلمانوں نے تھوڑے عرصہ میں کر دکھائی ۔ انھوں نے اپنے عدل و انصاف کے سبب سے تمام اقوام کو رام کرلیا ۔ وہ ممالک میں دعوت اسلام دیتے پھرے ۔ اب مغربی مورخین ذرا دیکھیں اور انصاف کریں کوئی حکومت اگر ظلم سے لوگوں کی گردنیں کاٹنا شروع کرے تو کیا اُس کی سلطنت قائم ہو جائے گی ۔ ہیں کبھی نہیں نہ قائم ہوگی ۔ فطرتی قاعدہ ہے کہ عدل و انصاف سے ہی لوگوں پر قابو چل سکتا ہے ۔ لوگ ہمیشہ کسی عادل اور منصف

Marfat.com

بادشاہ کو ہی اتفاق سے تسلیم کرتے ہیں۔ جو ان میں آزادی کے ساتھ انصاف کرتا اور امن قائم رکھتا ہے۔ اور کیا یہ تمام اوصاف جن کا ہم ذکر کر رہے ہیں ان فاتحین کے سوا کسی میں پائے جاتے ہیں۔ اور کوئی بھی ان تمام امور کے لحاظ سے ان کا ہم پلہ ہو سکتا ہے۔ ہم خدائے تعالٰے سے دعا مانگتے ہیں کہ وہ انھیں ان کے نیک کاموں کا بہتر سے بہتر بدلہ دے۔ کہ وہ اپنی آنیوالی نسلوں کے لئے ترک صاف اور ترقی کی نظیریں اور آثار قائم کر گئے۔ ساتھ ہی ہم اُن لوگوں کا رونا بھی روتے ہیں جنھوں نے ان کی قابل قدر کوششوں کی کچھ عزت نہ کی۔ ان کے نمایاں آثار کو خاک میں ملا دیا۔ جس سے قوم کو یہ دن نصیب ہوئے

ان لوگوں نے جو کچھ فتوحات حاصل کی تھیں وہ محض عدل و انصاف کی وجہ سے۔ نہ ظلم و ستم کی وجہ سے تھیں۔ اور محض قوت ایمان کے سبب سے تھیں۔ نہ کثرت فوج اور تلوار کے زور سے۔ جبکہ اگلی اقوام پر جابرانہ حکومت ناگوار گذرتی تھی اور ظلم و ستم کی عادت اور خود رائی ان کے حکام کے خمیر میں پڑی ہوئی تھی۔ اس لئے وہ لوگ گو بظاہر مسلمانوں سے جنگ کے ساتھ پیش آتے۔ مگر درحقیقت خوش ہو کر اُن سے محبت و اتحاد ظاہر کرتے۔ اور قاعدہ کی بات ہے کہ جب کسی مغلوب پر غنیم چڑھائی کرتا ہے تو وہ جس طرح ممکن ہو غنیم

Marfat.com

کے بھگا دینے کی کوشش کرتا ہے۔ جیسا کہ اسلام پر چڑھائی کرنے والے بھی بھگا دئے گئے۔ گو وہ اس سے ناخوش ہوتے بلکہ اپنے ظالم حاکموں کی دولت عربوں کے ہاتھ آنے میں ہمیشہ راضی رہتے۔ ہم اس بات کی شہادت کے لئے تاریخی واقعات کو پیش کرتے ہیں جو زمانہ کے ہر قسم کے حالات کی اچھی طرح سے تصدیق کرتے ہیں۔

بلاذری نے اپنی تاریخ فتوح البلدان میں بیان کیا ہے کہ جب ہرقل نے اپنا لشکر مسلمانوں پر چڑھائی کرنے کے لئے یرموک میں روانہ کیا۔ اور مسلمانوں کو جب اس لشکر کی چڑھائی کی خبر ملی تو انھوں نے اہل حمص سے جو کچھ خراج لیا تھا۔ وہ انہیں واپس کر دیا۔ اور اُن سے کہہ دیا کہ ہم اس معرکہ کی وجہ سے تمھاری حفاظت نہ کر سکیں گے۔ ہماری طرف سے تمھیں اجازت ہے۔ کہ تم اپنے لئے خود ہر طرح کا بند وبست کر لو۔ مگر تمام اہل حمص متفق ہو کر کہنے لگے۔ کہ ہمیں تو آپ کی حکومت اور انصاف اس سے زیادہ پسند ہے۔ جس قدر کہ ہم گرفتار ہو رہے تھے۔ ہم ہرقل کے لشکر کو گرفتار کر کے تمھارے حاکموں کے حوالے کر دیں گے یہودیوں نے کہا کہ ممکن نہیں جو ہمارے شہر (حمص) میں ہرقل کا لشکر داخل ہو اور ہم اُسے گرفتار نہ کرلیں۔ آخر کو ایسا ہی ہوا۔ اُن لوگوں نے شہر کے دروازے بند کر کے ہرقل کا لشکر اپنی

حراست میں کر لیا۔ اور اسی طرح سے جن جن عیسائیوں اور یہودیوں سے مسلمانوں کا معاہدہ تھا سب نے اپنے اپنے شہروں میں اُن کا لشکر قید کر لیا۔ اور کہنے لگے کہ اگر ہرقل کا لشکر مسلمانوں پر غالب آگیا تو ہمیں پھر اُسی جابرانہ حکومت کا ماتحت رہنا پڑے گا۔ حالانکہ اب ہم مسلمانوں کی حکومت میں بہت آزادی سے بسر کر رہے ہیں افسوس کہ انصاف کا خاتمہ ہو گیا تھا۔ ورنہ کیسی عجیب بات ہے۔ کہ جو قوم اپنے بادشاہ کی ماتحت ہو۔ اور بادشاہ کا مذہب اسی قوم کا مذہب ہو۔ مگر وہ اپنے بادشاہ کے لشکر کو شہر کے دروازے بند کر کے قید کر لے۔ اور اس کے غنیم کی امداد کرے مسلمانوں سے کہ جن کا دین اُن سے بالکل علیحدہ وفاداری کے پکے معاہدے کر لئے۔ بلکہ اُن کی قوم بھی الگ تھی۔ اور وہ ان کی زبان سے بھی ناواقف تھے۔ پھر اب غور کا مقام ہے کہ کس چیز نے ان اقوام کو دین سے نکل جانے اور اپنے بادشاہ کی خباثت کو نے اور اپنا ملک غیروں کے ہاتھ فروخت کرنے پر مجبور کیا تھا۔

وہ شے صرف عدل و انصاف تھی جس نے حاکم و محکوم خادم و مخدوم اور ہر ایک چھوٹے بڑے کو ایک بات پر قائم کر کے ایک اعلٰے درجہ کی آزادی اور انسانی ہمدردی کے جھنڈوں کے نیچے کھڑا کر دیا تھا۔

ان اقوام نے جب مسلمانوں کو حق پر پایا تو انھوں نے اسکی داد دی

اور اب انھوں نے ایک ایسی شے کی حلاوت پالی جس سے وہ اب تک محض نا آشنا تھے۔ اور جس سے انھیں اسلام کی حقیقت پر پورا علم ہو گیا۔ تو انھوں نے دولت اسلامیہ کی ترقی کو پسند کیا اور اس میں کوشش کی اور کہنے لگے ہمیں آپ کی حکومت اور آپ کا عدل و انصاف اپنے ظلم و ستم میں پڑے رہنے سے کہیں زیادہ پسند ہے۔

ہمیشہ سے سنت اللہ جاری ہے کہ جب خداوند کریم کسی قوم کو اپنی مخلوق پر بادشاہ بنانا چاہتا ہے۔ تو سعادت مندی اسے نصیب کرتا ہے۔ اور اپنی رحمت اس پر نازل کر کے زمین میں اس کے ذریعہ سے امن قائم کرتا ہے۔ اور جس طرح سے کہ اس نے دین حق کے مددگاروں کی سلطنت وسیع کر دی تھی اسی طرح سے وہ اس قوم کی سلطنت وسیع کرتا ہے۔ یہاں تک کہ دشمن بھی اس کے دوست اور مددگار بن جاتے ہیں۔ خصوصاً وہ قوم کہ خدائے تعالےٰ کی کتاب یعنی احکام کی پابند ہو اس کی رحمت اور عنایت کی سب سے زیادہ مستحق ہے۔ اور کیا کوئی قوم اُن لوگوں سے جنکا ہم ذکر کر رہے ہیں کچھ نسبت بھی رکھتی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے خدا کو راضی کیا۔ اور وہ خدا سے راضی ہوئے۔

کیا کوئی اس بات کی تصدیق کر سکتا ہے کہ اگر قرآن مجید نہ اُترتا اور شریعت محمدیہ کی ہدایت اور اس کے اور سے عرب کے دل و دماغ

روشن نہ ہوئے ہوتے۔ تو کیا ان جیسی قوم جس کی سرشت میں کشت و خون بھرا ہوا تھا عصوبت اور حمایت کا مادہ جسکے خمیر میں تھا۔ ایک دوسرے سے بغض و عداوت رکھنی جس کی عادت تھی۔ نہ سیاست سے واقف اور نہ تمدن سے خبر دار تھی۔ بدون تائید غیبی کے وہ ترقی اور تہذیب جو اس نے تھوڑے سے عرصہ میں کر دکھائی۔ کر سکتی تھی؟۔ کہ چند برسوں میں اس نے فارس و روم و ایشیا و افریقہ تک اپنی فتوحات قائم کرلیں۔

بیشک یہ تمام قرآن مجید پر عمل کرلینے کے نتائج تھے جو کُل دینی و دنیوی مقاصد و اغراض کے لئے ہر طرح سے کافی و وافی ہے کل یہی قبائل مسلمانوں پر تلوار کھینچتے تھے۔ اور سمط بن اسود کندی اور اشعث بن قیس اپنی قوموں کے ساتھ مسلمانوں کے گلے کاٹنے کے لئے اپنے بیڑوں میں اترے ہوئے تھے۔ مگر آج اس اشعث بن قیس نے اسلام کی حلاوت پاکر اس کی حمایت میں اپنی قوم کو موت کے دریا میں غوطے دیئے۔ اور اہل فارس کی صفوں پر حملہ کرتے ہوئے اسلام کی شوکت دکھائی۔ اور سمط بن اسود نے حمص کے محلوں کو مسلمانوں پر تقسیم کیا۔ اور اہل حمص نے اپنی دولت کے مقابلہ میں شہر کے دروازے بند کر دیئے۔ اور رومی لشکر کو وہاں قدم نہیں رکھنے دیا۔ کیا مخالفین اسلام کے نزدیک یہ واقعات عجائبات سے نہیں ہیں؟

Marfat.com

رومیوں کو یہ زک پہنچنے کے بعد عرب تمام اقوام کے نزدیک فنون جنگ وسیاست کے اُستاد ملنے گئے ۔ اور کہ اس وقت کوئی قوم فنون جنگ وسیاست میں عرب سے زیادہ ماہر نہ تھی ۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ روم کی تمام مغلوب قوموں نے ان کی سلطنت تسلیم کر لی ۔ اور اب وہ اُن کے احکام کی تعمیل کرنے اور اُن کے دین اپنے رغبت رکھنے پر زیادہ حریص ہو گئے ۔ کیا اب بھی یہ کل واقعات مخالفین کو اسلام پر حرف رکھنے کی اجازت دیں گے اور کیا وہ اس بات کی کافی شہادت نہیں ہیں کہ اسلامی فتوحات تمام اقوام کے لئے خیر و برکت کا باعث ہوئیں ۔ اگر مسلمان اس نعمت عظمےٰ کی قدر و منزلت کر کے اپنے سلف صالحین کے آثار کی حفاظت کرتے اور اپنی خواہشوں اور اغراض کے درپے ہو کر ایک دوسرے کو ذلت وحقارت سے نہ دیکھتے ۔ تو وہ دنیا میں اور زیادہ پھیلتے جسقدر کہ وہ اب پھیل چکے تھے ۔ اور اب اسلام اس سے زیادہ ترقی کرتا جتنی کہ وہ کر چکا تھا ۔ مگر بات یہ ہے کہ جس قوم کے اخلاق بگڑ جاتے ہیں ۔ اور بیجا خواہشوں کے چیتھے اس میں پھوٹ نکلتے ہیں جس کا ہر ایک بشر پر یکساں اثر ہوتا ہے ۔ تو خدائے تعالےٰ کے نزدیک وہ قوم ناسپاس قرار پاتی ہے ۔ اور قاعدہ کی بات ہے کہ نعمت اور دولت شکر گذاری ہی سے قائم رہتی ہیں اور ناسپاسی اور کفران نعمت سے چھن جاتی ہیں ۔ جن کی شہادت کے لئے ہمیں اُ

مجید کی یہ آیت کافی ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ۔ خدائے تعالےٰ کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا تاوقتیکہ وہ خود اپنی حالت سے نہ پھر جائے۔

فتح عراق

فتح عراق کی تحریک مثنّیٰ بن حارثہ نے کی تھی۔ چونکہ یہ ایک دوراندیش اور جوانمرد شخص تھے اسلئے بنی بکر کے مخالف رہے۔ اور ارتداد میں ان کے شریک نہ ہوئے۔ نہ خود مرتد ہوئے اور نہ اپنی قوم کو مرتد ہونے دیا۔ بلکہ اپنی قوم کو اکثر اوقات عراق پر غیرت دلایا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق کو بھی اس بات کی خبر ہوئی۔ کہ مثنیٰ بن حارثہ اپنی قوم کو عراق کے مال ومتاع پر غیرت دلایا کرتے ہیں۔ آپ نے لوگوں سے ان کا حال دریافت کیا تو قیس بن عاصم بولے۔ کہ مثنّیٰ بن حارثہ کوئی غیر مشہور یا مجہول النّسب آدمی نہیں۔ اور نہ وہ کوئی ایسا ویسا معمولی شخص ہے۔ بلکہ مثنیٰ بن حارثہ شیبانی ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ مثنیٰ بن حارثہ بلاد فارس کے قریب رہنے اور عراق کے اطراف وجوانب کے معرکوں میں شریک ہونے کی وجہ سے وہاں کے ملکی حالات اور سلطنت کے زوال سے واقف ہو گئے تھے۔ اسلئے انھیں اس پر چڑھائی کرنے کی جرأت ہوئی۔ اور حضرت ابوبکر صدیق سے درخواست کی کہ آپ انھیں

Marfat.com

اُن کی قوم کے مسلمانوں پر افسر بنا کر عراق بھیج دیں۔ چنانچہ آپ نے
انھیں بھیجنے کے لیئے ایک عہد نامہ لکھ دیا۔ اور یہ عہد نامہ لے کر
اپنے شہر کو واپس چلے گئے۔ تاکہ لشکر تیار کر کے عراق کو روانہ ہوں
مگر ابھی حضرت ابوبکر صدیق کو ان پر پورا اعتماد نہ تھا۔ کہ اُن کا لشکر
اس مہم کے لیئے کافی ہوگا۔ اسلیئے آپ نے خالد بن ولید کو یمامہ
سے بلوایا۔ اور انھیں بھی عراق جانے کا حکم دیا۔ اور عیاض بن غنم کو
بھی جو جزیرہ کے فاتح تھے عراق جانے کو لکھا۔ اور ان دونوں
کو آپ نے اس بات کی ہدایت کی کہ ہرگز عراق کے زمینداروں
کو نہ ستانا۔ اور حرص و طمع میں پڑ کر اُن کو گرانبار نہ کرنا۔ اس
ہدایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر کہاں تک رموز سلطنت
سے واقف تھے۔ وہ جانتے تھے کہ امارت اور خلافت کی بنیاد
زراعت ہے۔ اس مفید گروہ کو کسی حالت میں مظالم سے
زیر بار کرنا اور اُن کو تکلیف دینا روا نہیں ہے۔
آپ نے خالد بن ولید اور عیاض بن غنم کو اس بات کی ہدایت
کی تھی کہ وہ اپنے ہمراہ لڑائی میں اُن مسلمانوں کو نہ لیجائیں جو پہلے
مرتد ہو چلے تھے۔ آپ نے اسلیئے اُن پر پورا وثوق نہیں کیا۔ کہ
ممکن تھا کہ ان کے دل میں کوئی خلش باقی رہی ہو۔ جس سے وہ
موقع پاکر معرکہ میں کوئی فتنہ برپا کریں۔ یا اسلامی فتح میں خارج
ہو جائیں۔ یہ وہ احتیاطیں ہیں جو حضرت ابوبکر صدیق رضؓ جیسے

Marfat.com

دور اندیش شخص سے ہی ظہور میں آسکتی ہیں۔ باوجود اس کے جب حضرت عمر نے اپنی خلافت کے زمانہ میں دیکھا کہ فوج کی زیادہ ضرورت ہے۔ تو اس وقت آپ نے عام طور سے لشکر میں شریک ہونے کا حکم دیا۔ اور عموماً مسلمان اس میں شریک ہو گئے۔ چنانچہ فتح شام وعراق میں طلیحہ الاسدی۔ عمرو بن معدی کرب۔ سمط بن اسود کندی۔ اشعث بن قیس وغیرہ نے جو مرتدین کے بڑے بڑے سرغنا تھے بڑی کوششیں کیں۔ اور فتح اسلامی میں کافی حصے لئے بلکہ ان میں سے اکثر ان معرکوں میں شہید ہو گئے۔ اور حضرت عمر فاروق کو اب ان پر اسلئے وثوق ہو گیا کہ اب اسلامی فتوحات بڑھ کر مسلمانوں کی سلطنت وسیع ہو گئی تھی۔ علاوہ بریں اسوقت اسلامی جنگ کی کثرت کی وجہ سے بھی مفسدوں کو فتنہ وفساد پھیلانے کا کوئی موقع نہیں مل سکتا تھا۔ اور شاید یہی وجہ ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی کے عہد خلافت میں مسلمانوں میں پھوٹ پڑ گئی تھی کیونکہ اسوقت اسلامی دولت مستحکم ہو جانے کی وجہ سے مسلمانوں کو فتوحات کی طرف سے ایک قسم کی بے اعتنائی ہو گئی تھی۔ اور اب فتوحات میں وہی لوگ زیادہ شریک ہوا کرتے تھے۔ کہ جن سے حضرت ابوبکر صدیق رضہ کو ہمیشہ خوف رہتا تھا۔

جب خالد بن ولید عراق کی طرف روانہ ہوئے تو اسوقت ان کے لشکر کی تعداد دس ہزار تھی۔ پھر آگے جا کر راستہ میں مثنے

Marfat.com

بن حارثہ نے آٹھ ہزار فوج سے ان کا استقبال کیا۔ ان کے چلے جانے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق نے ایک اور بہادر کے ساتھ ان کی مدد کی۔ جن کا نام قعقاع بن عمرو تھا۔ لوگوں نے کہا کہ آپ خالد بن ولید کے پاس ایک شخص کو بھیج کر کیا کریں گے۔ آپ نے فرمایا تم نہیں جانتے یہ وہ جوانمرد ہیں کہ جس لشکر میں یہ ہوں وہ لشکر کبھی شکست نہیں پا سکتا۔ اسی طرح آپ نے عیاض بن غنم کی بھی ایک بہادر سے مدد کی تھی۔ جن کا نام عبد بعوث حمیری تھا۔ اس کے بعد آپ نے مثنیٰ بن حارثہ کو ایک نامہ لکھا جس میں آپ نے انھیں اس بات کی ہدایت کی کہ وہ خالد بن ولید کی اطاعت کرتے رہیں۔ اسی اثنار میں مذعور بن عدی عجلی نے بھی حضرت ابوبکر صدیق کی خدمت میں ایک درخواست بھیجی تھی جس میں انھوں نے اسلامی جنگ سے اپنی اور اپنی قوم کی دلچسپی ظاہر کرتے ہوئے اس بات کی خواہش ظاہر کی تھی کہ اب انھیں بھی اس معرکہ میں شریک ہونے کی اجازت دیں۔ تاکہ وہ نصرت اسلام میں حصہ لے سکیں۔ اسلئے آپ نے انھیں بھی انکی قوم کا سردار بناکر خالد بن ولید کے پاس جانے کا حکم دیدیا اسی طرح بکر بن وائل کے قبیلہ میں سوید بن قطبۃ الذہلی بصرہ میں خالد بن ولید کی آمد کا انتظار کر رہے تھے۔ کہ وہ آجائیں۔ تو یہ بھی اپنی قوم کو ہمراہ لے کر ان کے ساتھ روانہ ہوں۔ ایک

Marfat.com

یہ لوگ تھے جنھوں نے خدا کی راہ میں اپنی جانیں فروخت کردیں نیک کاموں میں ایک دوسرے پر سبقت کرتے۔ اپنی نیک نیتوں کے ساتھ وہ دین حق کی مدد کرتے رہے۔ اور خدا اُنکی مدد کرتا رہا۔ وہ اس کی عزت کرتے رہے اور خدا ان کی عزت کرتا رہا۔ رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین

مورخین کو اس میں اختلاف ہے کہ اسوقت خالدبن ولید نے سب سے پہلے کونسے شہر پر چڑھائی کی بعض کہتے ہیں کہ یہ اس وقت سب سے اول اُبلہ کی طرف گئے۔ مگر دینوری نے اس کی تردید کی ایک طول طویل بحث کے بعد بیان کیا ہے کہ وہ سب سے پہلے حیرہ کی طرف گئے۔ اور کہ اُبلہ کو حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں عتبہ بن عضوان نے فتح کیا ہے۔ راقم الحروف کہتا ہے کہ شاید وہ قبضہ سے نکل گیا ہو گا۔ کیونکہ مشہور تو یہ ہے کہ خالدبن ولید حیفر اور کواظم تک گئے۔ جہاں فرات اور دجلہ مل کر خلیج فارس میں گرتے ہیں۔ پھر وہ وہاں سے لوٹے تو انھوں نے جنگ کر کے اُبلہ کو فتح کیا۔ اور سوید بن قطبہ کو وہاں کی حفاظت کے لئے چھوڑتے ہوئے مقام خزیبہ پر پہنچے۔ (اسوقت بصرہ کی بھی بنیاد تھی)۔ ان چند ویران مکانات میں کسرا ے اہل عرب کے ڈرانے کے لئے ہتھیار بھرے رکھتا تھا۔ خالدبن ولید نے انھیں خالی کرا کر بنی سعد بن بکر میں سے عامر بن فلن کو وہاں کی

Marfat.com

نگرانی کے لیئے چھوڑ دیا۔ اور آپ فرات کے کنارے کنارے

چلے گئے۔ جہاں ان کا الفیا آور بار روسما اور آلیس پر گذر ہوا۔

روسائے الیس نے انھیں مال دے کر صلح کرلی اور معاہدہ کیا

کہ ہمیشہ وہ ان کے معاون اور مددگار رہیں گے۔ اس کے بعد وہ

حیرہ پہنچے۔ اور وہاں کے رہنے والوں کو اپنی فوج کشی کی خبر

دی۔ روسائے حیرہ میں سے ایاس بن قبیصہ الطائی نکلے

(یہ لوگ اہل کتاب تھے) خالد بن ولید نے کہا کہ ہمارے پاس

تین باتیں ہیں۔ اسلام یا جزیہ یا جنگ۔ ان میں سے جو سی

بات تمھیں منظور ہو اُس پر عمل کرو۔ انھوں نے ان سے کہا کہ

ہمیں جنگ سے کوئی سروکار نہیں۔ ہم جزیہ دیں گے۔ اسلئے

انھوں نے جزیہ پر صلح کرلی۔ مورخین کو اس کی مقدار میں اختلاف

ہے۔ بعض کہتے ہیں اس جزیہ کی کل مقدار نوّے ہزار تھی بعض

کہتے ہیں اس کی مقدار ایک لاکھ تھی۔ بلاذری نے فتوح البلدان

میں بیان کیا ہے کہ حیرہ میں اسوقت مردوں کی کل تعداد

چھ ہزار تھی۔ اور ہر ایک مرد پر چودہ چودہ درہم دینے قرار

پائے تھے۔ جس کی کل رقم چوراسی ہزار درہم ہوتی ہے۔ مگر

طبری نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے کہ کل جزیہ کی رقم ایک

لاکھ نوّے ہزار تھی۔ اسی کی تائید خالد بن ولید کے اس عہد

نامہ سے ہوتی ہے جو انھوں نے لکھ کر اہل حیرہ کو دیا تھا جسے ہم

Marfat.com

آگے بیان کریں گے۔

اہل حیرہ نے اپنی عادت کے موافق جزیہ کے ساتھ تحفے اور نذرانے بھی دیئے تھے۔ جسے خالد بن ولید نے فتح کی خبر دیتے ہوئے ان کے اور دیگر مقامات کے خراجوں کے ہمراہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ آپ نے ان تحائف کو بھی خراج میں شمار کیا۔ یہ اسلیئے کہ یہ آپ نے محض اپنی نیک نیتی اور احتیاط کی وجہ سے اُسے اپنا نہیں بلکہ بیت المال کا حق سمجھا۔ اور کہ یہ عجمیوں سے محض مال لوٹنے کا ایک ذریعہ ہے۔ جس کی شرع اجازت نہیں دیتی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق کے عہد خلافت میں یہ پہلی فتح تھی جو جزیرہ عرب سے خارج مسلمانوں کو حاصل ہوئی۔ اور اب ناظرین کو معلوم ہوا ہوگا کہ اس فتح میں ابلہ کے سوا کہیں خون کا ایک قطرہ بھی نہیں گرا۔ جو اس بات کی کافی دلیل ہے کہ بلاد فارس کے لوگ اپنی سلطنت کے جور وستم اور اُس کی کشتی کو ڈگمگاتی ہوئی دیکھ کر مسلمانوں کے منقاد ہو گئے۔

اس کے بعد جن جنگوں کا سامنا کہ خالد بن ولید کو کرنا پڑا اسکی وجہ یہ تھی کہ بنی نمر اور بنی تغلب اور ایاد وغیرہ عرب کے عیسائیوں نے ان کے کئی خون کیئے تھے۔ اور اب انھوں نے ان کی مخالفت

Marfat.com

کرتے ہوئے ایرانی فوجوں سے مدد لیکر ان پر حملہ کرنا چاہا تھا
پھر جب خالد بن ولید نے اہل حیرہ کو اپنا تابع کر لیا اور دولت
مناذرہ (فرزندان منذر) جو سلاطین ایران کا ایک صوبہ تھا۔
اور جس کی تختگاہ حیرہ تھی۔ اپنی حکومت قائم کر لی۔ تو اب تمام
عراق عرب فتح کرنے کی غرض سے جنوب کی طرف روانہ ہوئے
اور آگے جاکر انبار کو (جو فرات سے جانب شرق میں واقع ہے)
فتح کیا۔ اس کے بعد دومتہ الجندل پر پہنچے جہاں عیاض بن غنم
بھی آ گئے تھے۔ انھوں نے حضرت ابوبکر صدیق کی وصیت کے
موافق اس کی بلندی پر سے چڑھائی کی تھی۔ اور خالد بن ولید
نے اس کے نشیب کی طرف سے چڑھائی کی۔ اور اب ان
دونوں نے اسے جنگ کر کے فتح کر لیا۔ خالد بن ولید کا آخری
حملہ فراض پر ہوا (جو عراق کی وہ سرحد ہے جو شام اور جزیرہ سے
متصل ہے) اب بکل عراق فتح کر چکے جس میں انھیں مال غنیمت
بہت ملا۔ فتح عراق کی خبر دیتے ہوئے اس تمام غنیمت کا خمس بھی
انھوں نے حضرت ابوبکر صدیق کی خدمت میں روانہ کیا۔ جس
سے آپ بہت خوش ہوئے۔ اور فرمانے لگے کہ حاشا وکلا
خالد بن ولید جیسا جوانمرد کیا دنیا میں پھر بھی پیدا ہوگا۔
ہم فتح عراق سے متعلق باقی امور کا ان کی سیرت میں ذکر کریں
گے۔ وہیں پر ہم اُن کے خطوط کا بھی تذکرہ کریں گے جو انھوں نے

Marfat.com

فتح عراق کے بعد رؤسائے فارس کو لکھے تھے۔ اوران کے مفتوحہ بلاد کا جغرافیہ بھی ہم نے وہیں لکھا ہے۔

اب خالد بن ولید معرکۂ فراض سے فارغ ہوکر شام کی طرف چلے گئے۔ اور مثنیٰ بن حارثہ شیبانی کو جیوش عراق دے کر اپنا قائم مقام بنا گئے۔ مثنیٰ بن حارثہ ان کی غیبت میں حیرہ میں مقیم ہوکر ملکی نظم ونسق وتدابیر جنگ وغیرہ میں مصروف رہے۔ اس وقت فارس کا بادشاہ شہریاران بن آردشیر تھا۔ خالد بن ولید کے شام چلے جانے کی وجہ سے اس نے خیال کیا کہ شاید ان کی غیبت میں مسلمانوں پر حملہ کرنا انھیں پریشان کر دے گا۔ اسلئے اُس نے ایک لشکر تیار کیا۔ اور اُسے ہرمز کی ماتحتی میں دیگر مسلمانوں پر چڑھائی کا حکم دیا۔ مثنےٰ بن حارثہ بھی مقابلہ کے لئے روانہ ہوگئے تھے۔ انھیں ہرمز بابل میں (جو فرات سے مشرق کی طرف واقع ہے) ملا۔ اور اب مسلمانوں اور اہل فرس میں بحث جنگ ہوئی۔ جس کا خاتمہ اہل فرس کی ہزیمت پر ہوا۔ اور ساتھ ہی شہریاران بن آردشیر بھی اس سرائے فانی سے کوچ کر گیا۔ جس سے اہلِ فرس میں ایک زلزلہ اور اختلاف عظیم واقع ہوگیا۔ اختلاف کی وجہ یہ تھی کہ وہ آیندہ عنان سلطنت ایسے شخص کے ہاتھ میں دینا چاہتے تھے جو ان کا مُلک مسلمانوں سے چھین لے۔ اوراپنی قوم کو اس کی وسعت سے خبردار کردے۔

جو اُسے ترقی دولت کی وجہ سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اور اُسے اس کی پستی خیالات اور اوہام باطلہ سے بیدار کر دے۔ مگر بات تو یہ ہے۔ جو خداوند کریم نے اپنے کلام پاک میں بیان فرمائی ہے۔ وَإِذَا أَرَدْنَا أَن نُّهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيرًا

فتح شام

تمہید:۔ جبکہ عراق فتح ہو چکا۔ اور بلاد فارس میں مسلمانوں کی طرف سے مخبر جابجا رہنے لگے۔ اور ہر ایک خوفناک مقام پر اُنھوں نے اپنی چھاؤنیاں رکھدیں جن سے چاروں طرف فارس کی سرحدوں پر امن قائم ہو گیا۔ تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کو خیال پیدا ہوا کہ وہ وقت آچکا ہے جس میں خدا ئے تعالےٰ نے مسلمانوں سے اپنا وعدہ پورا کرنے کا اظہار کیا ہے۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ (جو لوگ کہ ایمان لائیں اور نیک کام کریں خدا اُنھیں وعدہ دیتا ہے کہ وہ زمین کی بادشاہت انھیں دیدے گا) اسلئے ان کی ہمت ملک شام کی طرف منعطف ہوئی۔ جو اسوقت دنیا بھر میں مال و تجارت کا مرکز تھا۔ اور وہ مال و تجارت خدائے تعالےٰ نے اپنے مسلمانوں کے لیئے تیار کر رکھا تھا۔

Marfat.com

اس وقت شام برائے نام روم کے تابع تھا- اور رومی سلطنت چاروں طرف سے کم ہو رہی تھی- اُس کے حکم و احکام بالکل چراغ سحری کا حکم رکھتے تھے- باوجود اس کے ولایت شام کے بڑے بڑے حصے عرب کے قبضہ میں ہونے کے سوا اس کے حاکم بھی وہی کہلاتے تھے- چنانچہ وہ ریاستیں امرائے بنی غسان سے متعلق تھیں- قیصر کو صرف ان سے ایک خراج کا ہی تعلق باقی رہا تھا- ورنہ تمام حکم واحکام عرب کے نافذ ہوتے تھے- جنھیں روم سے پوری طرح میلان بھی نہ تھا- یہ اسلئے کہ اسوقت روم کا بھی وہی حال ہو گیا تھا جو کہ دول فاتحہ کا اُن کے زوال کے زمانہ میں ہو جایا کرتا ہے- اسلئے طبعی طور پر اسوقت شام کو مسلمانوں کی ملکیت میں آنا تھا- اور گویا وہ اُن کا ایسا مسلّم حق ہو چکا تھا کہ اُس کے لئے ان کی لشکر کشی بالکل موزوں تھی-

بعض مغربی قومیں مدعی ہیں کہ ہمارا بلا دمشرق پر حق ہے- حالانکہ زمانہ سلف میں اُن کا صرف ایسا ہی حق تھا- جیسا کہ فاتح قوم کا برائے نام ہوا کرتا ہے- جو چند دنوں تک رہے اور پھر اُس کا سایہ مٹ جائے- اور وہ اپنے ملک میں سمٹ کر واپس آ جائے جیسے کہ رومانی قومیں اپنی قوت گھٹنے کے ساتھ ہی مشرق سے اُٹھ آئیں- افسوس اگر وہ مغربی قومیں

Marfat.com

اپنے اس دعوے پر عدل و انصاف کے ساتھ خود غور کریں
تو ان کو صاف معلوم ہو جاتا کہ اُن کا دعوے کسقدر باطل ہے
در اصل حق قوت کا ہے۔ اور جس وقت کسی قوم کو اعلے
قوت حاصل ہو جاتی ہے اُسی وقت اُس کا تسلط ممالک پر ہو جاتا
ہے۔ ہمارے ہاتھ سے ممالک نکل جانے کا یہی سبب ہے۔ کہ
اب ہم میں ابو بکر۔ عمر۔ معاویہ۔ خلفاء بنی عباس منصور و عبدالرحمن
صلاح الدین اور سلیمان وغیرہ ایسے لوگ نہیں رہے۔ اور نہ ہم
میں وہ قوت رہی۔ جس نے روحانی ترقی کو ہمارے بس میں کر دیا تھا
اب جب ہم اپنے حال زار کو دیکھتے ہیں۔ تو ہمارا دل پارہ
پارہ ہو جاتا ہے۔ اور ہماری آنکھوں سے خون ٹپک پڑتا ہے
کہ افسوس ہم کو ہماری پست ہمتی اور شہوت پرستی نے کس پستی میں
گرا دیا۔ افسوس ہم ایک ایسی قوم تھے کہ ہم کو وحدت کی تعلیم
دی گئی تھی۔ مگر ہم پھر رفتہ رفتہ شرک کی طرف مائل ہو گئے۔
اور جو قومیں مشرک تھیں وہ وحدت کی طرف ترقی کر گئیں۔ اور
ہماری جگہ غیروں نے لے لی۔ نہ صرف ہماری عقلوں کی کمزوری
اور اخلاق کی خرابی کی وجہ سے ہم کو یہ روز بد دیکھنا نصیب
ہوا ہے۔ بلکہ اس میں بہت کچھ ہماری اعتقادی کمزوری اور مذہبی
خامی شریک ہے۔ ہم کو اب رہائی کی کوئی تدبیر نہیں معلوم
ہوتی ہے۔ اور نہ ہماری غفلت ہمیں ابھرنے دیتی ہے۔ کیا اگر

Marfat.com

ہم دامن ہمت پر کمر باندھیں اور کوشش کریں تو پھر ہماری حالت نہیں سدھر سکتی۔ کیا یہ سب تباہیاں ہماری اپنی لائی ہوئی نہیں ہیں؟ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔ مَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ دوسری جگہ لکھا ہے۔ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ ایک جگہ فرماتا ہے وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا۔ اس قسم کی اور بھی بہت آیتیں ہیں جن سے سنت اللہ کا پتہ چلتا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کسی قوم کو اُس وقت تک نہیں برباد کرتا جب تک کہ وہ خود اپنے آپ کو نہ برباد کرے۔ اہل اسلام نے اپنی جان خود اپنے ہاتھوں بگاڑی ہے۔ اور یہ ساری مصیبت اور ذلت جو اس وقت میں قوم پر ہے محض اپنے ہی کرتوت سے ہے۔ اور پھر یہ سخت افسوس ہے کہ ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ قدرت خود ہماری حالت کو سنبھالے گی۔ اور ہم پھر اُسی عروج پر پہنچ جائیں گے جس عروج پر تھے۔ ہم کو چاہئے کہ ہم اُن اسباب پر غور کریں جنکی وجہ سے حضرت ابوبکر صدیق اور دیگر خلفا کے زمانہ میں معدودے چند مسلمانوں نے تمام دنیا کو اپنی اعلےٰ ترقی سے حیرت میں ڈال دیا تھا۔ جس کا اصلی راز یہ تھا کہ اُنھوں نے خودغرضی اور ہوائے نفس کو چھوڑ دیا تھا۔

Marfat.com

شام پر لشکر کشی

تیرھویں سنہ ہجری کے ابتدا میں جب حضرت ابوبکر حج سے واپس ہوئے۔ اس وقت ایک لشکر شام کو بھیجنے کے لئے تیار کیا۔ پہلا جھنڈا جو شام پر لشکر کشی کا دیا گیا۔ وہ خالد بن سعید بن العاص کو ملا۔ ابن اثیر اور دیگر مورخین نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر نے ابن سعید کو قبل روانہ ہونے کے معزول کر دیا۔ ان کی معزولی کی وجہ حضرت عمرؓ تھے۔ جنھوں نے حضرت ابوبکر سے کہا تھا کہ اس شخص نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے میں بہت پس وپیش کیا تھا۔ اسلئے بہتر ہے کہ اس کے بجائے کوئی دوسرا اعتباری آدمی بھیجا جائے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر نے ابن سعید کو تیما میں بھیج دیا کہ وہاں مرتدین ہیں تم جاکر نگرانی کرو۔ اور کسی سے اس وقت تک نہ لڑو جب تک کہ وہ تم سے نہ لڑے۔ وہاں روم نے ان کی خبر پاکر حملے کئے۔ مگر انھوں نے پسپا کر ڈالا۔ پھر ماہان نے لشکر لیکر اہل اسلام کو متفرق کر دیا۔ مگر ابن سعید نے پھر لشکر جمع کر کے اس پر غلبہ حاصل کیا۔ اور حضرت ابوبکر کو اس کی اطلاع دی۔ اس کے بعد پھر شام پر لشکر کشی کی تیاریاں ہونے لگیں۔

بلاذری فتوح البلدان میں لکھتا ہے کہ جب ابوبکرؓ نے خالد ابن سعید کو علم عطا کیا تو حضرت عمرؓ کو یہ ناپسند ہوا۔ انھوں نے

Marfat.com

حضرت ابوبکر سے کہا کہ اس کا معزول کر دینا بہتر ہے۔ کیونکہ وہ ایک ایسا شخص ہے جو اپنے عہدہ پر فخر کرنے والا ہے۔ اور اُس میں تعصب اور کسی قدر تکبر ہے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر نے اُنکو معزول کر دیا۔ اور دوسی کو اُن کے پیچھے روانہ کیا۔ کہ ان سے علم لے لیا جائے۔ وہ جا کر ذی مرہ میں ان سے ملے اور جھنڈا لے لیا۔ اور حضرت ابوبکر کے پاس لائے۔ اُنھوں نے اُسکو یزید بن سفیان کو دیا۔ اُن کے بھائی معاویہ بھی اُن کے ساتھ گئے۔ یہ جھنڈے کو اپنے آگے رکھتے تھے۔ بعض مورخین کا بیان ہے کہ ذی مرہ ہی میں خالد بن سعید سے جھنڈا لیکر یزید بن سفیان کو دے دیا گیا۔ اور وہ خالد کی فوج کے سردار ہو گئے۔ اور خالد بن سعید شرجیل کے لشکر میں محتسب کے عہدے پر مامور ہوئے۔ طبری بھی اپنی تاریخ میں یہی لکھتا ہے۔

ایک دوسرے طریق سے یہ روایت بیان کی گئی ہے۔ کہ حضرت ابوبکر نے جب جھنڈا تقسیم کیا۔ تو اس میں خالد بن سعید کو بھی جھنڈا دیا گیا۔ لیکن جب حضرت عمر نے اُن کے معزول کرنے کی صلاح دی تو حضرت ابوبکر نے اُنکو تیما میں بھیج دیا اور یہ حکم دیا کہ وہیں رہو۔ اور وہاں کے لوگوں کو اسلام کی دعوت کرتے رہو۔ خالد بموجب حکم وہیں رہے۔ جب روم کو یہ خبر معلوم ہوئی تو وہ جمعیت لے کر اُن پر ٹوٹ پڑے۔

Marfat.com

انھوں نے حضرت ابوبکر کو یہ حالات لکھے۔ حضرت ابوبکر نے
اُن کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ آگے بڑھے اور اس جمعیت
کو پراگندہ کر دیا۔ پھر حضرت ابوبکر کو ان حالات کی اطلاع دی۔
پھر حکم دیا کہ آگے بڑھو تاکہ وہ تمھارے پیچھے سے نہ آجائیں۔ تو
وہ آگے بڑھے اور ماہان کے لشکر سے مقابلہ ہوا جس میں انکو فتح
نصیب ہوئی۔ اور وہ شکست کھا گیا۔ اس کے بعد ان حالات
کی اطلاع حضرت ابوبکر کو دی۔ اور مدد طلب کی۔ اُسیوقت
حضرت ابوبکر کی شام پر لشکر کشی کی صلاح ہوئی۔ اور تیاری
میں مصروف ہو گئے۔ تمام اطراف سے لوگ آتے تھے اور
مدینہ کے نزدیک اُن کے ڈیرے پڑتے جاتے تھے۔ جب جمعیت
خاطر خواہ مکمل ہو گئی اور ۱۳ھ ہجری ماہ صفر کی ابتدائی تاریخ تھی تو
جھنڈے تقسیم کئے گئے۔ ایک جھنڈا عمرو بن عاص کو ملا۔ انکو فلسطین
جانے کا حکم ملا۔ دوسرا علم شرجیل کو دیا گیا۔ یہ عراق سے آکر فوج
میں شامل ہوئے تھے ان کو اردن کی طرف روانہ کیا گیا۔ یزید
بن سفیان ان کے لشکر میں مدینہ اور مکے اعیان واشراف تھے۔ انکو
دمشق کی طرف چڑھائی کرنے کے لئے خالد بن سعید سے علم لیکر
دیا گیا۔ ابی عبیدہ ابن عامر ابن عبداللہ بن الجراح کو حمص پر
چڑھائی کرنے کے لئے علم دیا گیا۔ ہر ایک علم بردار کی ماتحتی میں
تین ہزار آدمی تھے۔ بعد میں حضرت ابوبکر برابر امداد بھیجتے رہے

Marfat.com

یہاں تک کہ کل ۲۴ ہزار آدمی ہو گئے۔ یہ وہ چھوٹا سا لشکر تھا جس نے ابتدائی اسلامی فتوحات کا سنگ بنیاد رکھا۔ اور جسکو حکم دیا گیا تھا کہ وہ روم کے اندرون ملک میں جاکر اُنسے لڑے اور اُن کے ملک میں اسلامی جھنڈا گاڑ دے۔ اور اُن کے ارکان ملک کو ہلا دے۔ انکی سلطنت کی بنیاد ڈہا دے۔ چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد شام ایشیائے کوچک الجزیرہ اور آرمینیا میں اسلامی پرچم لہرانے لگا۔ اس عظیم الشان کامیابی کا اصلی راز قوت عزیمت اور صبر اور اللہ پرستی اور جہری توکل تھا۔ خداوند عالم کے دین کی عزت کرنے اور اعلاء کلمۃ اللہ میں وہ اپنی جانوں کو ہیچ سمجھتے تھے۔ اہل اسلام کی مدد کے لئے اُنکو اپنے نفس و مال سے دریغ نہیں تھا۔ لوگوں کے مال پر حرص نہیں کرتے تھے۔ مغلوب قوموں کے ساتھ انصاف اور اُن کے مال و جان کی حمایت اپنے ذمہ لیتے تھے۔ اور اسوقت تک اُن کے مذہبی رسوم اور افعال میں دخل نہ دیتے تھے۔ جبتک کہ وہ ایک معین رقم جسکو جزیہ کہتے ہیں ادا کرتے رہتے تھے۔ اس کی ادائگی سے وہ اپنے جان و مال کو امن میں کر لیتے تھے۔ اور مسلمانوں پر اُن کی حفاظت فرض ہو جاتی تھی۔ راحت اور نظام عدل اور حقوق جس طرح مسلمانوں کے ہوتے تھے ویسے ہی اُن کے قائم ہو جاتے۔ اُنکے اوپر امانت داری حاکم کی اطاعت ویسے ہی ضروری ہوتی جیسی کہ مسلمانوں پر۔

Marfat.com

یہ اُسوقت ہوتا تھا جبکہ وہ اپنے دین پر باقی رہنا پسند کرتا اور جزیہ دیتا۔ لیکن اگر وہ اسلام لاتا تو مسلمانوں کا سچا بھائی شمار ہوتا اور اسکو بلا جزیہ دئے ہوئے وہی پورے حقوق مل جاتے۔ جو مسلمانوں کے تھے۔ اس جگہ ہم اُس زمانہ کے اہل اسلام کی کیفیت کے نمونہ کو حضرت ابوبکرؓ کی اُس وصیت سے بیان کر دیتے ہیں جو اُنھوں نے شام پر لشکر بھیجتے ہوئے ایک سپہ سالار یزید بن سفیان کو کی تھی۔ جبوقت فوج روانہ ہوئی تو ہر ایک کے دارو کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ پیدل چلے۔ اور اُن کو وصیتیں کیں۔ اسی طرح جب یزید بن سفیان کے ساتھ آپ چلے تو فرمایا۔ میں نے تجھکو اسوجہ سے سردار بنایا ہے کہ تیرا امتحان کروں اور آزماؤں اگر تو نے اچھا کام کیا۔ تو میں پھر تجھکو سردار بناؤں گا۔ اور تیرا رتبہ بڑھاؤں گا۔ اور اگر اپنے فرائض کی انجام دہی سے قاصر رہا۔ تو معزول کر دوں گا۔ تو اپنے باطن میں اللہ سے ڈرتا رہ۔ سب سے بہتر آدمی وہی ہے جو اللہ کو اپنا مالک بنا لے۔ میں نے تجھکو خالد بن سعید کی بجائے مقرر کیا ہے۔ تو ان خیالات کو اپنے دل میں جگہ نہ دینا جو جاہلیت کے زمانہ میں ہوتے تھے۔ کیونکہ اللہ تعالے اُنکو ناپسند کرتا ہے۔ تو اپنے لشکریوں کے ساتھ نہایت عمدہ برتاؤ کرنا۔ جب اُنکو نصیحت کرنا تو مختصر الفاظ میں بیان کرنا۔ اپنے نفس کو ٹھیک رکھنا۔ تمام لوگ تمھارے ساتھ ٹھیک رہیں گے۔ نماز کو

Marfat.com

ٹھیک وقت پر پڑھنا۔ اور اُس کے رکوع وسجود پورے ادا کرنا اور خشوع وخضوع کے ساتھ پڑھنا۔ جب تمہارے پاس حریف کا ایلچی آئے تو اس کا اکرام کرنا۔ اور بہت تھوڑی دیر تک اُنکے ساتھ مجالست کرنا۔ تاکہ فوراً وہ واپس چلا جائے۔ اور تمہارے لشکر کے حالات سے واقف نہ ہونے پائے۔ اُن کے ساتھ گفتگو کرنے میں کسی قسم کی بناوٹ نہ کرنا۔ اور اُن کو ایسی جگہ ملانا جو تمہارے لشکر بھر میں شاندار ہو۔ اور پہلے خود اُنسے گفتگو شروع کرنا۔ اپنے پوشیدہ خیالات کو ظاہری خیالات کے ساتھ خلط ملط نہ کر دینا۔ جب مشورہ کرنا تو نہایت سچی نیت رکھنا۔ رات کو اپنے ہمراہیوں میں بیٹھ کر بات چیت کرنا۔ تاکہ ہر قسم کی خبریں سنو۔ اور تم کو اپنے لشکر اور فریق مخالف کے حالات معلوم ہوتے رہیں۔ اُن کی خوب پاسداری رکھنا۔ اور پہرہ پر بدل بدل کے لوگوں کو مقرر کرنا۔ اور یکایک کبھی کبھی تفتیش کرتے رہنا۔ کہ پہرہ دینے والا غافل تو نہیں ہو گیا ہے۔ اگر غافل پانا تو اس کی معقول طریقے سے تادیب کرنا۔ رات کو جو پہرے مقرر کرنا اُن میں پہلا پہرہ کسی قدر لمبا ہونا چاہیئے۔ کیونکہ وہ بوجہ دن کے قریب ہونے کے آسان رہتا ہے۔ مجرم کی سزا دہی میں کبھی خوف نہ کرنا۔ لیکن جلدی نہ کرنا۔ اور نہ زیادہ اُنکو رسوا کرنا اپنے لشکر سے غافل نہ ہونا۔ اور نہ اُن کے مخفی حالات کی جستجو کرنا

Marfat.com

بے ایمانی اور حرص کو دل میں جگہ نہ دینا۔ کیونکہ یہ مورث فقر ہیں۔ جو لوگ صومعہ اور گرجاؤں میں ملیں اُنکو چھوڑ دینا۔

فتوح شام کی ابتدا

یہ بات پہلے معلوم ہو چکی ہے کہ جہاد مبنی ہے دعوت اسلام پر اور مسلمانوں کو اسوقت تک جنگ کرنے کی اجازت نہیں ہے جبتک کہ وہ فریق مخالف کو دعوت اسلام نہ کرلیں۔ اس میں تین باتیں ہوتی ہیں۔ یا تو وہ اسلام لائیں نہیں تو جزیہ دینا منظور کریں۔ ورنہ پھر لڑیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام ملوک کے پاس خط لکھنے ہوئے ہرقل کے پاس لکھا تھا کہ تم اسلام قبول کرو ایک روایت میں تو یہ ہے کہ اُس نے یہ دعوت منظور کر لی تھی۔ اور وہ خفیہ طور پر ایمان لایا تھا۔ اور دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے نہیں قبول کیا تھا۔ جب مسلمانوں کا لشکر اُس سے لڑنے کے لئے گیا تھا۔ اور معہ اعیان سلطنت بطریقوں کے قدس میں تھا تو مسلمانوں نے اُسکو دعوت اسلام دی۔ اُس نے اپنے تمام ہمراہیوں کو جمع کرکے مشورہ کرنا شروع کیا۔ اور اُن کو یہ صلاح دی کہ مسلمانوں سے صلح کر لو۔ اُن سبھوں نے انکار کیا۔ اور کہا کہ لڑنا چاہیئے۔ اُس نے پھر کہا کہ ابھی سے سوچ لو۔ میں یہ پسند کرتا ہوں کہ شام کا نصف ملک مسلمانوں کو دے دو

Marfat.com

اور صلح کرلو۔ کیونکہ یہ تمھارے لئے اُس سے بہتر ہوگا۔ کہ وہ لڑکر شام بھی چھین لیں اور روم بھی۔ اور تم بھی بے گھر ہو جاؤ۔ مگر انھوں نے نہ مانا۔ مجبوراً اُس کو مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے لشکر تیار کرنا پڑا۔ اور ہر ایک امیر لشکر کے پاس فرمان بھیجا کہ وہ مسلمانوں کے ایک طائفہ سے جنگ آزما ہو۔

اُمرائے مسلمین اندرون مُلک میں اپنے لشکر لے کر گھس گئے ابوعبیدہ ابن الجراح جابیہ میں رہے۔ شرجیل اردن میں فروکش ہوئے۔ عمرو بن العاص فلسطین میں قیام پذیر ہوئے۔ اور یزید بن ابوسفیان تبا میں جاکر ٹھہرے۔

اس مقام پر مورخین سخت اختلاف کرتے ہیں کہ پہلی کونسی جنگ مسلمانوں سے ہوئی۔ ایک مورخ یہ لکھتا ہے کہ سب سے پہلی لڑائی یرموک کی ہوئی۔ بعض اس کا انکار کرتے ہیں لیکن جو شخص اس کا قائل ہے وہ لکھتا ہے کہ جب مسلمان تمام ممالک شام میں جاکر پھیل گئے اور ہرقل کے کثیر التعداد جمع کردہ لشکر سے اُن کو خوف معلوم ہوا تو سب نے ملکر عمرو بن العاص سے مشورہ لیا۔ کہ کیا کرنا چاہیئے۔ اُنھوں نے کہا کہ سب کو ایک جگہ جمع ہو جانا چاہیئے تاکہ ایک ساتھ مل کر لڑیں۔ چنانچہ سب یرموک میں جمع ہوئے۔ اور حضرت ابی بکر رضؓ کے پاس مدد کے لئے عریضہ لکھا۔ اُنھوں نے حضرت خالد بن ولید کو مع ایک

لشکر کے اس طرف روانہ کیا۔ جب خالد بن ولید وہاں پہنچے۔ تو اُمراء کو الگ الگ دیکھا۔ اس لئے سب پر خود امیر ہو گئے۔ اور روم کے لشکر پر حملہ کیا۔ اور نہایت خونخوار لڑائی ہوئی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کو فتح اور اہل روم کو شکست ہوئی۔ اور وہیں حضرت ابوبکرؓ کی وفات اور حضرت عمرؓ کی خلافت کی خبر آئی۔ جنھوں نے کہ خالد کو معزول کر کے بجائے اُنکے ابو عبیدہ ابن الجراح کو مقرر فرمایا۔ اس کے بعد پھر خالد کی معزولی میں مورخین نے اختلاف کیا ہے۔ کہ وہ دمشق میں ہوئی۔ یا یرموک میں۔ لیکن جہاں تک صحیح معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ یرموک کا واقعہ کئی واقعوں کے مثلاً مرج الصفر وغیرہ وقائع کے بعد ہوا ہے اجنادین کا واقعہ بھی یرموک سے پہلے تھا۔ جس کی خبر حضرت ابوبکرؓ کو اُن کے دم واپسیں کے وقت دیگئی تھی۔ اسی طرح عربیہ اور فلسطین کو بھی اہل اسلام قبل یرموک کے فتح کر چکے تھے۔ خواہ لڑائی یا صلح سے۔

ابن اثیر اور بلاذری دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ یرموک کے قبل مسلمانوں سے اور اہل روم سے کئی جنگیں ہو چکی تھیں پہلے۔ بصرے۔ حوران۔ دمشق۔ فلسطین۔ مرج الصفر وغیرہ۔

ان بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ روم نے اہل اسلام کے مقابلہ کے لئے پہلے پہل کوئی بڑی فوج نہیں جمع کی۔ اور انکو ان کی

Marfat.com

قوت کا پورا اندازہ نہیں ہوا۔ کہ یہ لوگ اپنی تھوڑی سی فوج کے ساتھ کس طرح بے دریغ ملک میں گھس نہ آئیں گے۔ اور کیونکر ہر مصیبت وبلا کے لئے سینہ سپر ہو کے آگے بڑھتے چلے آئیں گے لیکن یہ اہل روم کی غلطی اُن کے تکبر پر مبنی تھی۔ کیونکہ دشمن کو خواہ کتنا ہی چھوٹا کیوں نہ ہو حقیر سمجھنا دانائی اور عقل کے بالکل خلاف ہے۔ اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ روم کے فوجی سرداروں کی جنگی تجربہ کی قوت بالکل غیر کافی تھی۔ اور مصالح جنگ سے وہ سراسر ناآشنا تھے۔ اُن کو بہت زیادہ اپنے مصالح نفس اور شہوات کا پاس رہتا تھا۔

اس پہلی جنگ سے جس میں مسلمانوں کو خلاف توقع ایک عظیم الشان کامیابی نصیب ہوئی یہ ہمت بڑھ گئی کہ وہ اپنی فوج کو روم کے اندرون ملک میں لے کر گھس جائیں۔ کیونکہ وہ اُن کے آئین جنگ سے سراسر واقف ہو گئے۔ اور نیز اُنکے ممالک اور اندرونی انتظامی حالات سے بھی اُن کو اطلاع تھی۔ اسلیئے وہ جنوب شام میں بطور ایک مثلث کے جو متقارب الخطوط ہو گھس گئے۔ جس کا راس ملقارمیں یزید بن ابوسفیان کے ساتھ تھا۔ اور ایک کنارہ اُس کا جنوب غربی میں فلسطین میں عمرو بن العاص کے ہمراہ۔ اور دوسرا کنارہ جنوب شرقی میں حوران میں ابی عبیدہ ابن الجراح کی معیت میں تھا۔ وسط میں غرب کی طرف شرجیل بن حسنہ تھے

جو اردن میں مقیم تھے۔ اور سب اسی طرح پر تھے۔ کہ ایک دوسرے کی مدد کے لئے۔ آسانی سے پہنچ سکتے تھے۔ اور سب سے پیچھے یزید تھے جو اُن کی حفاظت اور طریق رسد رسانی کے سربراہ تھے اس طرح پر مسلمانوں کا لشکر شام میں داخل ہوا۔ اور ہر ایک سردار فوج نے جو اُس کے آگے آیا فتح کیا۔ خواہ صلح یا لڑائی کرکے۔ یہاں تک کہ روم میں بیواؤں اور یتیموں کی فریاد سے شور حشر برپا ہو گیا۔ اور ایک عجیب ہل چل مچ گئی۔ اُسوقت وہ لوگ بیدار ہوئے۔ اور اُنکو خبر ہوئی کہ کس قدر زبردست دشمن ہمارے گھر میں گھسا چلا آتا ہے۔ اسلئے ہرقل نے بھرتی بڑے سے فوج مسلح کی۔ اور ڈیڑھ لاکھ سپاہی کو متفرق جنرلوں کی سرکردگی میں مختلف اسلامی فوجوں سے جابجا مقابلہ کرنے کے لئے روانہ کیا۔

میدان جنگ یرموک

جب امرائے جیوش اسلامیہ نے لشکر کفار کی یہ کثرت دیکھی تو عمرو بن العاص کے پاس اس کی کیفیت لکھی اور رائے طلب کی۔ اُنھوں نے یہ صلاح دی کہ ہم کو اسوقت پیچھے ہٹ آنا چاہیئے۔ اور یرموک میں ٹھہرنا چاہیئے۔ یہ ایک شہر ہے جو شام کے جنوب غربی میں کوہ جلون کے شمالی جانب وادی میں واقع

اس حال کو حضرت ابو بکر کے پاس بھی لکھا - انھوں نے بھی یہی صلاح دی کہ تم ایک جگہ جمع ہو جاؤ - اور عنقریب تم کو مدد دیجائے گی - حضرت ابو بکر نے خالد ابن ولید کو لکھا کہ تم شام کی طرف روانہ ہو - اور آدھے لشکر پر حکمراں اُنکو بنایا - ادھے پر مثنیٰ بن حارثہ عراقی مشہور بہادر کو جس کی نسبت مشہور ہے کہ تمام بہادریاں جو لوگوں میں پائی جاتی ہیں وہ مثنیٰ کے نزدیک ہیچ ہیں - خالد اس حکم کے مطابق اپنے لشکر کو ہمراہ لے کر ندمہ میں آئے - یہ مقام وادی فرات کے ایک کنارے پر ہے - جہاں کراس کا دہانہ ہے - دمشق کے شمال شرقی جانب ڈیڑھ سو میل کے فاصلہ پر واقع ہے - راستہ میں اُنکو کئی جگہ مقابلہ کرنا پڑا - اور بہت سی تکلیفیں اُٹھائیں - وہاں سے پھر وہ ثنیۃ العقاب نکل گئے - اور پھر مرج راحط میں پہنچے جو شرقی غوطہ پر واقع ہے وہاں سے ارباض دمشق پر تاخت و تاراج کیا - پھر جنوب میں بصرہ کی طرف متوجہ ہوئے - اور وہاں لڑائی ہوئی جس میں ان کو فتح ہوئی - خمس حضرت ابو بکر کے پاس روانہ کیا - اور پھر آگے بڑھے - ربیع الآخر یا جمادی الاول میں پھر مسلمانوں سے جا کر ان کی ملاقات ہوئی - وہاں دیکھا تو مسلمانوں اور رومیوں کا لشکر آمنے سامنے پڑا ہے - لیکن مسلمانوں کی طرف سے ڈھیل ڈال ہے - کیونکہ کسی کو امارت عامہ نہیں ہے - اور ہر ایک

Marfat.com

دوسرے کے آگے بڑھنے کا منتظر ہے۔ جب وہاں یہ حالت دیکھی تو خود بیچ میں کھڑے ہوئے اور سب کو مخاطب کر کے کہا۔ صاحبو یہ دبرا اور ڈھیل ڈھال جنگ میں ہرگز روا نہیں ہے آپ سب لوگ متفقہ طور پر ایک شخص کو سردار عام بنا لیجئے۔ اور دشمنی کی معیت میں لڑائی کیجئے۔ یہ خطبہ سن کر سب نے بالاتفاق خالد ہی کو سالار لشکر مان لیا۔ پھر اُنھوں نے باقاعدہ تمام اسلامی فوج کو ترتیب دیا۔ اور لڑائی شروع ہوئی۔ یہ ایسی سخت لڑائی تھی کہ ایسی اب تک اہل اسلام کو نہیں کرنی پڑی تھی۔ اس میں قریش کی حمیت اور شجاعت کا جوہر نکلا۔ اور اللہ تعالے نے اسلام کو فتح و ظفر عطا فرمائی۔ جیسا کہ اُس نے پہلے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی تھی۔ روم نے اس معرکہ میں سخت ہزیمت اُٹھائی۔ اور اُن کی فوج کی ایک بہت بڑی تعداد میدان جنگ میں کام آئی۔ مسلمانوں کی صرف تین ہزار زخمی اور مقتولین کی تعداد تھی۔ جن میں کبھی بڑے بڑے مہاجرا ور انصار تھے اور سران قریش کی بڑی تعداد اس میں شریک تھی۔ عکرمہ بن ابی جہل جو جنگ ردّت کے ہیرو تھے۔ اور اُن کے بیٹے عمرا اور سعید ابن الحارث وغیرہ بھی انھیں تین ہزار میں تھے۔ یہ مہاجرین اولین میں سے تھے۔ جنھوں نے حبشہ کی ہجرت کی اور قریش میں بہت ممتاز تھے ؛

الحاصل جنگ یرموک خواہ مسلمانوں کی پہلی جنگ ہو یا نہ ہو یہی وہ آخری لڑائی ہے جس نے اسلام کے جھنڈے کی عظمت کو دنیا کی آنکھوں میں ہیبت ناک کر دیا۔ اور شام میں عیسوی سلطنت کا اسی جنگ کے بعد خاتمہ ہوگیا۔ یہاں تک کہ اس کے بعد سے پھر کبھی عیسوی غلبہ اس پر نہ ہو سکا۔ اس لڑائی میں زیادہ تر کام آنے والے اہل اسلام کی طرف سے مہاجرین تھے۔ اسلئے کہا جا سکتا ہے کہ مہاجرین نے اس واقعہ میں جس نے ہمیشہ کیلئے اسلامی وقعت قائم کر دی۔ زیادہ حصہ لیا۔ اور بلاشک فاتح اول ہونے کا انھیں کے سر سہرا باندھا جائے گا۔ اور یہی لوگ ہیں جنھوں نے شام میں اسلامی چراغ روشن کیا۔

یہ بالکل تعجب سے دیکھے جانے کے قابل بات ہے۔ کہ قریش سے وہ کارنمایاں اس معرکہ میں ظہور میں آئے جنکی امید بھی نہیں کیجا سکتی ہے۔ تعجب اس امر کا ہے کہ عام عرب جو سراسر اہل بادیہ اور ملکی اور قومی حالات سے بالکل بے خبر تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کے بعد فوراً کس جوش اور سیاست کے ساتھ اپنے آپ کو انھوں نے اس عظیم الشان فتح کے قابل ثابت کر دیا۔ مگر اس میں زیادہ تعریف مہاجرین کی ہے۔ جو ان کے جنرل اور سردار تھے۔ اور جن کی رائے کے مطابق یہ لوگ لڑتے تھے۔ جنکے سینے خستہ اور دل ریش ہیں۔ دین اسلام اور

اُس کے بانی کی محبت اُن کے دلوں میں کوٹ کوٹ کر بھری
گئی تھی۔ اور جو اس کوشش میں جان دینے کو اپنے لئے ایک بہترین
مایہ فخر تصور کرتے تھے۔

جن لوگوں کی اس معرکہ میں آزمائش ہوئی وہ ابوسفیان بن
حرب۔ خالد بن ولید۔ سمط بن اسود الکندی۔ اور عکرمہ بن ابی جہل
ہیں۔ ابوسفیان کی ایک آنکھ اس معرکہ میں ضائع ہوئی۔

جبوقت کہ کفار نے سخت حملہ کیا تھا۔ اور مسلمان پسپا
ہو رہے تھے۔ اور کفار سالار لشکر حضرت خالد بن ولید کے
خیمہ تک آگئے تو عکرمہ ابن ابی جہل نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کے ہمراہ ہر موقعہ پر لڑائی کی۔ اور آج کیا میں بھاگ
سکتا ہوں۔ کون شخص ہے جو میرے ہاتھ پر موت کی بیعت کرتا
ہے۔ کہ وہ اسی میدان میں جان دیدے۔ چنانچہ حارث
ابن ہشام اور ضرار ابن الازور اور دیگر چارسو اشخاص نے
بیعت کی۔ اور مرنے کے لئے مستعد ہو گئے۔ یہ سب لوگ خالد
کے خیمہ کے آگے آئے اور سخت معرکہ شروع کر دیا۔ یہ اپنی جان
سے بیزار ہو کر لڑے۔ اور سب کو زخم آئے۔ کوئی خالی نہیں بچا
عکرمہ اور اُن کے بیٹے عمر بھی مجروح ہوئے دوسرے دن
خالد کے پاس وہ دونوں لائے گئے۔ خالد نے اُن کے سر
اپنے زانوؤں پر رکھے اور کہا کہ اے ابن حنتمہ (عمرو) کیا تو نے

Marfat.com

گمان کیا کہ ہم طالب شہادت نہیں ہیں۔؟

اللہ اُن کے نفوس کریمہ پر رحم کرے کہ اُنھوں نے متاع دنیا اور اُس کے آرام کو بالکل ہیچ سمجھا۔ امیروں نے امارت اور دولت مندوں نے دولت اولاد والوں نے اولاد اور گھر بار اور تمام اسباب تنعم کو چھوڑ کر کمر میں تلوار لٹکائی اور اپنے سچے دین اور قوم کی محبت میں اپنی جان عزیز نہایت ٹھنڈے دل سے دیدی۔ کیا اس سے بڑھ کر ایثار نفس کوئی اور ہو سکتا ہے۔ اُس قیامت خیز جنگ کے میدان میں عورتوں نے بھی نہایت مردانگی سے اپنے فرائض ادا کرنے کی کوشش کی۔ جبوقت مسلمانوں کے سواروں کے پرے جنگ سے منہ موڑ کے واپس ہوتے تھے اسوقت وہ جانباز عورتیں انکو خیموں کی چوبوں سے مارتی تھیں۔ اور کہتی تھیں کہ کدھر اے اسلام کے حمایت کرنے والو؟ کدھر اے شہادت کے طالبو؟ اُنھوں نے نہ صرف مردوں کو جوش دلایا۔ بلکہ کئی بہادر عورتیں خود میدان جنگ میں شریک تھیں اور اُن کی کوششیں غازی مردوں کی کوششوں سے کم نہ تھیں بعض عورتیں جہاد کرتی تھیں۔ بعض مردوں کو برانگیختہ کرتی تھیں اور بعض زخمیوں کی تیمارداری میں مصروف تھیں۔ یہ ایسے ضروری صیغے تھے جو خاص طور پر ایک ہمدرد اور قوم کی الفت رکھنے والی جماعتوں کا اہم فرض کہے جاسکتے ہیں۔ کئی عورتوں نے اپنے نوجوان

Marfat.com

بیٹے کے قتل کی خبر پائی اور اس کی جگہ پوری کرنے کے لئے اپنے خاوند یا بھائی کو بھیج دیا۔ کیا اس سے بہتر ہمدردی کا ثبوت کوئی دنیا میں مل سکتا ہے۔

ایک مورخ لکھتا ہے کہ مسلمان جب یرموک کے سخت معرکہ میں مبتلا تھے۔ اور گھمسان کے ساتھ لڑائی ہو رہی تھی اسی وقت میں مدینہ سے قاصد پہنچا جس کا نام محمد بن زنیم تھا۔ لوگوں نے اس سے حال پوچھا اس نے خیر و عافیت کہی اور مدد آنے کی خبر دی۔ حالانکہ وہ حضرت ابوبکر کے وفات کی خبر اور حضرت ابوعبیدہ کی امارت اور خالد کی معزولی کا فرمان لے کر گیا تھا۔ اور اس نے اس خبر کو اسوقت تک مخفی کیا کہ جب تک لڑائی ختم نہ ہولی اور جب روم نے شکست کھائی اسوقت اس نے اس واقعہ کا اظہار کیا۔

اس بات میں مورخ بہت مختلف اقوال بیان کرتے ہیں۔ کہ آیا یرموک میں حضرت ابوبکر رضہ کی وفات کی خبر آئی تھی۔ یا دمشق میں۔ اور زیادہ تر یہی قول راجح ہے کہ خالد کی معزولی کی خبر دمشق میں آئی تھی۔

ابو بکرؓ کے اخلاق و مناقب

سب سے اچھا وصف جو حضرت ابوبکر کی فضیلت کو ایک ممتاز طور پر ثابت کرتا ہے وہ حضرت عائشہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ جو نہایت مختصر اور دلچسپ الفاظ میں بیان کی گئی ہے اور جس میں حضرت ابوبکر کے اخلاق اور شمائل کی ایک اجمالی تصویر بہت اچھی کھینچی گئی ہے۔ حضرت عائشہ کو جب معلوم ہوا کہ کچھ لوگ اُن کے باپ کے خلاف گفتگو کرتے ہیں تو انکو بلایا اور کہا۔

میرا باپ! میرے باپ کی کوئی بُرائی نہ کرو۔ واللہ وہ ایک مضبوط قلعہ اور پھیلا ہوا سایہ تھا۔ جب تم بجھ جاتے تھے تو وہ جل اُٹھتا تھا۔ اور جب تم سست ہو جاتے تھے تو وہ مستعد رہتا تھا۔ ابتدا میں وہ قریش کا بہادر نوجوان تھا۔ اور بڑھاپے میں ایک عقلمند مدبر۔ اُن کے قیدیوں کو چھڑاتا۔ اور پیاسوں کو پلاتا۔ پریشانوں کو اطمینان دلاتا تھا۔ ایمان لانے پر اُس کے ارادہ میں کبھی فتور نہ آیا۔ اُس نے اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنائی اہیں اُن باتوں کو وہ زندہ کرتا تھا۔ جن کو باطل پرستوں نے برباد کر دیا تھا۔ اللہ اُس پر رحمت کرے اُس کے آنسو رقت سے بہا کرتے

تھے۔ اُس کے دل میں درد تھا۔ مگر لڑکے اور عورتیں اُسکی یہ حالت دیکھ کر اُسکے ساتھ استہزا کرتی تھیں۔ اللہ ان کے ساتھ استہزا کرے۔ وہ کفار کی گالیاں سُنتا تھا۔ اُن کے تیروں کا نشانہ بنا ہوا تھا۔ اُن کے ظلم سہتا تھا۔ لیکن اپنے سچے دین اسلام کا پیچھا اُس نے نہیں چھوڑا۔ اور دین کی مدد کرتا رہا۔ یہاں تک کہ دین کی روشنی پھیل گئی۔ اور لوگ فوج در فوج اس میں داخل ہونے لگے۔ اور دور و دراز سے لوگ آ آ کے اسکو قبول کرنے لگے۔ اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اہل اسلام کی حکومت دی۔ جب آپ کی وفات ہوئی تو شیطان نے پھر اپنا جال بچھایا۔ اور رسیاں پھیلائیں۔ اسوقت پھر دین میں ایک اضطراب پیدا ہوگیا۔ بہت سے لوگوں نے اسلام کی وقعت کو دل سے مٹا دیا۔ لوگوں میں ایک ہل چل پڑ گئی۔ صدیق خدا کے سچے بندے نے ہمت کو کمر پر باندھا۔ اور اس سچے دین کی حمایت کے لئے مستعد ہوگیا۔ یہاں تک کہ اس نے مخالفین کے سروں کو روند ڈالا۔ اور دین حق کا سکہ جما دیا۔ اسکی وفات کے بعد اُس کا ایک بھائی جو اُس کا سچا جانشین ہے عمر بن الخطاب اُس کی جگہ بیٹھا جس نے شرک کی جڑ دنیا کے حصوں سے کھود ڈالی۔ جس کی تلوار کی بجلی نے شرک اور کفر کی ہستی کو جلا ڈالا۔ جس کے خوف سے زمین نے اپنے لوٹے اگل دیئے

Marfat.com

اور جن کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے زمین جابجا سے شق ہوگئی - کیا تم میرے باپ سے بدلہ لینے کے خواہشمند ہو - کیا تم اس دن بدلہ لینا چاہتے ہو جس دن عدل اور انصاف کا دن ہوگا - اور سچے لوگوں کو اُن کی نیکی کی جزائے خیر دیجائے گی - اللہ سے استغفار کرو - !!

حضرت ابوبکر کی سیاست عملی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی کام ایسا اہم نہیں تھا - جیسا کہ وہ کام حضرت ابوبکر کے متعلق کیا گیا تھا یعنی خلافت - کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے زمانہ میں عربوں کو قرآن کی آیتوں اور وحی کے ذریعہ سے متحد کئے ہوئے تھے معجزات سے اُنکو عظمت اسلام کا سبق دیتے تھے - منافقوں کے ولی ارادہ سے خبر دے کر اُنکو اُن کے شر سے محفوظ رکھتے تھے - لیکن پھر بھی اُن کو وہ تکلیفیں اُن لوگوں سے پہنچیں جو زیادہ سے زیادہ کسی نبی کو اپنے قوم والوں سے پہنچ سکتی ہیں - جب حضرت ابوبکر کو خلافت ملی - اور جابجا سے ردّت کی خبریں آنے لگیں - چاروں طرف خود مسلمان ہی اسلام کے خلاف ہوگئے اُس وقت کی ان کی ثابت قدمی اور صحت رائے اس بات کو ثابت کرتی ہے کہ یہ بیشک ایک اعلےٰ درجہ کے اولوالعزم

Marfat.com

شخص تھے۔ انھوں نے دیکھا کہ ان سادہ مزاج مسلمانوں کے لئے جو کفر سے قریب العہد ہیں۔ اب وہ تدبیریں تالیف قلوب کے لئے نہیں رہ گئی ہیں۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھیں۔ اسلئے انھوں نے سوچا کہ ان سے سختی کسی طرح روا نہیں ہے۔ بلکہ جہاں تک ہو ان کو میٹھی اور شیریں باتوں سے قابو میں رکھو۔ اور ان کے دل میں اس طرح اسلام کی محبت اور اخوت جماؤ۔ چنانچہ اسی رائے پر انھوں نے عمل کیا۔ اور اگرچہ کئی صحابہ نے اسکے خلاف سختی کرنے کی رائے دی تو انھوں نے اس کو نہیں مانا۔ اور آخر اسی طریقہ سے کامیاب ہوے یہاں تک کہ آخر پھر مخالف رائے دینے والے صحابہ نے اُن کی صحت رائے کو تسلیم کرلیا۔

اسی طرح اسامہ کے لشکر کی نسبت ان کی رائے بہت صحیح تھی اور اگرچہ لوگوں نے اس بات کی خواہش کی کہ اسامہ کی بجائے دوسرا سردار مقرر کیا جائے۔ مگر آپ خود گئے اور اُن کی رکاب تھام کے دور تک اُن کو پہنچانے کے لئے گئے۔ پھر کسی کو چون وچرا کی گنجایش نہیں رہی۔ اور آخر اُسی اُسامہ کے لشکر نے اہل بدعت کو ٹھیک کر دیا۔ اور ایک بہت بڑے فتنہ کا خاتمہ ہو گیا۔ یہ بھی انکی سیاست ہے کہ انھوں نے مرتدین کو اسلام کی سطوت دکھا دی تاکہ وہ بھولے سے بھی ارتداد کا خیال نہ کریں۔ اور ہمیشہ مطیع رہیں۔ جب اُن کے پاس سمط بن اسود کندی۔ عمرابن معدی کرب۔ اشعث

ابن قیس سرداران قبائل قید کر کے لائے گئے۔ تو انھوں نے انکے گناہ معاف کر دئے۔ اور اس طرح پر اُن کے دلوں میں اپنی اور اسلام کی محبت قائم کردی۔ جس کے بعد یہ تینوں شخص اسلام کی فوج کے مشہور سپہ سالار ہوئے۔ اور بڑے بڑے کارنمایاں کئے۔

یہ بھی اُن کی حکمت عملی تھی کہ اُنھوں نے خالد ایسے ماہر جنگ سردار کو نہایت رفق و مدارات سے خوش رکھا۔ اور مالک بن نویرہ کے واقعہ سے اُن سے چشم پوشی کی۔ حالانکہ حضرت عمرؓ نے بڑی سختی کے ساتھ اُن کو خالد کے سزا دینے کے لئے آمادہ کیا لیکن اُنھوں نے خلاف مصلحت سمجھ کر اُس سے درگذر کی اور اسلام کے ابتدائی زبردست جنرل خالد بن ولید کو راضی رکھا۔ کیونکہ وہ اپنی قوم کا ایک مشہور جنگ آور۔ تجربہ کار۔ شیردل اور جفاکش تھا۔ اور ایسے آدمی کی سخت ضرورت تھی۔

یہ بھی حضرت ابوبکر کی حکمت عملی تھی۔ کہ چند لوگ جنھوں نے اُن کی بیعت نہیں کی تھی اُن کو ملاطفت اور مدارات سے اپنی طرف مائل کر لیا۔ مثلاً طلحہ و زبیر وغیرہ۔ کہ اُن کو بلا سختی کے معقول دلائل سے اپنی طرف مائل کر لیا۔ اور کسی قسم کی سختی روا نہیں رکھی کیونکہ وہ وقت اس کا مقتضی نہیں تھا۔ لوگ ارتداد اختیار کرتے جاتے تھے۔ اور اسلام کمزور ہو رہا تھا۔ ایسی صورت میں بقیہ

Marfat.com

اہل اسلام پر کسی قسم کی سختی کرنی اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنی تھی
اُنھوں نے ایک مرتبہ صاف صاف تمام مسلمانوں کے سامنے قبول خلافت کے وجوہات ان لفظوں میں بیان کر دیئے۔

"میں خلافت کا حریص نہیں تھا۔ اور نہ مجھکو اس کی رغبت تھی لیکن فتنہ کا مجھکو سخت خوف ہوا۔ میں جانتا ہوں کہ مجھکو امارت میں کوئی راحت نہیں ہے۔ اور میں نے اتنا بڑا بوجھ اپنے سر پر لیلیا ہے۔ جو میری طاقت سے باہر ہے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ اس کے لئے مجھے قوت عطا فرمائے۔

ان لفظوں سے صاف عیاں ہے کہ اُن کو مسلمانوں کی ضرورت کا احساس تھا۔ اور وہ سمجھتے تھے کہ اسوقت کیا اُن کی حالت تھی اور کیا کام کرنا چاہیئے۔ اسلئے انھوں نے خلافت کی اہم ذمہ داری کو اپنے ذمہ لے لیا تھا۔

ان کی رائے ایسی صائب ہوتی تھی کہ ہر ایک امیر الجیش کو چلتے وقت جو یہ وصیتیں کرتے تھے اُس کے دیکھنے سے پتہ لگتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ ان اسلاف کی اصلی کامیابی کا راز وہی وصیتیں ہیں پہلے اہل فارس و روم کا قاعدہ تھا کہ وہ جس ملک کو فتح کرتے تھے وہاں قتل عام مچا دیتے تھے۔ لوگوں کو مثلہ بنا دیتے یا جلا ڈالتے تھے۔ مگر اسلام نے ان لغو باتوں کو ناجائز قرار دیا۔ جس وقت مسلمانوں نے روم پر فتح پائی تو انھوں نے خواہش کی کہ اُن کے

ساتھ ہم بھی وہی معاملہ کریں جو یہ مفتوح اقوام کے ساتھ کیا کرتے تھے چنانچہ عمرو بن العاص اور شرحبیل نے شام کی ایک لڑائی میں ایک مشہور لاٹ پادری کا سر کاٹ کر حضرت ابوبکر کے پاس بھیجا۔ انھوں نے اسکو ناپسند فرمایا۔ قاصد نے کہا کہ وہ ہمارے ساتھ پہلے ہی معاملہ کیا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تم اہل فارس اور روم کے طریقہ پر عمل کروگے؟ صرف خط یا خبر کافی ہے۔

یہ اسلامی تہذیب کا نمونہ ہے۔ جسکو اب یورپ کے مدعیان تہذیب میں پانا ناممکن ہے۔ اس کی نظیر ہم کو کسی عیسائی سلطنت سے نہیں مل سکتی۔ اور نہ کسی عیسائی سلطنت کا سلوک اپنی مفتوح قوموں کے ساتھ انسانی طریقہ پر ہوا۔ جا بجا انھوں نے اپنی وحشیانہ حرکت کا ثبوت دیا ہے۔[1]

بخلاف اس کے مسلمانوں نے ہمیشہ مفتوح قوموں سے اچھا سلوک کیا۔ اور وہ سچے رحم دل تھے۔ انھوں نے ہر قوم کو ایک

---

[1] جب فرانس کا "الجزائر" پر قبضہ ہوا ہے۔ تو لوگوں کو غار میں بند کرکے دھواں کرکے مار ڈالا۔ انگریزوں نے ہندوستان میں غدر کے بعد صف کی صف کھڑی کرکے گولی کا نشانہ بنا دیا۔ انکے معبدگاہوں میں گھوڑے باندھے۔ خرطوم سوڈان کی لڑائی میں انگریزی جنرل کچنر نے مہدی سوڈانی کی مدتوں کی دفن کی ہوئی لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کئے۔ چین کی جنگ میں دول یورپ کا کیا وحشیانہ برتاؤ رہا!

کانٹے پر تولا۔ اور سب کو یکساں حقوق دیتے۔ بادشاہ اور رعایا میں کوئی تمیز نہیں تھی۔ اور سب یکساں نظر آتے تھے۔

بخاری نے قیس بن حازم سے روایت کی ہے کہ ابوبکر رضہ قبیلہ احمس کے ایک گھر میں داخل ہوئے۔ وہاں ایک عورت تھی جس کا نام زینب تھا۔ اُس کو ابوبکر رضہ نے دیکھا کہ وہ نہیں بولتی ہے۔ پوچھا کہ تو کیوں نہیں بولتی۔ لوگوں نے کہا کہ اُس نے نہ بولنے کی نذر کی ہے۔ اور اسی طرح حج بھی کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بول یہ چُپ رہنا ہرگز حلال نہیں ہے۔ اور یہ جہالت کا کام ہے۔ اُس نے بولنا شروع کیا۔ اور پوچھا کہ تم کون ہو؟ آپ نے فرمایا کہ مہاجرین میں سے ایک آدمی ہوں۔ پھر اُس نے پوچھا کہ کن مہاجرین میں سے ہو۔ کہا کہ قریش سے ہوں۔ کہا کس قُریش سے۔ کہا کہ تو بہت سوال کرنے والی ہے۔ میں ابوبکر ہوں۔ اُس نے پوچھا کہ اس نیکی پر جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ہم کو جاہلیت کے بعد ملی ہے کب تک قائم رہیں گے۔ کہا جب تک تم اپنے ائمہ کی اطاعت کرتے رہوگے۔ کہا کون ائمہ۔ آپ نے فرمایا جو تم کو راہ بتلاتے ہیں جس طرح کہ جاہلیت میں تھے۔ اُس نے کہا ہاں کہا ویسے ہی اسلام میں ہیں۔

رعایا سے برتاؤ!

حضرت ابوبکر رضہ کی سیاست رعایا سے بلاکسی قسم کے تشدد کے

Marfat.com

نرمی کے ساتھ تھی۔ لیکن ایسی نرمی نہیں تھی کہ جس میں ضعف بھی شامل ہو۔ وہ سزا دینے میں جلدی نہ کرتے تھے۔ اور عمال کو ہمیشہ ہدایت کیا کرتے تھے۔ کہ وہ رفق اور نرمی کے ساتھ برتاؤ کریں۔

علامہ سیوطی نے بیان کیا ہے مہاجر بن اُمیّہ یمامہ پر امیر تھا۔ اُس کے پاس دو عورتیں گانے والی چالان کی گئیں۔ ایک نے رسول اللہ صلعم کی نسبت گالیاں گائی تھیں اور دوسری نے مسلمانوں کی ہجو گائی تھی۔ چنانچہ انھوں نے دونوں کے ہاتھ کاٹ لیئے۔ اور اگلے دانت توڑ ڈالے۔ اسپر حضرت ابوبکرؓ نے یہ فرمان اُن کو بھیجا۔

"میں نے سُنا ہے کہ تم نے دو گانے والی عورتوں کے ساتھ اس طرح کا سلوک کیا ہے۔ اگر تم مجھ سے پوچھتے تو میں تم کو اُسکے قتل کی رائے دیتا جس نے نبی صلعم کو گالیاں دی تھیں۔ کیونکہ انبیاء کی توہین کی سزا معمولی سزاؤں کی طرح نہیں ہے۔ اگر مسلمان ایسا کرے تو وہ مُرتد ہے۔ اور اگر عہد نامہ والی قومیں کریں تو یہ خلاف عہد ہے (جس کی سزا قتل ہے)

لیکن جس نے مسلمانوں کی ہجو کہی تھی اگر وہ مدعیہ اسلام تھی تو اُس کی تادیب و تعزیر کرنی چاہیئے تھی۔ نہ کہ مُثلہ۔ اور اگر ذمی تھی تو اُس کا گناہ شرک جس میں وہ پہلے سے پھنسی ہوئی ہے کیا کم ہے جو تم اس پر اسکو اس پر سزا دو گے۔ تم ان باتوں

Marfat.com

کو مانو - اور آدمیوں کو مثلہ نہ کرو - صرف قصاص تمہارا فرض ہے رعیت کو وہ ہمیشہ فتنہ و فساد سے بچنے کی تحریک دلاتے رہتے تھے - کہ ایسا نہ ہو کہ مسلمان آپس میں خونریزی کریں - انکو قناعت اور استغنا کے فوائد بتاتے تھے - کیونکہ جب روم اور فارس کے خزانے آئیں گے تو کہیں ان کی طمع زیادہ نہ بڑھ جائے - نعمت دنیا سے کنارہ کشی کی بہت ترغیب دیتے تھے - تاکہ لوگ عیش و تنعم میں پڑ کر جہاد اور کوشش سے باز نہ رہیں -

احمد سے روایت ہے کہ سلمان حضرت ابوبکر کے پاس گئے کہ آپ مجھ کو کوئی نصیحت فرمائیے - آپ نے فرمایا:

"اے سلمان اللہ سے ڈر عنقریب بہت سی فتوحات حاصل ہوں گی - لیکن تمہارا حصہ اس میں سے وہی ہونا چاہیے - جو تمہارے پیٹ میں پڑے - یا تمہارے تن کو چھپائے - یہ یاد رکھو کہ جس شخص نے پانچوں نمازیں پڑھیں وہ اللہ کے ذمہ میں ہو جاتا ہے - کسی کو تم قتل نہ کرو - اور نہ اپنے اعمال پر فخر کرو - کہ قیامت کے دن اللہ تعالے تم کو جہنم میں گرا دے"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انکا ادب

ابن عساکر نے روایت کی ہے - کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا - کہ ابوبکر تم بڑے ہو یا میں؟ حضرت ابوبکر نے جواب دیا کہ

Marfat.com

آپ بڑے ہیں۔ آپ بزرگ ہیں لیکن عمر میں میں بڑا ہوں۔

عبداللہ ابن زبیر سے روایت ہے کہ جب آیت اتری ا۔
وَلَوْ اَنَّا کَتَبْنَا عَلَیْھِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَکُمْ الخ (اگر ہم انکو یہ حکم دیتے کہ تم اپنے آپ کو مار ڈالو) تو حضرت ابوبکر نے کہا کہ یا رسول اللہ اگر آپ مجھکو حکم کرتے تو میں ضرور اپنے آپ کو مار ڈالتا۔ آپ نے فرمایا بیشک تم سچ کہتے ہو۔

امام احمد نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے ابوبکرؓ کی وفات کے وقت یہ شعر پڑھا۔

وابیض یستسقی الغمام بوجھہا ثمال الیتٰمی عصمۃ للارامل

تو حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ یہ رسول اللہ صلعم کی شان میں ہے۔

ابن عساکر نے روایت کی ہے۔ کہ حضرت ابوبکر کی جب کوئی تعریف کرتا۔ تو آپ فرماتے کہ یا اللہ تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے تو مجھکو اس سے اچھا کر جیسا یہ لوگ کہتے ہیں۔ اور میری مغفرت کر۔ ان گناہوں کو بخش جنکو تعریف کرنے والے نہیں جانتے اور جو کہتے ہیں اس کے بدلہ میں میرا مواخذہ نہ کر۔

حضرت ابوبکر کی حق پسندی

احمد نے بسندِ حسن روایت کیا ہے۔ کہ ربیعہ اسلمی اور حضرت ابوبکر میں کچھ سخت کلامی ہوگئی ربیعہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت

Marfat.com

ابو بکر کی زبان سے ایک لفظ سخت نکل گیا۔ جس کی وجہ سے بعد میں وہ نادم ہوئے۔ اور مجھ سے کہنے لگے کہ تو بھی وہی لفظ مجھکو کہدے تاکہ بدلہ ہو جائے۔ میں نے کہا کہ مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہا کہ یا تو وہی لفظ کہدے۔ ورنہ رسول اللہ صلعم کے پاس چل۔ میں نے کہا کہ یہ بھی مجھ سے نہیں ہو گا۔ پھر حضرت ابو بکرؓ چلے میرے قبیلہ کے لوگ آ گئے اور میری طرفداری کر کے کہنے لگے۔ کہ کیا کہا اور کیا ہوا۔ میں نے کہا کہ تم لوگ جانتے ہو کہ یہ ابو بکر صدیق ہیں۔ یہ ثانی اثنین ہیں۔ اُن کے مقابل میں تم میری مدد کرنے آئے ہو۔ اس سے بچو۔ کیونکہ یہ پھر ناراض ہو جائیں گے۔ ان کی نارضگی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہو جائیں گے اور پھر اللہ تعالےٰ خفا ہو گا۔ اور میں مفت میں ہلاک ہو جاؤں گا نہ دین کا رہوں گا نہ دنیا کا۔ اس کے بعد وہ بیان کرتے ہیں۔ کہ ابو بکر صدیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے۔ میں بھی دور دور اُن کے پیچھے چلا گیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا۔ رسول اللہ صلعم نے میری طرف سر اُٹھایا۔ میں نے حال بیان کیا تو مجھے آپ نے فرمایا کہ بیشک تم وہ لفظ جو ابو بکر نے تمکو کہا انکو نہ کہو۔ اور یوں کہو۔ کہ اللہ آپ کی مغفرت کرے۔ یہ حضرت ابو بکر کی انصاف پسندی کی ایک اعلےٰ امثال ہے۔ جو اور دنیا کے اولوالعزموں کے کارناموں میں کم پائے جاتے

مسلمانوں کی تادیب

حضرت ابوبکر مسلمانوں کو بالکل اسی ڈھنگ پر چلانا چاہتے تھے جو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔ اگرچہ عام طور پر صحابہ کی اخلاقی اور عملی حالت بوجہ صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہایت اعلیٰ درجہ کی تھی۔ لیکن پھر بھی حضرت ابوبکر اُنکو آداب شرع اور اُس کی خوبیاں بتاتے رہتے تھے۔ نصیحت کی باتوں سے غافل نہیں ہوتے تھے۔

ابو علیدہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت ابوبکر عبدالرحمن ابن عوف کے مکان سے گذرے۔ وہ اپنے کسی پڑوسی سے تنازع کر رہے تھے۔ تو آپ نے فرمایا کہ اُس سے نہ جھگڑو۔ کیونکہ اور لوگ جو اس وقت ہیں چلے جائیں گے اور وہ یہیں رہ جائے گا۔ اکثر لوگوں کو جمع کر کے وعظ فرمایا کرتے تھے۔ اور خطبے دیتے تھے جنکو ہم بالتفصیل آگے بیان کریں گے۔

مسلمانوں کے ساتھ برتاؤ

امام احمد نے روایت کیا ہے کہ میمون ابن مہران حضرت ابوبکر کے پاس آئے۔ اور کہا کہ یا رسول اللہ کے خلیفہ السلام علیکم۔ آپ نے

Marfat.com

تمام جماعت کی طرف اشارہ کرکے کہا۔ ان سب لوگوں میں سے صرف مجھی کو۔

۱۳ ابن عساکر نے روایت کی ہے کہ انیسہ بیان کرتی ہیں۔ کہ ابوبکرؓ ہمارے یہاں قبل خلافت کے تین سال رہے۔ پھر بعد خلافت کے بھی ایک سال رہے۔ قبیلہ کی لڑکیاں اُنکے پاس اپنی بکریاں لاتی تھیں۔ اور وہ اُن کو دوہ دیتے تھے۔

اسی طرح ابن عساکر سے روایت ہے کہ ایک بڑھیا حضرت عمرؓ کے پاس کبھی کبھی اپنی حاجتیں لاتی تھی۔ لیکن ہر بار ان سے پہلے کسی شخص سے وہ کچھ حاصل کر لاتی تھی۔ حضرت عمر کو یہ خیال تھا کہ یہ کون شخص ہے۔ جو مجھ سے بھی پہلے اسکو دیدیتا ہے۔ ایک بار انھوں نے گھات لگا کے دیکھا۔ تو حضرت ابوبکرؓ ان سے پہلے کچھ اُسکے ساتھ سلوک کر رہے تھے۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ بھلائی کی طرف کس طرح وہ لوگ عجلت کے خواہاں تھے۔ اور یہی انتہائی درجہ ہمدردی کا ہے۔ اسی طرح حضرت ابوبکر نے اپنے اُس پہلے خطبہ میں جو خلافت کے بعد اُنھوں نے دیا بیان کیا۔ کہ میں خلیفہ بنایا گیا ہوں۔ میں تم سب لوگوں سے اچھا نہیں ہوں۔ اگر میں بھلائی کروں تو میری مدد کرو۔ اور بُرائی کروں تو مجھکو روک دو۔

Marfat.com

حضرت ابوبکر کا زہد

ہمارے ذہن زہد کے لفظ سے فوراً وہ معنے سمجھتے ہیں۔ جو بیوقوف مبتدع لوگوں نے اس کے من گھڑت معنے رکھ لئے ہیں۔ کہ زہد ترک دُنیا اور گوشہ گیری کو کہتے ہیں۔ جو عام طور پر بیکار اور کاہل الوجود لوگ محض اس وجہ سے اختیار کر لیتے ہیں کہ لوگ ان کو متبرک سمجھیں اور اُن کے ٹکڑے کا سہارا ہو جائے۔ یہ لوگ سوسائٹی کا بوجھ ہیں۔ اور یہ کذب وافترا ہے جو انھوں نے زہد کے ایسے معنے رکھ لئے ہیں۔ اور اُسکو موجب ثواب عظیم سمجھتے ہیں۔

زہد کی نسبت صحابہ کا یہ مذہب تھا۔ اور وہ اس کے معنے یہ سمجھا کرتے تھے کہ ضرورت سے زیادہ اور فضولیات کی حرص نہ کرنا۔ اور جسقدر دولت کافی ہو اُسی پر قناعت کرنا۔ کوئی صحابی ایسا نہیں تھا جس کے پاس کوئی نہ کوئی حلال روزی کا وسیلہ نہ ہو۔ جس سے کہ وہ اپنی اولاد کی اور اپنی شکم پُری کرتا تھا۔

حضرت ابوبکر کے زہد کے متعلق ایک یہ روایت بیان کیجاتی ہے کہ ایک دن اُن کی بیوی کو مٹھائی کھانے کا شوق ہوا۔ اور آپ سے فرمائش کی۔ آپ نے کہا کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے کہ میں مٹھائی خرید لاؤں۔ بی بی نے کہا کہ میں اب کچھ کچھ روزانہ صرفہ میں سے

Marfat.com

بچایا کروں گی۔ تاکہ ایسی چیزیں خریدنے کے لئے ہمارے پاس کچھ رہے آپ نے کہا۔ کہ اچھا جمع کرو۔ اُن بیچاری نے کئی دنوں کچھ کچھ بچا کر ایک عرصہ میں ایک معمولی رقم جمع کی۔ آپ نے فوراً اس کو لے کر بیت المال میں داخل کر دیا۔ اور کہا کہ اسقدر ہمارے روزینہ سے بچ گیا ہے۔ لہذا اُسی قدر مقدار آئندہ سے کم کرا دی۔ اور گذشتہ دنوں کا تاوان ادا کیا۔

روایت ہے کہ جب وہ خلیفہ ہوئے تو اُن کا یہ خیال تھا۔ کہ میں بیت المال سے کچھ نہیں صرف کروں گا۔ بلکہ اپنی تجارت اور مزدوری سے شکم پُری کر لوں گا۔ دوسرے دن انھوں نے اپنی تجارت کا گٹھا اُٹھایا۔ اور بازار کی طرف چلے۔ حضرت عمر نے کہا کہ کہاں کا ارادہ ہے؟ کہا بازار کا۔ کہا کہ آپ مسلمانوں کے خلیفہ ہو کر اس طرح زندگی بسر کریں گے۔ فرمایا میں اپنے عیال کو کہاں سے کھلاؤں؟ کہا چلئے ابو عبیدہ آپ کا کچھ مقرر کر دیں گے دونوں ابی عُبیدہ کے پاس گئے۔ جو کہ خزانچی تھے۔ انھوں نے کہا کہ میں تمھارے لئے اسقدر مقرر کرتا ہوں جسقدر ایک مہاجر کا خرچ ہو۔ جو نہ فضول خرچی کرتا ہو۔ اور نہ زیادہ کپڑے پہنتا ہو۔ اور جاڑے اور گرمی کے کپڑے ملیں گے۔ جب پُرانے ہو جائیں۔ تو اُنکو دے کر دوسرے لیا کرو۔ اور آدھی بھیڑ روزانہ مقرر کی۔ ابن میمون نے روایت کی ہے۔ کہ جب حضرت ابوبکر خلیفہ ہوئے

تو اُن کے دو ہزار مقرر کئے گئے۔ تو آپ نے کہا کہ اور زیادہ مقرر کرو کیونکہ میرے ساتھ عیالداری زیادہ ہے۔ تو پانچ سو اور بڑھا دیا۔

بخاری نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ جب حضرت ابوبکر رضؓ خلیفہ بنائے گئے۔ تو فرمایا کہ میری قوم جانتی ہے۔ کہ میرا پیشہ میرے عیال کی پرورش کے لئے کفایت کرتا۔ اب میں مسلمانوں کے کام میں لگا ہوں۔ اسلئے میرے عیال کا صرفہ بھی اسی میں سے ہوگا۔

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ وہ مرض الموت میں اپنے باپ کے پاس گئیں۔ اُن کی بیماری سے نہایت رنجیدہ اور غمگین تھیں۔ اور کہا کہ آپ کسی کو ولیعہد مقرر فرمائیں۔ حضرت ابوبکر نے سر اُٹھایا اور فرمایا بیٹی! یہ وہ دن ہے کہ آج میری آنکھوں سے پردہ اُٹھایا جاتا ہے۔ اور میں اپنی جزا کا منتظر ہوں۔ میں نے اس قوم کی امانت داری کی اور اُن کے واجبات ادا کئے۔ تو گواہ رہ۔ میں نے اُن کے ساتھ اپنی طاقت کے موافق نیک سلوک کئے اُن کو ناز پڑھائی۔ میں نے تکبر نہیں کیا۔ اور نہ کسی قسم کی بڑائی کی۔ میں نے صرف اسقدر لیا جسقدر میری بھوک کو روک سکتا تھا۔ اور بدن کو چھپا سکتا تھا۔ اللہ اللہ اس کا نام تقوٰے ہے کہ مسلمانوں کی ہمدردی کی وجہ سے اپنی تجارت اور کاروبار کو چھوڑ دیا اور دن رات اُنھیں کے معاملات کی درستی میں مصروف رہے۔ اور

صرف اُسی قدر اپنا صرفہ لیتے تھے جس قدر اُن کی بھوک کو روک سکتا تھا۔ یہ اُن کے لئے اس وجہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک صحبت نے اُن پر اپنا پورا اثر کیا تھا۔ مناسب اور موزوں تھا۔ لیکن اگر بعد کے خلفاءِ راشدین مہدیین انہیں کے طریقہ کے پیرو رہتے تو اُن کو کبھی کسی قسم کی دشواریاں نہ پیش آتیں۔

جمع قرآن

حضرت ابوبکر رضؓ کے بڑے مناقب اور بڑی خصوصیتوں میں سے قرآن کا جمع کرنا ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ کم و بیش وہی شخص کر سکتا ہے جس نے احادیث پر امعانی نظر ڈالی ہے اور اس بات پر غور کیا ہے کہ قصہ گو۔ وضاع حدیث اور کذابوں نے کسقدر جراءت کر کے جھوٹی حدیثیں اور موضوع روایتیں تراش کر حدیث میں شامل کر دی تھیں۔ جس سے تمام اُمت میں تشویش پھیل گئی تھی۔ اور سچی تعلیم نبوت کا پتہ لگانا دشوار ہو گیا تھا۔ اگر حفاظ اور ائمہ حدیث جو دوسری صدی ہجری کے آخر میں ہوئے جنھوں نے روایات صحیحہ کی چھان بین کی۔ اسانید صحیحہ کا تتبع اور حدیث اور رواۃ کے طبقے مقرر کئے نہ ہوتے تو شارع کی روشن تعلیم جھوٹی اور موضوع روایتوں کی تاریکی میں پنہاں ہو جاتی لیکن الحمد للہ والمنۃ کہ قرآن کی حفاظت کی کفالت خود

اُس نے کی ہے۔ اور فرمایا ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ) (کتاب لا یاتیه الباطل من بین یدیه و لا من خلفه) اسی لئے حضرت ابوبکر اور عمرؓ کو اللہ نے الہام فرمایا کہ وہ لوگ اس کے جمع کرنے کی طرف مائل ہوئے۔ اور آخر اس کو جمع کر کے اسکے منتشر سُوَر اور آیات کو شیرازہ بند کیا۔ بلا اس کے کہ اُس میں کوئی حرف گھٹائیں یا بڑھائیں۔ یا کوئی تغیر و تبدل کریں۔ اُس کے جمع کرنے کا سبب بخاری کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ وہ زید ابن ثابت سے روایت کرتا ہے۔ انھوں نے بیان کیا کہ جبوقت اہل یمامہ قتل کیئے گئے تھے اُسوقت حضرت ابوبکر نے مجھکو بلایا۔ اُن کے پاس حضرت عمر بھی بیٹھے ہوئے تھے ابوبکر نے کہا کہ عمر میرے پاس آئے ہیں۔ اور کہتے ہیں یمامہ کے دن لوگ بہت زیادہ قتل ہوئے۔ اور مجھے یہ خوف ہے کہ وطن کے تمام قاری قتل نہ ہو جائیں۔ اور قرآن کا بہت سا حصہ ضائع ہو جائے بلا اسکے کہ لوگ اُس کو جمع کریں۔ اسلئے میری رائے ہے کہ قرآن جمع کر لیا جائے۔ ابوبکر نے کہا کہ میں نے عمرؓ سے کہا کہ میں ایسے کام کو کیونکر کروں جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔ عمر نے کہا کہ قسم اللہ کی یہ کام اچھا ہے۔ اور دیر تک عمر اس معاملہ میں مجھ سے کہتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ نے شرح صدر کیا اور میری بھی وہی رائے ہوگئی جو عمر کی تھی۔ زید نے کہا عمر اُن کے پاس

Marfat.com

بیٹھے تھے - وہ کچھ نہ بولتے تھے - پھر حضرت ابوبکر نے مجھ سے کہا کہ تو جوان عاقل ہے - تجھکو متہم نہیں خیال کرتے - تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وحی لکھتا تھا - پس تو قرآن کو تتبع اور تلاش کر کے جمع کر - واللہ اگر وہ پہاڑ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لیجانے کی تکلیف مجھکو دیتے تو اس قدر مجھ پر گراں نہ ہوتا جس قدر کہ قرآن شریف کا جمع کرنا - میں نے کہا کہ آپ لوگ کیونکر وہ کام کرنا پسند کرتے ہیں جسکو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا - ابوبکر نے کہا کہ واللہ یہ اچھا کام ہے - میں بار بار اُن سے کہتا رہا - یہاں تک کہ اللہ نے میرا بھی شرح صدر کیا - جس طرح حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ کا کیا تھا - پس قرآن کو میں نے اطراف وجوانب سے رقعوں اور لوگوں کے سینوں سے تلاش کیا - یہانتک کہ میں نے سورۂ توبہ کی دو آیتیں خزیمہ ابن ثابت کے پاس پائیں - جو کسی غیر کے پاس نہیں لیں - (لقد جاءکم رسولٌ من انفسکم) الی آخرہ - وہ صحیفہ جس میں قرآن جمع کیا گیا حضرت ابوبکر کے پاس تھا - پھر حضرت عمر کو ملا - اُن کی وفات کے بعد حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کے پاس رہا -

حضرت ابوبکر کے فیصلے

بغوی میمون ابن مہران سے نقل کرتا ہے کہ ابوبکر کے پاس جب کوئی مقدمہ پیش ہوتا تھا - تو پہلے وہ کتاب اللہ کو دیکھتے تھے - اگر

Marfat.com

اُس میں کوئی حکم ایسا ملتا جس سے وہ فیصلہ کر سکتے تو کر دیتے تھے۔ اور اگر کتاب اللہ میں نہیں ملتا تھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قسم کے معاملہ کا فیصلہ اُن کو معلوم ہوتا تھا۔ تو اُسی کے مطابق فیصلہ کر دیتے تھے۔ اگر یہ بھی نہیں ہوتا تھا۔ تو نکلتے تھے۔ اور مسلمانوں سے پوچھتے تھے۔ کہتے تھے کہ میرے پاس اس نوعیت کا مقدمہ پیش ہوا ہے۔ کیا تم کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کا معاملہ کبھی فیصل کیا ہے؟ بعض اوقات ایسا ہوتا تھا کہ کئی آدمی رسول اللہ سے اس قسم کے معاملہ کا فیصلہ روایت کرتے تھے۔ تو حضرت ابوبکر شکر کرتے تھے کہ ابھی لوگ ایسے باقی ہیں۔ جو رسول اللہ سے روایت کرتے ہیں۔ اور اُس کے ساتھ فیصلہ کرتے تھے۔ اگر یہ بھی نہیں ممکن ہوتا تو بڑے بڑے اور برگزیدہ مسلمانوں کو جمع کرتے اور اُن سے مشورہ کرتے جس پر اجماع ہوتا۔ اُس کی رو سے فیصلہ کرتے۔ حضرت عمرؓ بھی اپنے زمانہ خلافت میں اسی طرح فیصلہ کیا کرتے تھے۔ اگر قرآن اور سنت میں نہیں ملتا تھا تو دیکھتے تھے کہ حضرت ابوبکر نے بھی اس قسم کا کوئی فیصلہ کیا ہے۔ یا نہیں۔ اگر ملتا تو اُسی کے مطابق فیصلہ کرتے ورنہ تو معزز مسلمانوں کو بلا کر مشورہ کرتے۔ اور جس پر اتفاق رائے ہوتا اُسی کی رو سے فیصلہ ہوتا۔

Marfat.com

اسلام میں فیصلے کا طریقہ

جو شخص اصولِ شریعت سے واقف ہے وہ جانتا ہے کہ احکام قرآنی ضرورت اور موقع کے لحاظ سے اُترتے رہے ہیں اور سنّت نبوی جس میں کوئی حکم وارد ہے۔ جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فیصلہ کیا ہے۔ وہ بحیثیت ایک اصل عام اور قانون کلّی کے ہے۔ جس کی یہ شان نہیں ہے۔ کہ وہ جزئیات حوادث کو جس کی یہ حالت ہے کہ وہ ہر وقت اور ہر جگہ بدلتے رہتے ہیں احاطہ کرے۔ اسی لئے جب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت معاذ کو یمن کی طرف بھیجا تو اُن سے کہا کہ کس چیز کے ساتھ تم حکمرانی کرو گے؟ اُنھوں نے کہا کہ کتاب اللہ کے ساتھ۔ فرمایا اگر اُس میں نہ ملے۔ کہا پھر سنّت رسول اللہ صلعم کے ساتھ فرمایا۔ اگر اُس میں بھی نہ ملے۔ کہا اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے کہ اُس نے اپنے رسول کے فرستادہ کو اللہ اور رسول کے راضی کرنے کی توفیق دی۔ اس سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت ابوبکر کو کسی معاملہ میں جب کہ کتاب اللہ اور سنّت رسول اللہ اُس پر ناطق نہ ہو اپنی رائے سے اجتہاد کرنے کا اختیار حاصل تھا۔ اور باوجود اس کے۔ کہ اُن کا علم اور دینی معاملات میں اُن کی بصیرت بہت زیادہ تھی

Marfat.com

مگر اُن کا عدل اور تقوےٰ اس بات پر اُن کو مجبور کرتا تھا کہ کسی معاملہ میں جبکہ نصّ صریح یا سنتہ نہیں ملتی تھی تو وہ بلا اجماع رائے صحابہ کے اس کا فیصلہ اپنے مغز و اجتہاد سے نہیں کرتے تھے یہ کمال احتیاط تھا۔ حضرت عمرؓ بھی اپنے زمانۂ خلافت میں بالکل اسی اصول کے پابند رہے۔ اور بالکل حضرت ابوبکر کی طرح انھوں نے خلافت کا انصرام کیا۔

ترمذی نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے روایت کی ہے کہ پیروی کرو ابوبکر اور عمر کی جو کہ میرے بعد ہیں" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں خصوصیت کے ساتھ چند باتیں ہیں جن سے ہم سکوت کرنا اس کتاب میں مناسب نہیں سمجھتے۔

اجتہاد کے لغوی معنی کوشش صرف کرنے کے ہیں۔ حضرت معاذ کا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے یہ کہنا کہ میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا بظاہر یہ معنے رکھتا ہے کہ تلاش حق اور اہل رائے کے مشورہ کے بعد جو کوشش سے رائے پیدا ہوگی اسی کے ساتھ حکم کروں گا۔ یہاں پر کوئی قرینہ ایسا نہیں ہے جو اجتہاد کے معنے کوئی دوسرے سمجھے جائیں۔ اور معاذ کے اس قول پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم راضی ہوگئے۔ اور اس کی اجازت اُن کو عطا فرمائی۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے اسلام کو آسان کیا ہے۔ مشکل نہیں بنایا۔ قرآن مجید میں ہے یرید اللّٰہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر

Marfat.com

اور حضرت کی اجتہاد پر رضامندی اس وجہ سے تھی کہ مسلمانوں کے مصالح میں خلل واقع نہ ہو۔ اور اُن کے معاملات نہ رک جائیں یہ بات بدیہی ہے کہ یہ اجازت اس بات کا ثبوت ہے کہ اجتہاد ایک شرعی امر ہے۔ اور اُن تمام اشخاص میں جو مسلمانوں کی مصلحت کے خواہاں ہیں سب سے بہتر حضرت ابوبکر تھے۔ اور باوجود اس کے کہ اجتہاد بالرائے کی اجازت تھی۔ وہ کبھی صرف اپنی رائے سے حکم نہیں دیتے تھے۔ بلکہ ممتاز اور ذی رائے مسلمانوں کی مصلحت خواہی کا کوئی پہلو باقی نہ رہ جائے۔

ان سب باتوں سے کئی نتیجے نکلے۔ پہلا یہ کہ جبوقت کسی حکم کے متعلق کوئی نص نہ موجود ہو اُسوقت اجتہاد مشروع ہے۔ دوسرا یہ کہ اجتہاد اپنے لغوی معنے کے مطابق مصلحت اور حق کے لئے ہوگا۔ اور اُسوقت یہ قاطع سمجھا جائے گا۔ جبکہ کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ میں امر متنازعہ کے لئے کوئی حکم نہ ملے۔ تیسرا یہ کہ حضرت ابوبکر کی سنت مشورہ ہے۔ اس کی متابعت حضرت عمر نے کی۔ اور یہی دونوں شخص امت میں سب سے بہتر ہیں تو بعد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی کی سنت کی پیروی کرنی ضروری ہے۔ جیسا کہ ہم نے پہلی حدیث بیان کی۔

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے نظام اجتماعی اور اُن کے اندر بعد میں جو خلل واقع ہوا۔ اور اُن کی خدمت میں

فساد پڑ گیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ انھوں نے مشورہ چھوڑ دیا۔ اور صرف اپنی رائے سے کام لیا۔ بڑے بڑے مصالح اور قومی حقوق کو صرف اپنی رائے سے طے کرنے لگے۔ اور دین کی رعایت اور مصالح عامہ کا خیال نہ رہا۔ حالانکہ مشورہ ایک ضروری چیز ہے۔ کیونکہ اسلام نے تمام جزئیات اور فیصلہ کا احصا نہیں کیا ہے۔ اور نہ اس بات سے روک سکتا ہے کہ لوگ کلیات قوانین کو حصر کر کے اس سے جزئی معاملات کا تصفیہ کیا کریں۔

اسلام میں فیصلے کی حالت بہت بگڑتی گئی۔ اور اس نے انکی اجتماعی حالت میں بہت بڑا نقص پیدا کیا۔ لیکن اس میں اسلام کا کیا قصور ہے۔ وہ ایک سچا اور آسان دین ہے۔ اس لئے اُمت پر تنگی نہیں روا رکھی۔ اور حسب ضرورت فیصلہ کی توسیع کی اجازت دی ہے۔ جبکہ عدل اور حق مصلحت عامہ کے خلاف نہ ہو۔ اُسی کے مطابق خلفائے راشدین اپنی خلافت کے زمانہ میں عمل کرتے رہے۔ جبکہ امت کا حال نہایت اچھا تھا۔ لوگ فطرتی دین اسلام اور اُس کی حمایت کے جوش میں تھے۔ اُن کے دل صاف تھے۔ جب لوگ جہاد میں مشغول ہوئے اور اُن کی فتح کا دائرہ وسیع ہو گیا۔ وہ غیر قوموں سے مختلط ہو گئے۔ تو اسلامی سیاست میں ایک تغیر عظیم واقع ہو گیا۔ اس کے علاوہ اُن کے اصول تمدن اور طریق معاشرت میں بھی اختلاف واقع ہوا۔ اور معاملات

Marfat.com

میں وسعت پیدا ہوگئی۔ نئے نئے قوانین اور فیصلہ کی ضرورت محسوس ہوئی۔ جس میں نادان بادشاہوں نے خلفاء کے طرز مشورہ کو چھوڑ کر اپنے مبلغ علم کے مطابق فیصلہ کرنا شروع کیا۔ جس میں وہ مصالح عام اور جادۂ انصاف دونوں سے دور جا پڑے۔ اور زخارف عالم فانی اور سطوت سلطانی نے اُنکو اپنی طرف مائل کرلیا۔ اُن کا میلان شریعت اور احکام رسالت کی طرف زیادہ نہیں رہا۔ گو اصول اسلامی برتے جاتے تھے۔ لیکن حکاموں کی خودغرضی اور غفلت سے اسلام کے مطابق بہت کم فیصلے ہوتے تھے۔

اسی زمانہ میں تابعین کی ایک جماعت پیدا ہوئی جن کو یہ شوق ہوا کہ تعلیم نبوت اور سنت جو اب تک لوگوں کے سینوں میں چلی آتی تھی۔ مدون کی جائے۔ اور انھوں نے جابجا شیوخ اور دیگر علمائے عصر سے مدد حاصل کر کے اس کو لکھنا شروع کیا۔ اور پوری طرح پر شریعت کو ضبط کیا۔ اس کے بعد ائمہ مجتہدین پیدا ہوئے۔ جن کو قرآن اور احادیث بالکل مکمل ملتیں۔ اُنھوں نے قرآن اور حدیث میں تفقہ کرنا شروع کیا اور اس کے بعد استنباط اور تفریع میں مشغول ہوئے۔ اُنھوں نے ایک مادہ علم الفروع کا نکالا۔ جو عبادات اور معاملات دونوں قسموں کو شامل ہے۔ اس جماعت نے اسلامی بہت بڑی خدمت کی۔ فیصلہ کے تمام جزئیات اور کلیات کو جہاں تک کہ اجتہاد کر سکے ضبط تحریر میں لائے۔ اور اُمت کے لئے صرف یہی رہ گیا۔ کہ وہ اُن مسائل کو معلوم کر کے بس

اور انھیں کے مطابق فیصلہ کریں۔ البتہ اعتقادات اور عبادات اپنی اُسی حالت پر رہے۔ کیونکہ وہ رائے سے متعلق نہیں ہیں۔ بلکہ اُن کے اصول کتاب اور سنت سے ثابت ہیں۔ ائمہ مجتہدین نے صرف اُس کی توضیح اور اُس کے فروعات کی تشریح کر دی ہے لیکن معاملات میں یہ بات نہیں ہے۔ اُس میں اکثر رائے کی ضرورت پڑتی ہے۔ اسی وجہ سے ایک ایک مسئلہ میں سیکڑوں اختلافات ہوتے تھے مختلف رائیں ہو جاتی تھیں۔ جس کی وجہ یہ ہوتی تھی کہ ہر ایک فرد اپنی اپنی رائے کے مطابق اجتہاد کرتا تھا۔ اور قیاس استنباط الگ الگ برتتا تھا۔ اگر اللہ تعالٰی ان لوگوں کو بھی ویسی ہی توفیق دیتا۔ جیسی حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو دی تھی۔ اور یہ لوگ اُن معاملات میں جو کتاب و سنت میں نہیں ملتے تھے مشورہ کرکے اجماع رائے کے ساتھ فروعات کا استنباط کرتے تھے۔ تو لوگ ان کے بعد ان کے اجتہادات کو بعد کتاب اور سنت کے سمجھ کر بلا کسی بدگمانی کے مستعمل کرتے۔ اور اُس سے مصلحت عامہ اور حقوق کی پوری نگہداشت ہوتی۔ لیکن چونکہ انفرادی رائے کو زیادہ دخل رہا۔ اس وجہ سے اسلام میں فیصلہ کا انتظام ٹھیک نہیں رہا۔ اور اُس میں خلل واقع ہوگیا۔ کیونکہ صرف شخصی رائے ہر زمانہ اور ہر وقت کے مناسب مصالح عامہ کے لئے کام نہیں دے سکتی۔ تا وقتیکہ بہت سے مدبرین اُس کے ہر پہلو کو امعانی نظر سے نہ دیکھیں۔ اور ہر زمانہ کے مصالح کا لحاظ نہ رکھیں۔

Marfat.com

نظام قضا یعنی قانون فیصلہ ملک کی تمدنی حالت اور ترقی میں بہت کچھ دخل رکھتا ہے۔ اسلئے کہ تواریخ شاہد ہیں کہ جس قوم نے نظام قضا کو عدل اور انصاف کے ساتھ رکھا۔ اور مصالح وقت کے مناسب اسکو ترتیب دیا۔ اُن کی حکومت کو عروج اور استحکام نصیب ہوا۔ اور اگر وہ ظلم وستم کے پہلو پر رکھا گیا تو بہت جلد حکومت کی بُنیاد منہدم ہوگئی۔ کیونکہ جب تک محکوم قوم کے حقوق کی پوری نگہداشت قانونی نہ ہوگی اس وقت تک حکومت کی بُنیاد قائم نہیں رہ سکتی۔

ان سب بیانات بالا سے معاذ اللہ میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں ائمہ پر عیب گیری کروں۔ اور اُن کے ضروری قوانین اجتماعیہ اور علم الفروع کو خلاف مصلحت اور ناقص بتاؤں۔ کیونکہ اُنھوں نے جسقدر شریعت کی خدمت کی وہ قابل قدر ہے۔ اور ہر طرح پر وہ اس کے مستحق ہیں۔ کیونکہ اُن کا کام انسانی انتہائی کوشش کی حد تک پہنچا ہوا ہے۔ لیکن چونکہ وہ اسلام کے ابتدائی منازل میں تھے اُس وقت عدل وتقوےٰ مسلمانوں میں بہت تھا۔ اسوجہ سے وہ آئندہ زمانہ کی حالت جس میں لوگوں کے بگڑنے اور معاملات کے خراب ہو جانے سے فیصلہ کی صورتیں بدل گئیں۔ اور نئے نئے قسم کے معاملات پیش ہوئے نہیں قیاس کر سکے۔ اور بہت سی باتیں رہ گئیں۔ جن کی زمانہ کو بعد میں ضرورت پیش آئی۔ سب سے بڑی خرابی جو واقع ہوئی

وہ یہ ہے کہ ہر ایک مسئلہ میں اختلاف ہوگیا۔ اور اس حد تک بڑھا کہ کوئی شخص دونوں فریق کی دلیلیں دیکھ کر کسی کی صحت پر یقین نہیں کر سکتا اور نہیں سمجھ سکتا کہ اس مسئلہ میں اصلیت کیا ہے۔ وہ منجر الاعتقاد ہوتا ہے۔ اسی طرح پر گویا ہزاروں مسئلے بالکل رمز ہوگئے ہیں۔ اور اُن سے کسی صحیح نتیجے کا برآمد کرنا بہت مشکل ہے۔ علما اور مفتیوں کی یہ حالت رہی کہ وہ ایک خاص گروہ کے پابند ہو کر اُسکے دلائل کے مطابق ہر ایک مسئلہ میں ترجیح دیتے رہے۔ اور دوسرا دوسرے طریق سے۔ یوں ہی تعداد مذاہب پیدا ہوگئی۔

احکام عقوبات جس میں کوئی نص صریح کتاب اور سنت میں وارد نہیں ہے۔ مثلاً ضرب۔ تعزیر۔ قید۔ اس میں ائمہ اور علما نے رائے اور استنباط سے قوانین وضع کئے ہیں۔ اور اُس میں جرائم کے ایسے درجے مقرر نہیں کئے ہیں۔ جس سے تحکم نفسانی کو کوئی دخل نہ دے سکے۔ اسی وجہ سے ظالم حکام کو ان قوانین کے مطابق بہت کچھ جور و ستم کے موقعے ملتے تھے۔ اور لوگوں کے حقوق اور اموال کو سلب کرتے تھے۔ خاص کر اُس زمانہ میں جبکہ خلفا پردہ میں رہتے تھے۔ اور لوگوں کی رسائی وہاں تک نہیں ہو سکتی تھی۔ اور وہ اپنے قصر معلّے میں عیش و عشرت کرتے تھے۔ اور یہی اُن کو موقع ملتا تھا کیونکہ اُن کے مظالم کی داد و فریاد سننے والا کوئی نہیں رہ جاتا تھا اس طرح کا ظلم جب کسی قوم میں پھیل جاتا ہے۔ تو اُسکے اخلاق

Marfat.com

بگڑ جاتے ہیں۔ اُس کی اجتماعی قوت میں ضعف آجاتا ہے۔ نفاق پھیل جاتا ہے۔ رعایا حکاّم کی نظروں میں ذلیل ہو جاتی ہے۔ وہ خودداری کے ساتھ تمدن اور ترقی کی راہوں کو نہیں طے کر سکتی کیونکہ یہ خیال ہوتا ہے کہ ظالم حکاّم کسی دن ہماری دولت چھین لیں گے۔ اور تجارت اور صناعت کے کاروبار بالکل رُک جاتے ہیں۔ ابن خلدون نے اپنے زمانہ کے حکاّم کی کیفیت لکھتے ہوئے بیان کیا ہے۔ کہ جان و مال کے امن کے لئے حکام کی نرم خلاقی ایک لازمی امر ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ مسلمانوں میں اس کی حالت خراب ہوتی گئی۔ اور آخر نوبت بایں جا رسید کہ تمام پولیٹکل قوت اور حکومت کھو کر بیٹھ رہے۔

اس کے بعد تبادلہ مسئولیتہ کا مسئلہ ہے۔ یعنی عمّال اور حکام کے طبقے اور ہر ایک کو اُنکے مناسب کام پر مقرر کرنا۔ تاکہ ہر ایک کام صلاحیت اور دلچسپی سے ہو۔ ائمہ اور علما نے اس مسئلہ پر خاص خاص کتابیں لکھی ہیں مثلاً احکام السّلطانیہ اور آداب القضاۃ والمفتین وغیرہ۔ لیکن اس میں بھی بہت اختلاف واقع ہے۔ اور عقوبات اور سزائیں جو ایسے مجرموں کو دی جا سکتی ہیں اُن کی مطلق تعین نہیں کی۔ اگر کہیں کہیں کچھ لکھا ہے۔ تو وہ معدوم کے حکم میں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کتابوں میں مسئولیت کے حدود کی تعیین نہیں کی گئی۔ اور کہ سلطنت کا ایسا انتظام جو مسلسل اور

Marfat.com

اور مربوط ہو نہیں لکھا گیا۔ جس سے یہ معلوم ہو کہ بڑے حاکم کی سطوت چھوٹے حاکم پر کامل ہوتی ہے۔ ان غیر منظم قواعد سے رعایا کو جسقدر تکلیف ہوتی ہے اُسکا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ سلطنت عثمانیہ ہی کا دل دیکھو کہ ابھی زیادہ زمانہ نہیں گذرا ہے کہ پٹواری تک بھی مدیوں کو قید کی سزا دینے کا مجاز تھا۔ جبتک کہ وہاں یہ قانون نہیں جاری کیا گیا تھا۔ جو اب جاری ہے۔ اس سے بھی زیادہ سخت اور غیر منظم حالت اسوقت مراکش کی ہے۔ جہاں قیدی جیل میں مدتوں رہکر مر جاتا ہے۔ اور یہ نہیں اُس کو معلوم ہوتا۔ کہ میری قید کا سبب کیا ہے۔ اور نہ جیلر اُس کے مرنے کی خبر لیتا ہے۔ نہ کچھ توجہ حکام کو ہوتی ہے۔ صرف وہ شخص کچھ محسوس کرتا ہے جس نے اُسکو مال یا انتقام لینے یا تشفی کی غرض سے قید کیا تھا۔ یہی انتہائی ظلم ہے۔ اور اُس کی خرابی محض اسوجہ سے ہے کہ نظام قضا اور قوانین عدالت ناکافی ہیں۔ اور عمال و حکام کا سلسلہ مربوط نہیں ہے۔ کہ ایک دوسرے کے نگراں ہونے کا حق حاصل ہو۔

لیکن حاشا و کلا اس جور و ستم سے اسلام بالکل بری ہے۔ یہ سب انفرادی اور شخصی اجتہاد اور رائوں کا نتیجہ ہے۔ اُن معاملوں میں جن میں کوئی نص صریح کتاب اور سنت میں نہیں ملی۔ کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہیں پیش آئے تھے

اسی لیے حضرت ابوبکر یا عمر رضی اللہ عنہما کے سامنے اس قسم کے مقدمات پیش ہوتے تھے۔ تو وہ لوگ اپنی رائے میں اور مسلمانوں کی رائے کو کتاب اور سنت کی تلاش کے بعد شریک کرتے۔ اور اسی سے فیصلہ کرتے۔ یہی حال ائمہ مذاہب کا تھا۔ فروعی مسائل میں اجتہاد صرف اسی غرض سے کرتے تھے کہ امت کے معاملات رکنے نہ پائیں اور معاملات بڑھنے سے جسقدر نئی نئی صورتیں پیش آتی تھیں ان کے لئے رائے قائم کرکے اس کی صورت نکال دینا وہ ضروری سمجھتے تھے۔ عمر بن عبدالعزیز سے روایت ہے کہ فیصلہ جات اسی قدر اختراع کیے جائیں گے جسقدر لوگوں میں تنازعات پیدا ہوتے جائیں گے اسی قاعدہ پر مالکیہ نے عمل کیا۔

ان بیانات سے معلوم ہوا کہ شریعت کے احکام بطور کلی کے ہیں جو تمام احکام کو شامل ہیں۔ ان میں کسی قسم کا اختلاف نہیں واقع ہوا ہے۔ اور اس کے مطابق ہر طرح پر سیاست کاملہ حاصل ہو سکتی ہے۔ جس طرح پر دولت عثمانیہ نے مجلہ احکام شرعیہ ترتیب دے لیا ہے۔ کہ اسی کے مطابق تمام کاروبار ہوتے چلتے ہیں۔ اور نہ لوگوں کو ہر جزئی معاملہ میں استفتا کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اور نہ اہل الرائے کو نصوص شرعیہ میں تحمیل کرنے کا موقع ملتا ہے۔

اسقدر بیان ہم سمجھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کی پیروی کرنے والوں کے لئے کافی ہوگا واللہ اعلم

Marfat.com

حضرت ابوبکرؓ کی اولیات

حضرت ابوبکر اسلام میں پہلے شخص ہیں جو خلیفہ کے لقب سے پکارے گئے - اور یہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے خلافت پائی - اور اُن کے باپ زندہ تھے - یہ پہلے شخص ہیں جن کے لئے رعایائے عرب نے خراج دینا تسلیم کیا - اور یہ پہلے شخص ہیں جو رسالتماب صلعم پر صدق دل سے ایمان لائے - جس کا بیان پیشتر ہم نہایت وضاحت کے ساتھ کر چکے ہیں - اور یہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے قرآن شریف جمع کیا - اور یہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے بیت المال بنایا -

خطوط اور خطبے

اُن کے زمانہ میں جو احکام اُن امرا کو لکھے جاتے تھے جو مرتدوں کی جنگ کے لئے مقرر ہوتے تھے - اُن کا مضمون یہ ہوتا تھا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

منجانب ابوبکر خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فلاں شخص کے نام جسکو کہ مرتدین عن الاسلام کی جنگ کے لئے بھیجا ہے - اور اس سے یہ عہد لیا ہے کہ وہ اپنے تمام ظاہری اور باطنی کاموں میں جہاں تک ہو سکے اللہ سے ڈرے اور اسکو حکم دیا ہے کہ وہ اللہ کی

راہ میں کوشش کرے۔ اور اُس شخص سے جہاد کرے جو دینِ اسلام
سے منحرف اور شیطان کی طرف مائل ہو گیا ہے۔ پہلے اُن کو اسلام
کی دعوت کرے۔ اگر وہ قبول کریں تو باز رہے اور اگر نہ قبول کریں
تو سخت تاخت و تاراج کرے۔ یہاں تک کہ وہ اقرار کریں۔ پھر اُنکو
جو اُن کے فرائض یا حقوق ہیں بتلائے۔ اُن سے جو کچھ لینا چاہیئے
لے اور جو کچھ دینا چاہیئے دے۔ اُن کے دشمنوں نے مسلمانوں کو
لڑنے سے نہ روکے۔ جو شخص اللہ اور اُس کے رسول کا مقر ہو۔ اُن
کے احکامات مانتا ہو۔ اُن کو مقبول اور موافق سمجھے۔ اور اچھے
کاموں میں اُن کی مدد کرے۔ اور جو انکار کرے اُس سے جنگ
کرے۔ یہاں تک کہ وہ اقرار کرے۔ اگر اللہ فتح دے تو جو مال
غنیمت لے اس میں خمس نکال کر تقسیم کر دے۔ اور باقی ہمارے پاس
بھیج دے۔ اپنے ساتھیوں کو جلدی اور فتنہ و فساد سے روکے
اُن کے حالات کی غور و پرداخت کرتا رہے۔ تاکہ وہ اُس کے
مددگار رہوں۔ اور اپنی طرف سے مسلمانوں کے لانے میں کوشش کریں۔
اور اُن کے ساتھ مروت اور محبت کا برتاؤ کرے۔ کوچ و مقام میں
اُن کے ساتھ رہے۔ اور اُن کی نگہبانی کرتا رہے۔ کسی کو کسی
پر حد نہ دلائے۔ اور حسنِ صحبت کی تاکید کرتا رہے۔ نرمی سے
اُن کے ساتھ گفتگو کرے۔ الیٰ آخرہ۔

مرتدین کے نام جو اُنھوں نے فرمان بھیجا تھا۔ اُسکا مضمون یہ تھا:

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

منجانب ابو بکر خلیفہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اُن اشخاص کے نام جنکو میرا یہ فرمان عام یا خاص مسلمانوں یا مردوں کو ملے۔

السلام علی من اتبع الھدیٰ۔ میں اس کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور میں اس بات پر شہادت دیتا ہوں کہ اللہ وحدہ لاشریک ہے۔ محمدؐ اُس کے بندے ہیں۔ اور اسکے رسول ہیں۔ اور جو کچھ وہ لائے ہیں میں اُس پر ایمان لاتا ہوں اس کے بعد واضح ہو کہ اللہ تعالےٰ نے محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشیر و نذیر کرکے بھیجا۔ جو کہ اللہ کی طرف لوگوں کو بلاتے تھے۔ وہ روشن چراغ تھے۔ وہ اُن کو خوف دلاتے تھے جن کے دل میں نور ایماں تھا۔ اللہ تعالےٰ اُس شخص کو ہدایت کرتا ہے جو اُس کو قبول کرتا ہے۔ اور جو اُس سے روگردانی کرتا ہے اُس سے مُنہ موڑ لیتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حکم سے ایسے لوگوں سے جہاد کیا اور اُن کو مسلمان بنایا۔ پھر جب آپ رسالت کا کام پورا کر چکے۔ اور حق تھا وہ ادا کر دیا۔ تو آپ کی وفات ہوئی۔ اللہ تعالےٰ نے اسکو قرآن میں پہلے ہی بیان کر دیا تھا اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُم مَّیِّتُوْنَ۔ تو جو شخص محمدؐ کی عبادت کرتا تھا تو محمدؐ اب مر گئے۔ اور جو اللہ تعالےٰ وحدہ لاشریک کی عبادت کرتا تھا۔ تو اللہ تعالےٰ زندہ ہے اور قادر ہے۔ نہ وہ مرے گا اور نہ اُسکو نیند آئے گی۔ وہ اپنے

دین کا محافظ ہے۔ اور اپنے دشمنوں سے انتقام لینے والا ہے۔
میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ تم لوگ اللہ سے ڈرو اور اُس چیز کو ہاتھ
سے نہ دو جو اُس کا مبارک نبی تمہارے پاس لایا۔ تم اللہ کے دین کو
مضبوط پکڑو۔ اور اللہ اُسی شخص کو ہدایت کرتا ہے جو ہدایت کا طلبگار
ہوتا ہے۔ جو شخص نبی کے دین کی مدد نہ کرے گا وہ ذلیل ہوگا۔ اور
جو اُس سے پھر جائے گا اللہ اُس پر عذاب کرے گا۔ مجھکو یہ خبر
ملی ہے کہ تم میں سے بہت سے لوگ دین سے پلٹ گئے۔ حالانکہ
پہلے اُنھوں نے دین کا اقرار کیا تھا۔ افسوس کہ شیطان نے اُنکے
دلوں پر قبضہ کر لیا۔ اور وہ صراط مستقیم کو بھول گئے۔ اور اللہ کو
دھوکا دیا۔ میں تمہاری طرف فلاں سردار لشکر کو مہاجرین اور انصار
کی جمعیت کے ساتھ روانہ کرتا ہوں۔ میں نے اُسکو حکم دیا ہے کہ
وہ تم سے مقابلہ نہ کرے تاوقتیکہ وہ تم کو دین اسلام کی طرف بلائے
اگر تم نے اقرار کر لیا۔ اور دین کو قبول کر لیا۔ تو وہ تمہاری مدد کریگا
لیکن اگر انکار کیا تو وہ تم سے لڑے گا۔ قتل کرے گا۔ اور تمہارے
گھروں میں آگ لگا دیگا۔ وہ تمہاری اولاد اور عورتوں کو گرفتار
کر لے گا۔ اور سوائے اسلام کے کسی چیز کو قبول نہ کرے گا۔ جو
شخص ایمان لائے گا اُس کے لئے بہتری ہوگی۔ اور جو نہیں لائیگا
وہ اللہ کو عاجز نہیں کر سکتا۔ میں نے اپنے فرستادہ کو حکم دیا ہے
کہ وہ میرے اس خط کو تمہارے ہر ایک مجمع اور جلسہ میں سُنائے۔ اگر تم

Marfat.com

اُس کے مطابق عمل کرو تو قبول کرے اور اگر انکار کرو تو جہاد کرے
فمن یھدی اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ومن اطاع اللّٰہ
ورسولہ فقد رشد واھتدیٰ

حضرت عمرؓ کے متعلق وصیت نامہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ وہ عہد نامہ ہے۔ جو ابوبکر خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لکھوایا جبوقت کہ اُنکا آخری قدم دنیا میں اور پہلا قدم آخرت میں ہے جبوقت کہ مسلمان کافر اور کافر مسلمان ہو جاتا ہے۔ میں نے تمھارے اوپر عمر خطاب کو عامل اور اپنا جانشین مقرر کیا۔ اگر انھوں نے نیکی اور عدل کیا تو بہتر ہے۔ اور یہی میں سمجھتا بھی ہوں اور اُن سے امید بھی یہی رکھتا ہوں۔ اور اگر ظلم کیا اور دین میں خرابی ڈالی تو میں غیب داں نہیں ہوں۔ مجھکو صرف بہتری مقصود ہے۔ اور ہر شخص کے لئے وہ ہے جو اُس نے کمایا۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون

عمرو بن عاص کے نام فرمان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس کے بعد واضح ہو کہ میں نے تم کو اس کام پر واپس بھیجا تھا جس پر

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو ایک بار والی مقرر کیا تھا۔ اور اُس کے بعد پھر آپ نے تمکو عمان بھیجا تھا۔ تاکہ تم مواعید کو پورا کرو اسلئے میں نے تم کو وہاں کا حکمران کیا تھا۔ اب پھر حکمران مقرر کرتا ہوں۔ اور میں چاہتا ہوں کہ ابو عبداللہ تم کو سبکدوش کردوں تاکہ تمھاری دین اور دنیا دونوں کی بھلائی ہو۔ بشرطیکہ تم اس کو پسند کرو۔

حضرت خالد کے نام فرمان

جس وقت کہ حضرت ابوبکر حج سے واپس آرہے تھے۔ اس وقت خالد کے نام فرمان لکھا تھا۔ اور اُن پر عتاب کیا تھا۔ اور حکم دیا تھا کہ شام کے ملک پر جاؤ۔ وَھُوَ ھٰذَا

تم وہاں سے جاؤ۔ اور مسلمانوں کی جماعت کو یرموک میں جمع کرو کیونکہ وہ تکلیف اور سختی میں ہیں۔ اور ہرگز ایسا کام پھر نہ کرو۔ جیسا کہ تم نے اب کیا ہے۔ کہ تھوڑے آدمیوں کو لے کر تم تکلیف میں ڈالتے ہو۔ تمھارے دور کرنے سے اُن کے دل کا غم دور نہیں ہوسکتا تم اپنی نیت کو پاک رکھو اور کوشش کرو۔ اللہ تمھاری کوشش پوری کرے گا۔ تم ہرگز خود پسندی کو اپنے دل میں راہ نہ دو ورنہ اس سے ناکامیاب اور ذلیل ہو جاؤ گے۔

ابو عبیدہ ابن الجراح کے نام فرمان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

منجانب ابوبکر صدیق بجانب ابو عبیدہ ابن الجراح - سلام علیک اس کے بعد واضح ہو کہ جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لاتا ہے اس کو منع کرو کہ دارین کے مواضعات میں وہ فتنہ اور فساد نہ برپا کرے - اگر وہاں کے باشندے وطن چھوڑ کر چلے گئے ہیں - اور لوگ چاہتے ہیں کہ زراعت کریں - تو کرنے دو - لیکن جب وہ باشندے واپس آجائیں تو وہی اس کے مستحق ہیں - والسلام -

جاہلیت اور اسلام میں خطبہ کی کیفیت

کسی اہم بات کو ایک مجمع میں کھڑے ہو کر بیان کرنے کو خطابت کہتے ہیں - عربی خطابت کی مجمل تاریخ یہ ہے کہ وہ شعر کی طرح انمیں قدیم سے رائج ہے - لوگوں کو اس سے بہت شوق تھا - اور تاریخ میں اس کا بڑا اشمار کیا جاتا ہے - گو یہ باب بہت وسیع ہے لیکن ہم مختصراً اس کے اہم اور مناسب تذکرہ کو بیان کرنا چاہتے ہیں کیونکہ اس کے بعد ہم حضرت ابوبکرؓ کے خطبوں کا ذکر کریں گے اس لئے بطور تمہید کے اس کا بیان مناسب ہوا +

Marfat.com

خطابت میں عرب کی یہ عادت تھی کہ خطیب کھڑا ہو کر لوگوں کی طرف متوجہ ہوتا تھا۔ اسلئے جب کوئی میدان میں خطبہ سناتا تھا۔ تو کسی بلند ٹیلے پر کھڑا ہو جاتا تھا۔ تاکہ وہ لوگوں کو دیکھے اور لوگ اُسے دیکھ سکیں۔ اور نہیں تو سواری پر بیٹھ کر خطبہ سناتا تھا۔ اگر آبادی میں ہوتا تھا۔ تو خطیب ممبر پر کھڑا ہوتا تھا۔ اور اس کے لئے یہ بھی ضروری ہوتا تھا۔ کہ وہ ہاتھ میں عصا رکھے۔ اگر عصا ہو تو کمان یا تلوار ہو کبھی کبھی نیزہ بھی ہوتا تھا۔ عرب میں اس کے متعلق بہت سے اشعار پائے جاتے ہیں۔ معن ابن اوس عصا کے متعلق لکھتا ہے۔

فلا تخطی العصا الخباءِ یوماً وقد تکفی المقادۃ والمقالا

لبید ابن ربیعہ قوس کی نسبت لکھتا ہے۔

ما ان اھاب اذا الرعق عمہ قرع القسی وارعش الرعید

جریر ابن الخطفی نیزہ کی بابت کہتا ہے۔

من للقناۃ اذا ما عی قائلھا ولا عنۃ یا عمرو ابن عمار

گو یہ سب زمانہ جہالت کے حالات ہیں۔ مگر اسلام میں بھی یہ رسم باقی رہ گئی۔ بہت سے شعرائے اسلام کے شعروں سے اس کا پتہ چلتا ہے۔ ایک شاعر لکھتا ہے۔

اذا قرعوا المنابر ثم خطوا باطراف المخاصر ھا الغضاب

نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی خطبہ ممبر پر کھڑے ہو کر سناتے تھے۔ یہی حال آپ کے بعد خلفائے راشدین کا بھی رہا۔ وہ لوگ ہر خطبے کو کھڑے

Marfat.com

ہو کر سناتے تھے۔ خطبہ نکاح میں نہیں کھڑے ہوتے تھے۔ بلکہ اسکو بیٹھ کر پڑھتے تھے۔ اسی لئے حضرت عمر فرماتے تھے۔ کہ ہم کو کوئی کلام اس قدر گراں نہیں گذرتا جس قدر نکاح کا خطبہ کیونکہ اس کو بیٹھ کر پڑھتا تھا۔ عرب کے نزدیک خطابت بہت ہی قابل قدر بات تھی اور شوقین طبع اس کے اوپر بھی فخر کرتے تھے۔ خطیب لوگ بہت معزز شمار کئے جاتے تھے۔ وہ خطبہ کے لئے نہایت عمدہ عمدہ الفاظ کا خزانہ اپنے دل میں جمع کرتے تھے۔ مگر تاہم اس بات کا خیال رکھتے تھے کہ وہ سادہ اور عام فہم ہوں۔ تاکہ جماعت اور قوم کے ہر طبقے کے لوگ اُسے سمجھ سکیں۔ جب اسلام آیا اور لوگوں کے دلوں میں ایک روحانی جوش پھیل گیا۔ عقل کا میدان وسیع ہو گیا اور غور و فکر اور پولیٹیکل معاملات کا احساس بڑھ گیا۔ تو اس بات کی بیحد قدر دانی ہوئی۔ اور صحابہ کے زمانہ میں اس کو اعلےٰ درجہ کی ترقی ہوئی۔ اور اس کی شان بہت بلندی پر پہنچ گئی۔

صحابہ اور تابعین کے زمانہ میں بڑے بڑے خطبا ہوئے اور اُن کے خطبوں کی کمال وقعت کی گئی۔ جو زمانہ جہالت میں نہیں ہو سکتی تھی۔ اس زمانہ میں خطابت کی ترقی کے کئی وجوہ ہوئے پہلی وجہ یہ ہے کہ قرآن نے جو اگرچہ انہیں کی زبان میں اُترا تھا لیکن اُن کی طلاقت لسانی اور بلاغت و فصاحت اور اسلوب بیان میں اُن کو نئے رنگ بتائے۔ اُس کے چیدہ الفاظ۔ جو

جا بجا اُن کے خطبوں میں آتے تھے۔ دل میں بے ساختہ چبھ جاتے تھے۔ اور یہ بڑا عیب شمار کیا جاتا تھا اگر خطبہ میں کوئی آیات قرآنی نہ استعمال کرے۔ جاحظ لکھتا ہے کہ جملان نے کہا کہ ابن زیاد کی مجلس میں ایک شخص نے خطبہ سُنایا۔ لوگ دنگ رہ گئے۔ ابن زیاد نے بھی اُسے پسند کیا۔ ایک شخص کو میں نے سُنا وہ دوسرے سے کہہ رہا تھا۔ کہ یہ عرب بھر میں سب سے اچھا خطیب شمار ہوتا۔ اگر اُس کے خطبہ میں قرآن مجید کی آیتیں بھی ہوتیں۔

جاحظ نے ھیثم سے ایک دوسری روایت کی ہے کہ عرب اُس خطبہ کو نہایت پسند کرتے تھے جس میں قرآنی آیتیں ہوا کرتی تھیں اس سے کلام میں رونق اور حسن آجاتا تھا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اسلام نے اُنکے اخلاق کو مہذب کر دیا تھا۔ اُنکی طبیعتوں میں بجائے عداوت اور سختی کے محبت اور رفق پیدا ہو گیا تھا۔ اسلئے اُنکے خُطبے بھی اسی رنگ کے ہوتے تھے۔ اور سُننے والوں کے دل ہلا دیتے تھے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ قرآن میں ترغیب اور ترہیب نہایت موقع کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔ جس سے لوگوں کے دل پر حد درجہ تاثیر ہوتی ہے۔ اس سے لوگوں نے مختلف طریقے ترغیب و ترہیب کے آخذ کئے۔ اور موقع موقع اسلوب بیان اور انداز تقریر میں ان دونوں باتوں کے ادا کرنے کی قدرت حاصل کی

ایک خطیب اپنی تقریر سے ایسی ایسی مہم سر کر دیتا تھا جو تلواروں سے نہیں ہو سکتی تھی۔ معرکۃ الآرا مسائل کا اسی کے زور سے لوگ تصفیہ کر لیتے تھے۔ اور لاکھوں مخالفوں کو خوش بیانی سے اپنا طرفدار بنا لیتے تھے۔ جس طرح کہ حضرت ابوبکر نے سقیفہ کے دن مہاجرین و انصار کو اپنے خطبے سے گرویدہ بنا لیا تھا۔ اور اس عظیم الشان مہم کو آن واحد میں طے کر دیا۔ یا جس طرح حجاج نے اہل عراق کو ایک خطبہ میں رام کر لیا جنھوں نے دولت مروانیہ کی اطاعت کو پس پشت ڈال رکھا تھا۔ اور اُن کے اوپر اپنی سطوت کا سکہ بٹھا دیا۔ اُن کے دل سے غرور اور فتنہ پردازی کا خیال یک قلم محو ہو گیا۔ جب کوئی عامل وہاں بھیجا جاتا تھا۔ تو وہ لوگ جمعہ کے دن جبکہ وہ خطبہ پر کھڑا ہوتا تھا۔ ڈھیلے اور پتھر سے اُس کو مارتے۔ اور منبر پر ذلیل کرتے۔ لیکن حجاج کے پر زور لفظوں نے اُن کو بالکل سرد کر دیا۔ اُن کے ہاتھوں سے خوف کی وجہ سے پتھر گر گئے۔ اور اُن کے دلوں پر اُس کی ہیبت طاری ہو گئی۔ جیسا کہ ہم آئندہ کسی موقع پر بیان کریں گے۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ اُس زمانہ میں اسلامی حکومت کا نطاق بہت وسیع ہو گیا تھا۔ غیر قوموں سے میل جول اور مخالطت کی وجہ سے اُنکے خیالات میں وسعت پیدا ہو گئی تھی۔ نیز چونکہ مختلف قبائل اور مختلف اقوام پر اُن کو برتری حاصل ہو گئی اس وجہ سے

اُن کی فکریں اُنکے خیالات وسیع ہو گئے - ہر قوم کے اخلاق اور اُن کے حالات دیکھنے کا اُنکو موقع ملا اور اُنکی معلومات میں وسعت پیدا ہو گئی - اسی وجہ سے اُن کی تقریریں معلومات سے پُر اور زوردار ہوتی تھیں - ابتدا میں اہل اسلام کو جو سب سے بہتر آلہ ملا وہ خطبہ تھا - وہ اپنی مدلل تقریر سے لوگوں کے دلوں پر اپنی صداقت کا سکہ جماتے تھے - اور بجائے اسکے کہ تلوار دل سے ملک فتح کریں خوش بیانی سے دلوں پر اپنا قبضہ جماتے تھے اور بلا مبالغہ اُن کی تقریریں جادو تھیں -

لیکن آخری مروانی حکومت کے زمانہ سے اس میں خرابی واقع ہو گئی جس کی وجہ سے عربی دنیا سے ایک بڑی کارآمد چیز نکل گئی - اور عربی زبان کا زیور چھن گیا - خلفاء میں عظمت اور تکبّر آگیا - اور وہ عام قوم کے بالمشافہہ ہونا اپنی شان کے خلاف سمجھنے لگے - حالانکہ خلفائے راشدین بلا وقت کے تعین کے جس وقت ضرورت پڑتی تھی فوراً خطبہ کے لئے لوگوں کو جمع کر کے کھڑے ہو جاتے تھے - اور اپنی دل نشین تقریر سے اُن کے دل میں مسئلہ کو اچھی طرح راسخ کر دیتے تھے -

اُس زمانہ میں مقرر کی لوگوں کے دلوں میں بہت بڑی عظمت تھی - اور خطابت ایک بہت بڑا کمال شمار کیا جاتا تھا - خاصکر جب خلیفہ یا امیر خود خطبہ سناتا تھا تو لوگوں کے دلوں میں اُسکی بیحد تاثیر ہوتی تھی

اگر اُن کے دل سخت ہو جاتے تھے۔ تو وہ اُن کو نرم کرتا تھا۔ اگر نافرمانی کی طرف مائل ہوتے تھے تو اطاعت کی رغبت دلاتا تھا موقع کے ساتھ اُن کی ترغیب و ترہیب کرتا رہتا تھا۔ جس سے لوگ اُس کی قدر کرتے تھے۔ اور اُس کی محبت کو اپنے دل میں جگہ دیتے تھے۔ جب وہ اُن سے مال یا جان کی خواہش کرتا تھا۔ تو وہ اُس کو بخوشی پیش کرتے تھے۔ ایسے امرا کی قوت جبروتی لوگوں کے دلوں پر حکمرانی کرتی تھی۔ اور اُن کی محبت ہر سینہ میں جوش زن رہتی تھی۔

سب سے پہلے خطابت میں ولید ابن عبدالملک کے زمانہ میں خرابی واقع ہوئی۔ اُس نے بیٹھ کر خطبہ سُنانا شروع کیا۔ حالانکہ اُس کے پیشتر خطیب لوگ کھڑے ہو کر سُناتے تھے۔ اُسی وقت سے اُس کا اثر اور اُس کی ہیبت لوگوں کے دلوں سے کم ہو گئی۔ اور خطابت کی وقعت جاتی رہی۔ اور اس کے بعد خلفا نے اس کو ایک ساب ہے وقعت چیز خیال کیا۔ خواہ اپنی ناقابلیت کی وجہ سے یا عیش پرستی سے۔

مسلمان خلفاء میں سب سے آخری خطیب ماموں رشید تھا۔ اس میں شک نہیں کہ اس نے نہایت عمدہ عمدہ خطبے سُنائے۔ اس کے بعد خلفا نے اُن نمازوں میں جو اُن کے پڑھانے کے لئے مخصوص تھیں۔ جیسے نماز جمعہ یا عیدین وغیرہ اپنا نائب مقرر کر دیا۔ اس طرح

کہ اور کاموں میں اُن کے نائب مقرر کیے گئے۔ اس وقت سے جمعہ کے دن منبر پر خطبہ پڑھا جانے لگا۔ لیکن محض بطور رسم کے جو اب تک چلا آتا ہے۔ اس سے کوئی نفع مترتب نہیں ہوا۔ اور ایسی مفید چیز خطابت اس طرح بالکل ضائع ہو گئی۔ خاصکر جبکہ بلاتفرق جہلا کو بھی یہ منصب دیا جانے لگا۔ جن کے منہ سے جہالت کی سموم اور گرد باد تیروں پر نکلنے لگی۔ اور لوگوں کی عقلوں پر گرد کدورت جہل کی تاریکی ڈالنے لگی۔ آج کل خطابت کے اصول کو مدبران یورپ نے خوب سمجھا ہے۔ اور وہ جس قدر اس سے کام لے رہے ہیں اُن کی عقل اور سلامت طبع کی روشن دلیل ہے۔

حضرت ابوبکرؓ کے خطبے

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نہایت فصیح تھے۔ اُن کی حجت بہت قوی ہوتی تھی۔ جب وہ خطبہ پڑھتے تھے تو اللہ تعالےٰ کا ذکر اور تخویف اور ترغیب بہت زیادہ کرتے تھے۔

زبیر ابن بکار روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطیبوں میں سب سے زیادہ فصیح حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ رضی اللہ عنہما ہیں۔ اب جو خطبے حضرت ابوبکرؓ کے مل سکے وہ یہاں درج کیے جاتے ہیں:۔

(۱)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو لوگوں میں بہت اختلاف پڑ گیا۔ کوئی اس کی تصدیق کرتا تھا کوئی تکذیب اتنے میں حضرت ابوبکرؓ وہاں آئے۔ اور وہ آیت پڑھی۔ وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علےٰ اعقابکم۔ اس کو سن کر لوگوں نے فوراً آپ کی موت کی تصدیق کی۔ اور اس آیت کو ہر شخص پڑھنے لگا۔ گویا یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ آیت ابھی اتری ہے۔ اس کے پیشتر نہیں اتری تھی۔ اس کے بعد وہاں سے باہر آئے۔ اور سب لوگوں کو مخاطب کر کے اس طرح تقریر فرمائی:۔

میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے۔ اس کے سوائے کوئی معبود نہیں۔ نہ کوئی اس کا شریک ہے۔ اور میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول اور اس کے بندے ہیں۔ اس بات کی بھی شہادت دیتا ہوں۔ کہ کہ کتاب جس طرح پر اتری ہے بالکل سچی ہے۔ اس کے بعد اللہ کی بہت کچھ تعریف کی۔ اور کہا کہ جو شخص محمدؐ کو پوجتا تھا۔ تو محمدؐ مر گئے اور جو اللہ کو پوجتا ہے تو اللہ زندہ ہے۔ نہیں مریگا۔ اللہ ہی کے معاملے کے لئے تم سے زیادہ مقدم اور بہتر ہے۔ تم لوگ جزع نکرو اللہ نے اپنے نبی کے لئے اپنا قرب بہ نسبت تمھارے قرب کے پسند کیا۔ اور ثواب و نعیم میں ان کو اٹھا لیا۔ اللہ کی کتاب اور نبی

Marfat.com

کی سنت تمہارے اندر رہ گئی۔ جس شخص نے ان دونوں کو لیا وہ عارف باللہ ہوا۔ اور جس نے اُن میں تفریق کی وہ مُنکر ٹھہرایا گیا۔ اے مومنو! تم لوگ اطمینان کے ساتھ قائم رہو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موت تم کو شیطان کی طرف نہ مائل کرے اور تمہارے دین میں اس سے رخنہ نہ پڑے۔ تم اس خیال کو۔ جو عاجز کرنے والا ہو اپنے دل سے نکال ڈالو۔ اور اللہ کی طرف رجوع کرو۔

۲

جو سقیفہ کے دن خطبہ پڑھا تھا۔ وہ بہت ہی پراثر تھا۔ پہلے اللہ کی تعریف کی۔ اور پھر فرمایا کہ صاحبو! ہم مہاجریں جو کہ تم سے پہلے کے مسلمان ہیں۔ از روئے حسب کے تم سے برتر ہیں۔ اور ان کی شکل بہ نسبت تمہارے حسین ہے۔ اُن کی اولاد تمام عرب سے زیادہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ دار ہیں پہلے ہم تمہارے پیشتر ایمان لائے۔ اللہ تعالے نے فرمایا ہے۔ والسابقون الاولون من المھاجرین والانصار الذین اتبعوھم باحسان ہم مہاجریں اور تم انصار ہو۔ تم ہمارے دینی بھائی اور دشمنوں کے مقابل میں ہمارے مددگار ہو۔ تم نے ہم کو ٹھکانا دیا۔ اور ہمارے ساتھ اچھا سلوک کیا۔ اللہ تعالے تم کو اس کی جزا دے ہم میں سے امیر ہوں اور تم میں وزیر ہوں۔ عرب نہ تسلیم کریں گے

Marfat.com

گرامی قریش کے قبیلے کو۔ اس لئے تم اپنے مہاجرین بھائیوں پر رشک نہ کرو اس بزرگی پر جو اللہ نے اُن کو عطا فرمائی ہے۔

۳

سقیفہ میں پھر ایک خطبہ پڑھا۔ اور فرمایا کہ ہم اہل اللہ ہیں۔ اور ہمارے گھر بیت اللہ سے زیادہ قریب ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم لوگوں کی قرابت بھی بہت اقرب ہے۔ خلافت اگر دو قبیلوں میں سے "خزرج" کو حاصل ہو جائے تو "اوس" کوئی کسر اُٹھا نہ رکھے گا۔ اور اگر "اوس" کو ہو جائے۔ تو خزرج کوئی کمی نہ کرے گا۔ اور دونوں قوموں میں بیحد کشت و خون ہو گا۔ جو مدتوں یادگار رہے گا۔ اسی لئے "خلافت ہم میں رہے اور وزارت تم میں"۔ اگر کوئی مخالفت پر آمادہ ہو گا۔ تو وہ دو شیروں کے درمیان ہو گا۔ مہاجرین اُس کو چبا جائیں گے۔ اور انصاری زخمی کر دیں گے۔

اس خطبے نے بیحد اثر کیا۔ اور انصار میں ایک عجیب تغیر پیدا کر دیا۔ "اوس" کو یہ خوف پیدا ہو گیا۔ کہ کہیں خلافت "خزرج" کے قبیلہ میں نہ چلی جائے۔ اور خزرج کو یہ خوف ہوا کہ کہیں اوس کو نہ مل جائے۔ اسلئے اُن کے تمام منصوبے ڈھیلے ہو گئے اور فوراً قریش کی خلافت پر بیعت کرنے کے لئے مستعد ہو گئے جس سے ایک بہت بڑا جھگڑا ایک لمحہ بھر میں طے ہو گیا +

Marfat.com

(۴۴)

جس وقت وہ خلیفہ مان لیئے گئے۔ اور بیعت خلافت ہو چکی تو آپ نے ایک خطبہ سنایا۔ پہلے اللہ کی حمد و ثنا کی اُس کے بعد فرمایا میں تم لوگوں کا ولی امر قرار پایا۔ میں تم لوگوں میں سب سے بڑھ کر لائق نہیں ہوں۔ لیکن قرآن اُترا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طریقے بتائے۔ اور ہم کو سکھایا۔ جس سے ہم واقف ہو گئے تم لوگ جانو کہ سب سے لائق اور عقل مند وہ شخص ہے جو متقی ہے۔ اور سب سے عاجز اور کمینہ وہ شخص ہے جو فاجر ہے۔ تم لوگوں میں جو شخص سب سے زیادہ قوی ہے وہ میرے نزدیک سب سے زیادہ ضعیف ہے۔ تا وقتیکہ میں اس سے ضعیف کا حق نہ دلوا دوں اور جو سب سے زیادہ ضعیف ہے میرے نزدیک وہ سب سے زیادہ قوی ہے۔ جب تک وہ اپنا حق نہ لے لے۔ صاحبان! میں متبع ہوں اگر بھلائی کروں تو تم لوگ میری مدد کرو۔ اور اگر ٹیڑھی راہ پر جاؤں۔ تو سیدھی راہ پر لاؤ۔ استغفر اللہ لی ولکم۔

حکومت اسلام پر بحث

علامہ سیوطی نے اپنی تاریخ میں اس خطبہ کو بیان کیا ہے۔ اور اس کے اخیر میں امام مالک رضی اللہ عنہ کا ایک قول لکھا ہے کہ کوئی شخص مدن

Marfat.com

ان شرائط کے (جو خطبہ میں بیان کی گئیں) امام نہیں ہو سکتا۔
اگر امام مالک کے اس قول پر غور کیا جائے اور حضرت ابوبکر کے خطبہ کو دیکھا جائے۔ اور پھر خلفاء راشدین کے بعد کے خلفا پر نظر ڈالی جائے۔ تو ایک بھی اس معیار پر پورا نہیں اترتا۔ اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ خلیفہ نہیں ہوتے تھے۔ بلکہ قہرمان اور جابر سلطان تھے۔ مسلمانوں نے کبھی بعد میں یہ نہیں کیا۔ کہ خلفاء نے جب جادۂ اعتدال سے تجاوز کیا تو اُن کو سمجھاتے۔ حضرت ابوبکر نے اس خطبہ میں آزادی حقوق کا ایسا اصل اصول قائم کر دیا ہے۔ جو پیغمبر نے قائم کیا تھا۔ اور ایسی آزادی اور عدل پر اگر سوچا جائے۔ تو دنیا میں کوئی حکومت نہیں پائی جا سکتی۔ پولیٹکل سیاست کا یہ قانون ہر ایک امت کے قانون سے خاص فضیلت رکھتا ہے۔ لیکن اس سے مسلمانوں نے بہت تھوڑے دن فائدہ اُٹھایا۔ جب تک کہ اُن میں اجتماعی یگانگت اور قومی روح رہی۔ اور یہ سمجھتے رہے۔ کہ باہمی تعاون اور تناصر سے ترقی حاصل ہو سکتی ہے۔ اور کام اور محنت سے ہم ایک اعلےٰ درجہ کی قوم بن سکتے ہیں۔ صرف خلیفہ کی ذات سے ہمارے کام اچھے نہیں ہو سکتے۔ اور نہ قومی ترقی کا وہ اسقدر بند و بست کر سکتا ہے۔ جس قدر قوم خود کر سکتی ہے۔ وہ بادشاہ یا خلیفہ کو انسانی افراد میں سے ایک فرد سمجھتے تھے۔ جس کا فرض یہ ہوتا تھا کہ مصلحت عامہ کا کام کرے

Marfat.com

وہ جب اچھا کام کرنا چاہتا تھا تو قوم اُس کی مدد کرتی تھی۔ اور جب کجروی اختیار کرتا تھا۔ تو لوگ اُس کو سیدھا راستہ بتاتے تھے لیکن جب مسلمانوں میں یہ حالت نہیں رہی۔ اور اُن میں عجز آ گیا۔ تو کل معاملات کو بادشاہوں کے سپرد کر دیا۔ اور فلاح امت اور ترقی قوم کا مدار اسی کو ٹھہرا لیا۔ تو خرابی واقع ہوگئی۔ اور ترقی کی راہ مسدود ہوگئی۔ حکمران اپنے کو اُن کا تمدنی۔ مذہبی۔ دنیاوی بادشاہ سمجھنے لگے۔ اور اس لئے عام کی نگاہوں کے سامنے سے اُن کو عار ہونے لگا۔ اور چونکہ ایک ہی ذات واحد کے ساتھ یہ تمام اہم امور متعلق ہوتے تھے۔ اسلئے وہ انجام نہیں دے سکتا تھا۔ خاص کر بادشاہوں کا گروہ جن کو آرام بہ نسبت محنت کے قدر زیادہ پسند ہوتا ہے چنانچہ اجتماع قومی ضائع ہو گیا۔ اور وہی ہونے لگا جو بادشاہ کی مرضی ہوتی تھی۔ خواہ رعایا اس سے خوش ہو یا ناخوش۔ اور آخر آزادی سلب ہوگئی۔ اور شخصی سلطنت کا سکہ بیٹھ گیا۔ اور آخر یہ ہوا کہ مسلمانوں کی زندگی بالکل غلامانہ ہوگئی۔ اور عدل و آزادی کے بجائے ظلم و ستم اُٹھانے لگے۔ اور اس قدر ظلم اُٹھانے کی خو ہوگئی کہ اس کا احساس بھی جاتا رہا۔ آزادی سے بہت دور پڑ گئے۔ اس کی بدیہی شہادت یہ ہے کہ اب تک جہاں کہیں بھی مسلمان ہیں اُن کو اپنے حقوق اور آزادی کی کم پرواہ ہے۔ اور بڑے اطمینان سے مظالم برداشت کرتے ہیں۔ کوئی بڑی

Marfat.com

سے بڑی سلطنت مسلمانوں کی آج اجتماع قومی ترقی اور آزادی حقوق میں ادنے سے ادنے یورپین سلطنتوں کے مقابل میں ہیچ ہے۔ اور یہ مسلمان اس مرض کی دوائی تلاش کرتے۔ تمام دنیا کے فلاسفہ سخت حیرت میں ہیں کہ مسلمان جن کی ترقی کی معراج تمام قوموں سے بڑھی ہوئی تھی۔ کیوں اس نکبت پر پہنچے۔ جو حد درجہ کی ذلت اور شقاوت کا ہے۔ اور کیوں اس بلا اور تکلیف میں صبر کے اسقدر مشتاق ہو گئے۔ خود فلاسفۂ اسلام بھی اس زوال اور اس نکبت کے اسباب تلاش کرنے میں متحیر ہیں۔ جس سے نہ صرف اہل اسلام نے اپنی سابقہ ترقی کو خیرباد کہا۔ بلکہ آئندہ اُن کی ترقی سے نا اُمیدی ہو گئی۔ یورپین مدبرین کا بیان ہے۔ کہ مسلمان اور یورپین قومیں قریب قریب ہیں۔ اُن کے قوےٰ اور اُن کی دماغی حالت مشابہ ہے۔ ان کی ترقی میں کوئی اضمحلال اور تنزل نہ پیدا ہوتا۔ مگر صرف اسوجہ سے پیدا ہوا ہے۔ کہ اُن کی ترقی کا باعث ایک دینی اور مذہبی جوش تھا۔ جس کے سست ہونے پر وہ بزدل ہو گئے۔ اور جس قدر وہ اسپرٹ کم ہوتی گئی اُسی قدر اُن کی قومی ترقی مٹتی گئی۔ لیکن یہ بیان بالکل منصفانہ ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کے زوال کے اسباب بہت سے ہیں جس سے اُن کے نظام دولت میں خلل واقع ہو گیا۔ نہ دین۔ کیونکہ یہ اُن کی قومی اسپرٹ کو بڑھانے والی چیز تھی۔ نہ کہ گھٹانے والی۔ اس کا

Marfat.com

سب سے بڑا سبب یہ ہے۔ کہ اجتماع قومی جو ترقی کا بہت بڑا آلہ تھا اُن کے ہاتھ سے جاتا رہا۔ اور اُنھوں نے پولٹیکل خیالات سے بالکل آزادی اختیار کر لی۔ تمام انتظامی۔ مذہبی۔ تمدنی معاملات کو اُمرا و سلاطین کے بھروسہ پر چھوڑ دیا۔ جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے۔ خلفاء راشدین کے زمانہ میں اُمورِ خلافت میں اُنھوں نے ضرورت سے زیادہ دخل دیا۔ اور بعد میں ضرورت سے کم۔ اس افراط اور تفریط سے اُن کے تمام کام خراب ہو گئے۔ عمال جو صوبوں پر حکمران ہوتے تھے۔ وہ علے الاطلاق بادشاہ تھے۔ اور سیاہ و سفید اُن کے اختیار میں تھا۔ سلطان یا امام کا برائے نام سکہ لگایا جاتا تھا۔ اس لئے مسلمانوں پر بے حد ظلم و ستم ہونے لگے۔ اور شخصی رایوں سے جس میں بہت سے بدنیت عمال کی ذاتی شرارتیں بھی شریک ہوتی تھیں۔ اُن کے اُمور اور تنازعات کا فیصلہ ہوتا تھا۔ اُس کے ظلم اور ستم کا کوئی سننے والا نہ تھا۔

اگر خلفائے اسلام یہ سمجھتے کہ وہی حالت جو خلفائے راشدین کی تھی۔ اور اُن کے اصول ہمارے مُلک اور نظام سلطنت کے لئے مفید ہیں۔ تو ہرگز اس قسم کا زوال نہ پیدا ہوتا لیکن اُنھوں نے ملکی انتظامات میں کسی کو دخل دینا کثرت آرا سے کام کا چلانا ناپسند کیا۔ اور بالکل شخصی حکومت ہو گئی جس سے اُن کے وہ خلافت کے پاک اصول جس نے قرینہ اور آزادی حقوق کے دلانے میں مقرر

کے اصولوں پربھی فوقیت حاصل کی تھی۔ ضائع ہوگئے۔ اور رفتہ رفتہ محکوم رعایا غلام شمار ہونے لگی۔ ہر ایک صوبہ حکومت اسلام کا ایک خودمختار حکومت ہوگیا۔ وہ اپنے ملحق المحدود بھائیوں سے لڑنے اور اُن پر غلبہ حاصل کرنے کو اپنی عزت اور ترقی کا ذریعہ خیال کرنے لگا۔ حالانکہ دونوں بحیثیت اسلام کے بھائی تھے۔ اور ایک کا حق دوسرے پر حرام تھا۔ عیش پسندی مزاج میں آگئی۔ اور بجائے مدبروں کے رقاصہ اور مغنیات کی قدر ہونے لگی۔ امام دارالخلافہ اپنے عیش و آرام میں سرمست رہتا تھا۔ اور اُسے بہت کم خبر ہوتی تھی کہ اُس کے تصرف کے باہر کیا ہورہا ہے۔ ایسی حالت میں مسلمانوں کا اب تک باقی رہنا ہی گویا ایک بہت بڑا معجزہ ہے۔ اور اس بات کی شہادت ہے کہ وہ کیسی عظیم الشان ترقی تھی کہ آج تیرہ صدی تک باوجود ایسی غفلت اور بے پروائی کے ان کا ایک بہت بڑا عنصر قائم ہے۔ ابتدائے اسلام کے زمانہ میں گو تھوڑے ہی عرصہ کے بعد تفرقہ باہمی واقع ہوگیا اور خود مسلمان ہی ایک دوسرے سے لڑتے رہے۔ مگر پھر بھی ان کی قوت دنیا کی تمام سلطنتوں کی قوت سے زیادہ تھی۔ اور ان کی توڑنے والی کوئی طاقت روئے زمین کے پردہ پر نہ تھی اگر خود ہی ایک دوسرے کو نہ توڑتے۔ اور بے پروائی سے کام نہ لیتے۔ اب آخر یہ نتیجہ ہوا۔ کہ یہ اپنی اعلٰے قوت کو بالکل بھول

Marfat.com

گئے۔ اور یورپین اقوام کی ترقی نے اُن کی نظروں کو خیرہ کر دیا۔ اور اُن کی عقلوں کو حیرت میں ڈال دیا۔ لیکن باوجود اس کے ان میں ترقی کا جوش نہیں آتا۔ اور یہ نہیں سوچتے کہ جس طریقہ سے ان قوموں نے ہم سے سبق لے کر اپنی ترقی میں کوشش کی اور کامیاب ہوئے اُسی طرح ہم بھی کیوں نہ کوشش کریں۔ اسلام کی سچی تعلیم اور پاک اصول ایسے ہیں کہ وہ کسی قوم کو نہیں حاصل ہو سکتے۔ اس میں حُب وطن اور اجتماع قوم کا جو سبق پڑھایا گیا ہے۔ وہ ترقی کے لیے بہت کافی ہے۔ اگر مسلمان اُس پر عملدرآمد کریں۔ اور اسلام کے اخلاق حسنہ سے آراستہ ہو جائیں۔ لیکن ع

کچھ ایسا سوئے ہیں سونے والے کہ جاگنا حشر تک قسم ہے

(۵)

ایک مرتبہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ خطبہ سُنایا۔

الحمد للہ وعلیٰ عبادہ الذین اصطفےٰ۔ اس کے بعد واضح ہو کہ میں تمھارا ولی امر بنایا گیا۔ حالانکہ میں اس کو ناپسند کرتا ہوں اور بعض وقت مجھ کو یہ خواہش ہوتی ہے کہ میری بجائے کوئی دوسرا شخص خلیفہ ہوتا۔ اور میں اس بار گراں سے نجات پاتا۔ اگر تم مجھ سے یہ خواہش رکھتے ہو کہ میں تم سے ویسا ہی طرز عمل رکھوں جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکھتے تھے۔ تو میں اس کے ناقابل ہوں۔ کیونکہ وہ اللہ کے ایک ایسے بندے تھے کہ اُن پر

وحی اترتی تھی۔ اور اس کی وجہ سے وہ ہر کام میں معصوم رہتے تھے۔ ان کو وحی خطا سے بچا لیتی تھی۔ میں تمھیں میں سے ایک آدمی ہوں اور تمھارے ہی جیسا میرا دل و دماغ ہے۔ جب تم دیکھو کہ میں سیدھی راہ پر چل رہا ہوں۔ تو میری مدد کرو۔ اور اگر کجروی اختیار کروں تو سیدھا راستہ بتاؤ۔ تم جانتے ہو کہ میرے ساتھ شیطان بھی ہے۔ جب تم دیکھو کہ میں غصے میں ہوں تو میرے پاس سے ہٹ جاؤ۔ تاکہ میں تمھارے حقوق اور مال و جان پر ظلم نہ کر بیٹھوں۔

واللہ اس خطبہ کے دیکھنے کے بعد معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت ابوبکر کس شان کے آدمی تھے۔ اور اگر کوئی شخص بعد انبیاء کے معصوم ہو سکتا ہے۔ تو ہم بلا خوف تردید یہ کہنے کے لئے تیار ہیں کہ وہ حضرت ابوبکرؓ ہیں۔ اپنے نفس کو کسقدر خاکسار نادار اور متواضعانہ رکھتے تھے۔ اور سبحان اللہ ادب نبوی کا کسقدر اتباع ہے۔ مسلمانوں کو اپنا مددگار اور رہنما خیال کرتے تھے۔ اور باوجود منصب خلافت کے اپنے کو ان سے فزوں تر نہیں سمجھتے تھے۔ اور خلافت کو حق من حقوق اللہ سمجھ کر کسقدر اس بار گراں سے خائف رہتے تھے۔ فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص دوسرا میری عوض خلیفہ ہوتا۔ تو میں اس سے سبکدوش ہو جاتا۔ اسلئے اللہ نے ان کے زمانے کو اسلام کے لئے مبارک

بنایا تھا۔ اللہ تعالے اُن سے راضی ہو۔

(۶)

جس وقت صحابہ نے اُن کو یہ مشورہ دیا کہ اہل ردّہ سے جنگ نہ کی جائے۔ اہل عرب کو اُن کے مقابلہ کی طاقت نہیں ہے تو حضرت ابوبکرؓ کھڑے ہوئے۔ اور سب کو مخاطب کر کے پہلے اللہ کی حمد و ثنا کی۔ پھر فرمایا!۔

صاحبو! جو شخص محمدؐ صلعم کی عبادت کرتا تھا۔ تو محمدؐ تو مر گئے اور جو اللہ تعالے کو پوجتا تھا۔ تو اللہ تعالے زندہ ہے۔ اور وہ کبھی نہیں مرے گا۔ اگر تمہارے دشمن زیادہ ہیں اور تم کم ہو تو اس کا خیال چھوڑ دو۔ اللہ کی ذات کی قسم یہ دین اسلام تمام ادیان غیر پر غالب ہو جائے گا۔ اگرچہ مشرک اس کو نہ پسند کریں۔ یہ وعدہ اللہ کا ہے اور بے شک سچا ہے۔ ہم حق کو باطل کے ساتھ نہ چھپائیں گے۔ کیونکہ باطل مٹ جاتا ہے اور حق باقی رہتا ہے۔ جو تم لوگ رائے دیتے ہو یہ خلاف حق ہے۔ بہت سے چھوٹے گروہ بڑے بڑے گروہوں پر غالب ہو گئے ہیں۔ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ صاحبو! اگر آپ لوگ مجھ کو تنہا چھوڑ دیں گے۔ اور میرا ساتھ نہ دیں گے تو بھی میں اُن سے جہاد کروں گا۔ یہاں تک کہ مقتول ہو جاؤں۔ واللہ اگر وہ لوگ ایک بکری زکوٰۃ کی روک رکھیں گے تو میں اُس

Marfat.com

جہاد کروں گا۔ اللہ سے میں مدد مانگتا ہوں اور وہی مددگار ہے۔

(۷)

بحرین کی تحصیل وصول ہوکر آئی۔ تو سب کو برابر بانٹ دیا انصار کو غصہ آیا۔ اور اُنھوں نے ناراضگی ظاہر کی۔ اُس وقت یہ خطبہ سُنایا۔ پہلے اللہ کی حمد و ثنا کی اُس کے بعد فرمایا:۔

اے انصاری گروہ۔ اگر تم یہ کہتے ہو کہ ہم نے تم کو جگہ دی اور اپنے اموال بانٹ کر دیدئے۔ اپنی جانوں سے تمھاری مدد کی۔ تو تم کہہ سکتے ہو۔ اور یہ فضیلت بیشک بہت بڑی اور تمھارے لئے ہے۔ اور یہ ہمیشہ تک قائم رہے گی۔ ہمارا اور تمھارا باہمی حال ویسا ہی ہے جیسا کہ طفیل غنوی نے اپنے ان اشعار میں کہا ہے ؎

جزی اللہ عنا جعفراً حین ازلقت　　بنا نعلنا فی الواطئین فزلت
ابوا ان یملونا ولو ان امنا　　تلاقی الذی یلقون منا لملت
ھم اسکنونا فی ظلال بیوتھم　　ظلال بیوت ادفات واظلت

(۸)

ایک مرتبہ لوگوں کو جمع کر کے یہ وعظ فرمایا:۔

میں تم کو اس بات کی وصیت کرتا ہوں کہ تم اللہ سے خوف کرو۔ اور جس قدر ہو سکے اُس کی تعریف کرو جس تعریف کا کہ وہ مستحق ہے۔ تم لوگ اُس کی طرف رغبت کرو۔ اور ساتھ

ہی خوف بھی اُس کا رکھو۔ جس وقت اُس سے سوال کرو تو خشوع اور خضوع کے ساتھ۔ اللہ تعالے نے زکریا علیہ السلام اور اُن کے اہلبیت کی ان لفظوں میں تعریف کی (انھم کانوا یسارعون فی الخیرات ویدعوننا رغباً ورھباً وکانو لنا خاشعین ہ) آپ لوگوں کو یہ واضح رہے۔ کہ اللہ کے حقوق ہر ایک نفس کے ساتھ وابستہ ہیں۔ اور اس کی ادائگی کا عہد لیا جاچکا ہے۔ تم کو اس تھوڑے عمل پر جو مٹ جانے والے ہیں ایک باقی نعیم دینے کا اُس نے وعدہ فرمایا ہے۔ تمھارے اند یہ اللہ تعالے کی کتاب ہے۔ نہ اُس کی روشنی زائل ہوگی نہ اُس کا نور بجھے گا۔ تم اُس کے قول کو یقین کرو۔ اور اُ کی کتاب سے نصیحت پکڑو۔ تمھارے آگے جو ایک ... والی ہے اُس کے لیے روشنی تیار کرو۔ اُس نے تم اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور تمھارے ساتھ کراماً کاتبین کو موکل کر دیا ہے۔ وہ جانتے ہیں جو کچھ کہ تم کرتے ہو۔ یہ اچھی طرح یقین کرلو کہ تمھاری زندگی موت کے لئے ہے جس کو کہ تم نہیں جانتے۔ کہ کب آئے گی۔ پس اُسکے آنے سے قبل اس بات کی کوشش کرو کہ تمھارے اعمال ٹھیک رہیں ورنہ بُرا نتیجہ بھگتنا ہوگا۔ تمھارے پیشتر بہت سی قوموں نے خدا کی نافرمانی کی۔ اور اپنی زندگانی لہو ولعب میں صرف کی سویں تمکو منع کرتا ہوں کہ تم انکی مثل نہ ہو۔ اور اپنی ...

Marfat.com

۸

ایک مرتبہ لوگوں کو جمع کرکے یہ وعظ فرمایا۔
میں تم کو اس بات کی وصیت کرتا ہوں کہ تم اللہ سے خوف کرو۔ اور جس قدر ہوسکے اس کی تعریف کرو۔ جس تعریف کا کہ وہ مستحق ہے۔ تم لوگ اُس کی طرف رغبت کرو۔ اور ساتھ ہی خوف بھی اس کا رکھو۔ جس وقت اس سے سوال کرو تو خشوع اور خضوع کے ساتھ۔ اللہ تعالے نے زکریا علیہ السلام اور اُن کے اہلبیت کی ان الفاظ میں تعریف کی (انّھم کانوا یُسارعون فی الخیرات ویدعوننا رغبا ورھبا وکانوا لنا خاشعین) آپ لوگوں کو یہ واضح رہے کہ اللہ کے حقوق ہر ایک نفس کے ساتھ وابستہ ہیں۔ اور اُس کی ادائگی کا عہد لیا جاچکا ہے۔ تم کو اس تھوڑے عمل پر جو مٹ جانے والے ہیں ایک باقی نعیم دینے کا اُس نے وعدہ فرمایا ہے۔ تمھارے اندر یہ اللہ تعالے کی کتاب ہے نہ اُس کی روشنی زائل ہوگی۔ نہ اُس کا نور بجھے گا۔ تم اُس کے قول کو یقین کرو۔ اور اس کی کتاب سے نصیحت پکڑو۔ تمھارے آگے جو ایک تاریکی آنے والی ہے اُس کے لئے روشنی تیار کرو۔ اُس نے تم کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور تمھارے ساتھ کراماً کاتبین کو موکل کردیا ہے۔ وہ جانتے ہیں جو کچھ کہ تم کرتے ہو۔ یہ اچھی طرح یقین کرلو کہ تمھاری زندگی موت کے لئے ہے۔ جس کو کہ تم نہیں جانتے کہ کب آئے گی۔ پس اس کے آنے کے قبل اس بات کی کوشش کرو کہ تمھارے اعمال ٹھیک رہیں

Marfat.com

ورنہ بُرا نتیجہ بھگتنا پڑے گا۔ تمھارے پیشتر بہت سی قوموں نے خدا کی نافرمانیاں کیں۔ اور اپنی زندگانی لہو و لعب میں صرف کی۔ سو میں تم کو منع کرتا ہوں کہ تم ان کے مثل نہ بنو۔ اور اپنی نجات کی فکر کرو +

۹

وعظ اور تذکیر میں اُن کا یہ بہت مشہور خطبہ ہے۔

الحمد للّٰہِ ربّ العالمین۔ میں اُس کی حمد کرتا ہوں اور اسی کی مدد طلب کرتا ہوں۔ صاحبان میری اور تمھاری سب کی موت قریب ہے۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے۔ وحدہٗ لاشریک ہے۔ اور محمدؐ اُس کے رسول اور بندے ہیں جنکو کہ اُس نے بشارت اور خوف دلانے کے لیے بھیجا ہے اور روشن چراغ بنایا۔ تاکہ وہ اس شخص کو جس میں ایمان ہے خوف دلائیں۔ اور کافروں پر اتمام حجت ہو جائے۔ جس نے اللہ اور رسول کی اطاعت کی۔ اُس نے رشد و سعادت پائی۔ اور جس نے نافرمانی کی وہ گمراہ ہو گیا۔ میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ تم لوگ اللہ کا تقویٰ کرو اور اُس کے حکموں کو مانو۔ جس نے تمھاری ہدایت کے لئے شریعت پیدا کی۔ کلمہ اخلاص کے بعد اطاعت اور تابعداری اولی الامر کی فرض کی گئی ہے۔ جس شخص نے اپنے فرائض کو ادا کیا وہ نجات پا گیا۔ تم لوگ نفس کی پیروی سے بچو۔ لالچ اور غصہ نہ کرو۔ اور فخر ہرگز نہ کرنا چاہیے جس کی پیدائش مٹی سے ہے۔ اور آخر میں بھی وہ مٹی ہی میں مل جانے والا ہے

اُس کو فخر زیبا نہیں ہے تم لوگ آج زندہ ہو کل مرجاؤ گے
اس لئے آج ہی جو کچھ ہو سکے کر لو۔ تاکہ کل تمھارے کام آسکے
مظلوم کی دعائے بد سے ڈرو۔ اور اپنے کو مردہ شمار کرو۔
صبر کرو۔ تمام کاموں کا سرانجام صبر سے ہوتا ہے۔ عمل کرو۔
کیونکہ عمل اللہ کی درگاہ میں مقبول ہوتا ہے۔ اور اُس کے عذاب
سے خوف کرو۔ اور جو اللہ نے اپنی رحمت کا وعدہ کیا ہے اُس
کے حاصل کرنے کے لئے کوشش کرو۔ گذشتہ قوموں کی
حالت اللہ نے تمھارے لئے بیان فرمادی ہے اُس سے
عبرت پکڑو۔ اُس نے اپنی کتاب میں حرام و حلال کی تصریح
کردی۔ اور اچھے بُرے کام کا امتیاز کر دیا ہے۔ اللہ کا
کوئی شریک نہیں ہے۔ اور نہ اُس کو کسی کے ساتھ نسبت اور
قرابت کا تعلق ہے۔ بدون اس کی اطاعت کے نجات ناممکن
ہے۔ وہ بھلائی در اصل بھلائی نہیں ہے جس کے بعد آگ جہنم
کی ہوتی ہے۔ اور نہ وہ برائی برائی ہے جس کے بعد نعیم
جنت ہو۔ اللہ سب کو اس کی توفیق عطا کرے کہ وہ عمل خیر
کرے۔ اقول هذا واستغفر الله لي ولكم اجمعين۔

(۱۰)

ایک مرتبہ خطبہ سنایا۔ پہلے اللہ کی حمد و ستائش کی پھر فرمایا
میں اللہ سے مغفرت مانگتا ہوں۔ اُس کے ساتھ ایمان لاتا
ہوں۔ اُس کے اوپر توکل کرتا ہوں۔ میں پناہ مانگتا ہوں
گمراہ اور مرتد ہونے سے۔ اور شک لانے سے۔ اشهد ان

Marfat.com

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ وَاَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُولُہٗ!

وہی زندہ کرتا ہے۔ وہی مارتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے ذلت۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ اُس نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا۔ تاکہ تمام ادیان غیر پر اُس کو غلبہ ہو اگرچہ مشرکین اس کو ناپسند کریں۔ اور تمام عالم کے لیئے وہ رحمت اور برکت تھے۔ تم سوچو کہ جاہلیت میں تمھارا کیا حال تھا۔ اور اسلام کی وجہ سے کیسی روشنی میں آئے۔ اور کس طرح تمھارے دل ایک دوسرے سے مل گئے۔ تم جہنم کے کنارے پر تھے۔ لیکن اللہ نے تم کو اس سے بچا لیا۔ اُس نے تمھاری ہدایت کے لیئے کتاب اُتاری۔ اور فرمایا کہ جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا وہ نجات پائے گا۔ صاحبان اللہ سے ڈرو اور ہر کام میں اس کو حاضر و ناظر سمجھو۔ اس کی عظمت کا خیال رکھو سچائی کو کبھی ہاتھ سے نہ جانے دو۔ کیونکہ جھوٹی بات میں کبھی بھلائی نہیں ہوتی۔

جو شخص جھوٹا ہے وہ فاجر ہے۔ اور جو فاجر ہے اُس کا ٹھکانا کہیں نہیں۔ فخر نہ کرو۔ تم کس بات پر فخر کر سکتے ہو۔ جبکہ آج زندہ ہو اور کل مر جاؤ گے۔ عمل کرو اور اپنے آپ کو مردہ شمار کرو یہ سمجھ لو کہ ایک دن تم کو ضرور خداوند عالم کے روبرو جانا ہوگا اور اپنے اعمال کا حساب دینا پڑے گا۔ اس وقت کے لیئے تیاری کرو تاکہ شرمندہ نہ ہونا پڑے الخ۔

Marfat.com

(۱۱)

ایک دن سب کو جمع کر کے یہ خطبہ سنایا۔ پہلے فرمایا۔ کہ دنیا میں اور نیز آخرت میں سب سے بدنصیب فرقہ بادشاہوں کا ہے۔ اس پر لوگوں نے چونک کر سر اٹھایا۔ آپ نے فرمایا:۔ صاحبان! بہت سے ملوک ایسے ہوتے ہیں کہ اللہ تعالٰے انکو حکومت عطا کرتا ہے۔ وہ اسی پر قناعت نہیں کرتے اور غیروں کے اموال و املاک پر حرص و طمع کرتے ہیں۔ اُن کے دلوں میں حسد بھر جاتا ہے۔ وہ تھوڑی چیزوں کو ناپسند کرتے ہیں۔ اور زیادہ چیزوں کے لیئے غم کھاتے ہیں۔ وہ اپنے عروج کے لئے ہاتھ مل مل کے رہتے ہیں۔ اور دنیا کی زندگی کی لذت اُن کو حسد اور طمع کی وجہ سے نہیں ملتی۔ وہ ایک سراب ہے۔ جس کا ظاہر چمکدار ہے۔ لیکن باطن بہت تیرہ و تار ہے۔ اس کو عبرت نہیں ہوتی اور بہت ہمت باندھے رہتا ہے۔ اور جب اس کی عمر ختم ہوجاتی ہے۔ تو اللہ تعالٰے اُس سے سخت بازپرس کرتا ہے۔ اور اس کے جرم کم معاف کیئے جاتے ہیں۔ آگاہ رہو کہ غربا رحم کیئے جائیں گے۔ جو شخص اللہ اور رسول پر ایمان لایا ہے۔ وہ اس کی کتاب کو اپنا حکم سمجھتا ہے۔ میرے بعد تم دیکھو گے کہ بادشاہ سخت دل اور سخت مزاج ہوں گے۔ امت اور قوم کے مزاج میں بخل آجائیگا۔ گھمسان کی لڑائی ہوگی۔ اور قوم کا خون بالکل مباح سمجھا جائے گا۔ تم لوگ اسوقت مسجدوں میں رہو اور قرآن شریف کو مونس سمجھو۔ اللہ خدشہ کو عنقریب فتح کرے گا جس طرح کہ اور

Marfat.com

شہروں کو اُس نے فتح کرا دیا ہے۔

(۱۴)

ایک مرتبہ اس طرح وعظ فرمایا:

اللہ تعالےٰ وہی اعمال قبول کرتا ہے۔ جو صرف اسی کی نیت سے کئے گئے ہوں۔ تم یہ یقین کرلو کہ جو عبادت تم خالص اللہ کے لئے کرتے ہو گویا وہی طاعت اللہ ہے جس کو تم ادا کرتے ہو اور خراج ہے جس کی ادائی سے سبکدوش ہو جاتے ہو۔ اور وہ ایک ذخیرہ ہے۔ جو اس حیات فانی میں تم حیات جاودانی کے لئے جمع کرتے ہو۔ جبکہ تم کو اُن کی سخت ضرورت ہوگی۔ جو شخص تم میں سے مرگیا اُس کے ساتھ عبرت پکڑو۔ اور اُن کے حالات پر غور کرو۔ جنکو بہت سی لڑائیوں میں فتح حاصل ہوئی۔ زمانہ نے اُن کو کھا لیا۔ اور اب شاید اُن کی سڑی ہوئی ہڈیاں بھی باقی نہ ہوں۔ وہ بادشاہان سلف کہاں ہیں۔ جنھوں نے زمین کو آباد کیا اور گھر بسائے۔ اب اُن کا ذکر بھی بھول گئے۔ اور وہ لاشے ہو گئے۔ آگاہ رہو اللہ نے اُن کو موت دی۔ اُن کی خواہشیں دنیا میں چھوٹ گئیں۔ اور وہ ایسی جگہ گئے جہاں پر وہ ہوں گے اور اُن کے اعمال۔ اور اللہ تعالےٰ حساب لے گا۔ اگر ہم اُن کے ساتھ عبرت پکڑیں تو بے شک نجات ہو جائے گی۔ اور اگر ہم دنیا پر فریفتہ ہو جائیں گے۔ تو ہمارا وہی حال ہوگا۔ جو اُن کا ہوا۔ کہاں ہیں وہ گوری اور حسین صورتیں جن کے شباب آنکھوں کو لبھا لیتے تھے۔ افسوس وہ مٹی ہو گئیں۔ اور اُن کا دیکھنا کسی

صورت سے نصیب نہیں ہو سکتا۔ جو انھوں نے بُرائیاں کیں وہ عاقبت میں اُن کے لئے ایک بڑی ندامت کا سبب ہوئیں۔ وہ لوگ کہاں ہیں جنھوں نے بڑے بڑے شہر بسائے۔ اُس کے گرد فصیلیں اور قلعے تعمیر کئے اور عجائبات عالم کو جمع کیا وہ سب اپنے وارثوں کے لئے چھوڑ گئے۔ اور خود اُن کے ساتھ کچھ نہیں گیا۔ اُن کے محلات ویران پڑے ہیں۔ وہ قبر کی تاریکی میں ہیں۔ کیا تم کسی کی اُن میں سے آواز سُن سکتے ہو۔ تمھارے خود قرابت مند بھائی بھتیجے جن کو تم پہچانتے تھے۔ جو اپنے دل میں تمھاری محبت رکھتے تھے۔ جب وہ اپنی زندگی پوری کر چکے تو کیا پھر تم اُن کو دنیا میں رکھ سکے۔ اور انھوں نے اس کی خواہش ظاہر کی۔

یقین رکھو کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اُس کے اور خلق کے درمیان کوئی ایسا سبب حائل نہیں ہے جس کے ذریعہ سے وہ دیتا ہو۔ کسی بُرائی کا دفعیہ نہیں ہو سکتا سوائے اللہ کی عبادت کے۔ ہم لوگ اُس کے بندے ہیں۔ اُس کے پاس جو کچھ نعمتیں ہیں وہ ہم کو اسوقت تک نہیں حاصل ہو سکتیں۔ جبتک کہ اُس کی فرماں برداری نہ کریں۔ وہ نعمت اچھی نہیں ہے جس کے بعد کلفت ہو۔ اور وہ کلفت بُری نہیں ہے جس کے بعد نعمت ہو

حضرت ابوبکر نے گذشتہ بادشاہوں اور قوموں کی حالت جتا کر عبرت دلائی۔ جو بہترین ذریعہ اثر ڈالنے کا ہے۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ وہ قوم کے کسقدر غمخوار تھے۔ اور اُن کو کسقدر خواہش

Marfat.com

تھی کہ مسلمان اصلاح یافتہ ہو جائیں۔ اور دنیا کی حالت پر غور کر کے عبرت حاصل کریں۔

اگر قوم اُن کی نصیحت پر عمل کرتی اور اُن کے بعد خلفائے راشدین کے طریقے کو مدنظر رکھتی اور اُسی کے مطابق اپنا عمل درآمد کرتی۔ تو اس کو یہ روزبد دیکھنا نہ پڑتا۔ لیکن افسوس کہ انھوں نے اپنے ذریعہ ترقی کو نہیں سمجھا۔ اور اُن طریقوں کو چھوڑ دیا۔ جو اُن کے لئے مفید تھے۔ جس کی وجہ سے ادبار کی گھٹا چھا گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

(۱۳)

جس وقت لوگ شام کی لڑائی پر جا رہے تھے۔ تو ان کو الوداع کہتے وقت آپ نے یہ فرمایا:-

ہر آدمی کی جو نیت ہوتی ہے اُسی کے مطابق اس کو اجر ملتا ہے۔ اور خالصاً لِلہ عمل کو اللہ قبول کرتا ہے۔ تم لوگ کوشش کرو اور میانہ روی اختیار کرو۔ کیونکہ زیادہ کوشش تھکا دینے والی ہوتی ہے۔ اور میانہ روی جلد مقصد پر پہنچا دیتی ہے۔ آگاہ رہو۔ کہ جس شخص کا ایمان نہیں اس کا دین نہیں۔ اور ثواب کی امید جو شخص نہیں رکھے گا اس کو اجر نہیں ملے گا۔ جو شخص نیت نہ کرے گا اس کا عمل بیکار ہے۔ اللہ تعالٰے نے جہاد کا ثواب اپنی کتاب میں بیان فرمایا ہے۔ مسلمان کو ضرور اس ثواب حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ یہ ایک اعلٰے درجہ کی تجارت ہے۔ جسکی وجہ سے ہم رسوائی اور ذلت سے بچتے ہیں۔ اور دنیا کی فضیلت

Marfat.com

اور آنحضرت کا ثواب حاصل کرتے ہیں۔

اس خطبہ کا لوگوں پر بہت اثر پڑا۔ ان خطبوں کے علاوہ حضرت ابوبکر کے وہ پیغام عجیب قابلیت کے ہیں۔ جو ابو عبیدہ کے ذریعہ سے حضرت علیؑ کے پاس بھیجے تھے۔ جبکہ انھوں نے بیعت کرنے سے انکار کیا تھا۔ وہ سب انشاء اللہ حضرت علیؑ علیہ السلام کی سوانح عمری میں بیان کئے جائیں گے۔

حضرت ابوبکر کا مرض الموت اور خلافت کی وصیّت

مرض کی نسبت یہ روایت کی گئی ہے۔ کہ انھوں نے سردی کے دنوں میں غسل کیا۔ اس وجہ سے بخار آگیا۔ اور اس نے طول کھینچا۔

حاکم ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو بکر کی موت کا سبب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی وفات تھی۔ جس کے بعد وہ ہمیشہ غمزدہ نظر آتے تھے۔ اور ان کا جسم گھٹتا اور گھلتا چلا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ انتقال کر گئے۔

روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ بیماری میں ایک دن ان کے سرہانے بیٹھی ہوئی تھیں۔ ایک شعر انھوں نے پڑھا۔

وکل ذی ابل موروث ۔ وکل ذی سلب مسلوب ۔

وَكُلُّ ذِي غَيْبَةٍ يَؤُوبُ ... وَغَائِبُ الْمَوْتِ لَا يَؤُوبُ

حضرت ابو بکر نے جب سُنا تو فرمایا نہیں بیٹی۔ بلکہ جو اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے ۔ وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذَٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيدُ ۔) ایک بار اور بھی حضرت عائشہ نے اُن کے سرہانے یہ شعر پڑھا۔

وَأَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهِ ... ثِمَالُ الْيَتَامَى عِصْمَةٌ لِلْأَرَامِلِ

حضرت ابو بکر نے فرمایا۔ نہیں یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ہے۔ جب بالکل وقت قریب آ گیا۔ تو حضرت عائشہ نے کہا کہ آپ اپنی رائے کا اظہار کر دیجئے۔ اور جو کچھ کہنا ہو۔ لوگوں سے کہہ دیجئے۔ اور اس فانی دنیا سے اپنے دار مقام میں سفر کیجئے۔ آپ کے چاروں طرف سے موت نے احاطہ کر لیا ہے۔ آپ کا رنگ اُڑا جا رہا ہے۔ اور اعضا میں سے احساس سلب ہو رہا ہے۔ میں آپ کی طرف سے خداوند عالم کے پاس تعزیت کرتی ہوں۔ اور میرے رنج و غم کا ثواب جو خدا کے پاس ہے آپ کے لئے ہے۔ لوگ جنتر منتر کرتے ہیں۔ لیکن میں نہیں کرتی۔ اور لوگ غم و رنج سے شکایت کرتے ہیں۔ لیکن میں نہیں شکایت کرتی۔ تو آپ نے سر اُٹھایا۔ اور فرمایا۔ آج کے دن پردے اُٹھا دیئے گئے۔ اور میں عالم آخرت کی حالت کو دیکھ رہا ہوں۔ اور اُس میں قدم رکھنے کو تیار ہوں آخر تک جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا۔

Marfat.com

اُن کا حضرت عمرؓ کی خلافت کیلئے وصیت نامہ

باوجود اس کے کہ حضرت ابوبکرؓ سخت مریض ہو گئے تھے لیکن مصلحت جمہور اور مسلمانوں کے کام سے غافل نہیں ہوئے بات پر غور کرتے رہتے۔ ایسا نہ ہو کہ میں مرجاؤں تو چاہا کہ کسی اپنی زندگی میں خلیفہ بنا جاؤں۔ تاکہ فتنہ اور فساد نہ واقع ہو۔ کیونکہ اُس وقت بہت سے لوگ ایسے تھے جو اپنے کو خلافت کا مستحق سمجھتے تھے۔ اور کچھ لوگ اُن کے طرفدار بھی تھے۔ اسلئے اگر خلافت کی نسبت خود حضرت ابوبکر کوئی تصفیہ نہ کر جاتے تو بعد میں خوف تھا کہ مسلمانوں میں ایک بہت بڑا فتنہ کھڑا ہو جاتا۔ اور کتنا ہی مشورہ ہوتا مگر اُس کی گتھی نہ سلجھتی۔ اس میں سب سے زیادہ مستحق اہلبیت رضوان اپنے آپ کو سمجھتے تھے جس میں سے خود حضرت ابوبکر بھی تھے۔

چونکہ حضرت ابوبکر سے زیادہ سادات قوم کا اندازہ کسی کو نہیں تھا۔ اور بحیثیت حکمراں اور نیز بحیثیت دیگر تعلقات کے ان کو ہر ایک کے ساتھ سابقہ پڑ چکا تھا۔ اسلئے ان کو انکے اخلاق اور عادات سے زیادہ واقفیت تھی۔ اسلئے انھوں نے سلطنت کی ضرورت اور اُس کا موقع دیکھ کر یہ چاہا کہ کوئی ایسا آدمی منتخب کروں جو ذرا مضبوط دل ہو۔ اُس میں نرمی اور ضعف نہ ہو۔ وہ ظالم اور سخت مزاج نہ ہو بلکہ دبنگ اور صحیح دماغ ہو۔ اس صفت

Marfat.com

کے معروف دو آدمی تھے۔ حضرت عمرؓ اور علیؓ ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔ لیکن دونوں میں فرق تھا۔ حضرت عمرؓ جس کام کو ابتدا کرتے تھے اُس کا انجام پہلے پیش نظر رکھتے تھے۔ اور اسی کے مطابق کام کی روش بدلتے جاتے تھے۔ لیکن حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ انجام کی کم پرواہ کرتے تھے۔ لیکن وہ [illegible] ہی کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ خواہ انجام [illegible] حضرت ابوبکر صحابہ سے اس بارہ میں مشورہ کیا کرتے تھے۔ کہ ان دونوں میں کس کو خلیفہ کروں۔ لوگ حضرت عمرؓ کی صلاح دیا کرتے تھے۔

اُنھوں نے یہ خواہش کی کہ ضرور میں اپنی زندگی ہی میں خلافت کا بندوبست کر دوں۔ کیونکہ بوجوہات مذکورہ بالا اُن کو فتنہ و فساد کا خوف تھا۔ اس لئے جو صحابی عیادت کو آتا اُس سے اس امر میں ضرور مشورہ لیتے۔ عبدالرحمٰن ابن عوف سے پوچھا کہ حضرت عمرؓ کی نسبت تم کیا کہتے ہو۔ انھوں نے کہا کہ آپ زیادہ واقف ہیں۔ کہا آخر تم بھی اپنی رائے ظاہر کرو۔ اُنھوں نے کہا۔ کہ واللہ میں اُن کو بہت بہتر اور ہر ایک شخص کی نسبت اچھا خیال کرتا ہوں۔ کسی قدر مزاج میں سختی ہے۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا۔ یہ اسلئے ہے کہ مجھکو وہ رقیق القلب خیال کرتے ہیں۔ اگر وہ خود خلیفہ بنائے جائیں گے تو بہت کچھ سختی کو چھوڑ دیں گے۔

اس کے بعد حضرت عثمان کو بلایا۔ اور کہا تمھاری عمرؓ کی نسبت کیا رائے ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ جہاں تک مجھکو علم ہے

اُن کا باطن حال بہ نسبت ظاہر کے بہت اچھا ہے - اور ہم میں کوئی مثل اُن کے نہیں ہے - اسید بن حضیر سے بھی حضرت ابوبکر نے ایک بار پوچھا - انھوں نے کہا کہ بعد آپ کے میں اونہیں کو بہتر سمجھتا ہوں - پسندیدہ بات پر وہ راضی ہوتے ہیں - اور بڑی بات پر غصہ کرتے ہیں - میں خلافت کے لئے اُنسے بہتر کسی کو نہیں سمجھتا - ان لوگوں کے علاوہ سعید ابن زید اور بہت سے مہاجرین اور انصار سے اس معاملہ میں مشورہ لیا - ہر ایک نے حضرت عمر کے لئے رائے دی -

ایک صحابی جن کا نام طبری طلحہ ابن عبید لکھتا ہے حضرت ابوبکر کے پاس آئے اور کہا - کہ آپ ہم لوگوں پر حضرت عمر کو خلیفہ بناتے ہیں - حالانکہ دیکھتے ہیں کہ وہ کسقدر سخت مزاج ہیں - اللہ کے یہاں آپ کیا جواب دیں گے ؟ اس پر حضرت ابوبکر نے کہا تم مجھے خوف دلاتے ہو - میں اللہ کو شاہد سمجھ کر کہتا ہوں - کہ میں ایسے شخص کو خلیفہ بناتا ہوں - جسکو سب سے بہتر سمجھتا ہوں - اور تم میرا یہ قول جہاں چاہے بیان کر سکتے ہو -

جب وقت خلافت کا عہدنامہ مرتب ہو چکا اُس وقت آپ نے حضرت عمر کو بلا کر بہت کچھ سمجھایا - اور یہ وصیت فرمائی :-

میں تم کو اپنا جانشین بناتا ہوں - تم کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ہمیشہ ڈرنا - اور یہ کہ اللہ ایک عمل کو رات میں قبول کرتا ہے - دن میں نہیں قبول کرتا ہے - اور ایک عمل کو دن میں قبول کرتا ہے رات میں نہیں قبول کرتا - وہ جبتک فرض نہ ادا کیا جائے نفل کو

Marfat.com

نہیں قبول کرتا۔ عزت اور وقعت اس شخص کے لئے ہے جس نے دنیا میں حق کی پیروی کی۔ اور اس کا حق کی اتباع کا پلہ قیامت کے دن بھاری رہا۔ اور بدنصیب وہ شخص ہے جس نے جہالت کی پیروی کی۔ اور قیامت کے دن اس کا پلہ ہلکا رہا۔ اللہ تعالےٰ نے اہل جنت کی جہاں تعریف کی ہے وہاں بیان کیا ہے کہ ان لوگوں کا عمل نیک ہوگا۔ اور وہ لوگ اس اس صفت کے ہوں گے۔ جب میں ان کا خیال کرتا ہوں تو مجھے خوف ہوتا ہے کہ شاید میں ان میں سے نہ ہوں۔ اور جہاں کہیں اللہ تعالےٰ نے اہل دوزخ کا ذکر کیا ہے۔ تو نہایت برائی سے بیان کیا ہے۔ اور ان کے اعمال کو بہت برا کہا ہے جس سے میں امید کرتا ہوں کہ میں ان لوگوں میں سے نہ ہوں گا۔ عذاب اور ثواب دونوں کو پیش نظر رکھنا چاہیئے۔ اور سوائے سچائی اور حق کے برائی اور جھوٹ کی طرف بھول کر بھی نہ جانا چاہیئے۔ خود اپنے کو کبھی ہلاکت میں نہ ڈالو۔

تم میری یہ وصیتیں یاد رکھو۔ ان کے یاد رکھنے سے اور اسکے مطابق عمل کرنے سے موت خوشگوار ہوگی۔ اور یقیناً تمہارے لئے وہ خوشی اور حیات جاودانی کا پیغام لائے گی۔ بخلاف اس کے اگر تم نے اس کو دل سے بھلا دیا۔ تو موت سے بری کوئی چیز تمہارے لئے نہ ہوگی۔

جب حضرت عمرؓ وہاں سے نکلے تو حضرت ابوبکرؓ نے ہاتھ اٹھایا۔ اور جناب باری میں تضرع کے ساتھ یہ کہا۔ کہ یا اللہ میں نے

Marfat.com

اس کام کو محض تیری رضامندی اور مسلمانوں کی خیر خواہی کے لئے کیا ہے۔ اور مجکو خوف تھا کہ اگر ایسا نہ کرتا تو ان میں فتنہ ہوتا۔ یا اللہ میں نے جس کو ان سب میں بہتر سمجھا اُس کو خلیفہ مقرر کیا۔ تاکہ وہ تیری شریعت اور اُن کے حقوق کا خیال رکھے۔ یا اللہ تو اس کو خلیفۂ راشد بنا۔ اور رعایا کو اس کا تابعدار رکھ*

اس دعا سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر نے کس پاک نیت سے ان کو خلیفہ مقرر کیا تھا۔ اور عہد نامۂ خلافت لکھنے کی محض فتنہ اور فساد کے خیال سے ضرورت لاحق ہوئی تھی اور پھر ایک صحابہ سے اس معاملہ میں کس قدر چھان بین کی اور مشورہ لیا۔ لیکن بعض مہاجرین کی حالت سے اُن کو فراستاً معلوم ہوا کہ یہ اس عہد نامے سے راضی نہیں ہوئے۔ چنانچہ جب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اس کے بعد عیادت کے لئے گئے۔ تو حضرت ابوبکر سے کہا کہ اب میں آپ کو کچھ افاقہ کی حالت میں دیکھتا ہوں۔ اُنھوں نے کہا کیا افاقہ ہے۔ میرے مرض سے زیادہ تم لوگوں کی طرف سے مجھے تکلیف پہنچی ہے۔ میں نے اپنی دانست میں سب سے بہتر شخص کو خلیفہ مقرر کیا لیکن تم میں سے بعض لوگ ناک بھلاتے ہیں۔ اور یہ خواہش کرتے ہیں کہ ہم خود خلیفہ ہوں تم لوگوں کے سامنے دنیا چلی آرہی ہے۔ اور آرام دنیا کے اسباب تمھارے گھروں میں بھرتے چلے آرہے ہیں۔ تم لوگ صوف پر سونا ناگوار خیال کروگے۔ اور حریر و دیبا کے تمھارے بستر ہوں گے۔ واللہ اس حالت سے مسلمان کے لئے یہ بہتر

Marfat.com

ہوگا۔ کہ وہ قتل کر دیا جائے۔ اور ایسے متعلق دنیا میں نہ بڑھے ہم لوگ پہلے رہنما ہو جو اس قسم کی راحت پسندی کرنا چاہتے ہو ہائے اے پیشوایانِ دنیا یہ کتنی بڑی ذلیل چیزیں ہیں۔

عبدالرحمٰن ابن عوف نے حضرت ابوبکر کو تسلی دی۔ اور کہا کہ آپ جن دو آدمیوں کو خلافت کے لئے منتخب کرتے تھے اُن میں سے دوسرا کسی قدر اس عہد نامہ سے مخالف ہے لیکن عام طور پر مسلمان ہیں۔ اور ہم جانتے ہیں کہ آپ نے محض خیرخواہی اور ہمدردی کی نظر سے یہ کیا ہے۔ اللہ تعالےٰ آپ کو اس کا اجر دے۔ اور آپ کے دل میں بجائے اس کام پر افسوس کرنے کے خوشی دے۔

وفات

جب آپ کا مرض زیادہ بڑھ گیا تو حضرت عائشہ کو وصیت کی کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن کیا جاؤں۔ اور دو کپڑے پُرانے رکھے تھے۔ کہا کہ اُن کو دھو کر اُنہیں میں مجھکو کفنانا۔ کیونکہ نئے کپڑے کا حقدار زندہ بہ نسبت مردے کے زیادہ ہے۔ اور یہ وصیت کی تھی کہ مجھے کو میری بیوی اسماء بنت عمیس غسل دے۔ اور عبدالرحمن میرا بیٹا بھی اُنہیں مدد کرے۔

آپ نے پانچواں حصہ مال کی وصیت کی اور کہا کہ میں اپنے

مال سے اُسی قدر لیتا ہوں جس قدر حق اللہ غنیمت میں سے ہوتا ہے
طبری نے روایت کیا ہے کہ جس وقت آپ کا انتقال ہونے
لگا۔ تو فرمایا کہ جب سے میں خلیفہ ہوا ہوں اُس وقت سے جو کچھ
بیت المال کا حصہ میرے صرفہ میں آیا ہے اُس کو میرے مال سے
ادا کر دو۔ شمار کرنے کے بعد آٹھ ہزار درہم ہوئے۔

امام احمد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی
ہے۔ کہ حضرت ابوبکر نے یہ وصیت کی تھی کہ میں اگر رات کو مرجاؤں
تو صبح کا انتظار نہ کرنا۔ کیونکہ وہی رات یا دن مجھکو زیادہ پسند ہیں
جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے قریب تر ہوں۔

حضرت ابوبکر کی وفات سہ شنبہ کی رات کو ہوئی۔ جمادی الآخر
سلکہ ھ کی ۲۲ تاریخ تھی۔ اور ۶۳ سال کا اُن کا سن تھا۔ اُن کی
وصیت کے مطابق اُن کو اسما بنت عمیس اور حضرت عبدالرحمان
نے غسل دیا۔ قبر اور ممبر کے درمیان میں حضرت عمر نے جنازے
کی نماز چار تکبیروں کے ساتھ پڑھائی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے پہلوئے مبارک میں دفن ہوئے۔

ابن ہشام ابن عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر
نے رات کو وفات پائی اور رات ہی کو مدفون ہوئے۔

اُن کی خلافت کی مدت دو سال تین ماہ چند دن تھے۔ اُن کی
مہر کا نقش (نعم القادر اللہ)

Marfat.com

حضرت ابوبکرؓ کی وفات پر حضرت علیؓ کی تقریر

تمام راوی اس بات پر متفق ہیں کہ جس رات کو حضرت ابوبکرؓ نے وفات پائی تو تمام مدینہ کلبلا اٹھا۔ جس طرح حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد کھلبلی مچ گئی تھی۔ بعینہٖ ویسی ہی حالت ہو گئی۔ حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ روتے ہوئے جلدی اُن کے دروازے پر پہنچے۔ جہاں بے شمار مخلوق کا اژدحام تھا۔ اس رنج و غم کی حالت میں حضرت علی نے یہ تقریر فرمائی:۔

اے ابوبکر! اللہ تجھ پر رحم کرے۔ واللہ تو تمام قوم میں پہلے کا مسلمان اور پختہ صاحب ایمان اور راسخ الاعتقاد تھا۔ تو سیر چشم تھا۔ اور سب سے زیادہ تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی۔ تو اسلام کا سچا ہمدرد اور رحمانی تھا۔ تیرے اخلاق تیری فضیلت۔ تیری ہدایت تیرا ردیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل مشابہ تھا۔ تجھکو اللہ اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وقت تصدیق کی جبکہ لوگوں نے اُنکو جھٹلایا۔ اور اس وقت مدد کی جبکہ لوگوں نے اُنکو ستایا۔ تو اُن کی مواسات کے لیے اٹھا جبکہ لوگ بیٹھ گئے اللہ نے اپنی کتاب میں تجھکو صدیق کہا (

واللہ تیرا وجود اسلام کے لیے قلعہ۔ اور کفر کے لیے مٹانے

Marfat.com

ڈالا تھا۔ تیری دلیلیں سب بے خطا تھیں۔ اور تیری رائے بہت سلیم تھی۔ اور تو نے کبھی بز دلی نہیں کی۔ تیرا نفس مثل پہاڑ کے تھا جس کو صرصر حوادث اور پریشانیوں کے جھونکے جنبش نہیں دے سکتے تھے۔ تو ویسا ہی تھا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بدن تیرا نحیف تھا۔ لیکن دل قوی تھا۔ خلق سے تو خاکسار انہ ملتا تھا۔ حالانکہ اللہ کے نزدیک تیرا رتبہ بلند تھا۔ اور مسلمانوں میں تو جلیل القدر تھا۔ نہ تجھکو کسی کے مال میں طمع تھی۔ نہ تو فضول خواہش کرتا تھا۔ قوی تیرے نزدیک ضعیف تھا۔ جبتک کہ تو اس سے حق نہ دلوا دے۔ اور ضعیف قوی تھا جب تک کہ وہ حق نہ لے لے۔ اور تیری موت کے صدمہ کے اجر سے ہم کو نہ محروم کرے۔ اور اس کے بعد ہم کو گمراہی سے محفوظ رکھے آمین!

حضرت عائشہ نے فرمایا۔

اے باپ تجھ کو خدا نے سرخ رو کیا۔ اور تیری نیک کوششوں کو مقبول فرمایا۔ تو دنیا کو ذلیل سمجھتا تھا۔ اسی لئے اس سے کنارہ کشی کرتا تھا۔ اور آخرت تجھ کو عزیز تھی۔ اور تو اس کو حاصل کرنے کے لئے اپنی کوششوں کو صرف کرتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تیری موت بہت بڑی مصیبت ہے۔ اور ان کے بعد یہ دوسرا عظیم الشان حادثہ ہے۔ اللہ عزوجل کی کتاب صبر کرنے پر ہم کو اجر کا وعدہ دلاتی ہے۔ میں دعا کرتی ہوں کہ اللہ اس مصیبت میں مجھکو صبر عطا فرمائے۔ اور تیرے لئے استغفار

Marfat.com

کرتی ہوں جس قدر کہ ممکن ہے۔ اللہ رحمت کرے تجھ پر میں الوداع کہتی ہوں۔ جبکہ مجھکو تیری زندگی پر آرزو تھی اور تیری موت پر گریہ وزاری کچھ نفع نہیں دے سکتی۔

اس کے بعد حضرت عمرؓ آئے اور فرمایا:-

"اے خلیفہ رسول اللہؐ تو نے قوم کا بوجھ ایک تھکے ہوئے شخص پر رکھ دیا ہے۔ اور اُن کا والی ایک درماندہ شخص کو مقرر کر دیا ہے۔ افسوس ہے کہ تیرا ساتھی تجھ سے دور پڑ گیا۔ اور کیونکر وہ تجھ سے مل سکے گا۔

اولاد

ابن قتیبہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر کی اولاد عبداللہ اور اسماءؓ ہیں۔ ان دونوں کی ماں قتیلہ ہیں جو بنی عامر ابن لوی کے قبیلہ سے تھیں۔ عبدالرحمن اور عائشہ اُم المومنین کی ماں ام رومان بنت الحرات ابن حویرث بنی فراس میں سے تھیں۔ محمد ان کی ماں اسماء بنت عولیس تھیں۔ ام کلثوم ان کی والدہ بنت زید ابن خارجہ انصار میں سے تھیں۔

عبداللہ ابن ابوبکر طائف میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں لڑے تھے۔ اُن کا انتقال اپنے باپ کے زمانہ خلافت میں ہوا اُنھوں نے اپنے ترکہ میں صرف ۷ دینار چھوڑے تھے جنکو تجارت سے

حضرت ابوبکر نے بہت کچھ بڑھایا - اُن کے صرف ایک بیٹے اسمٰعیل تھے - وہ بھی وفات پا گئے - اور اُن کا سلسلہ ختم ہو گیا -

اسماء ذات النطاقین - ان کا نکاح مکہ میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا تھا - ان کے کئی لڑکے تھے۔ آخر میں انھوں نے طلاق دیدی - تو یہ اپنے بیٹے عبد اللہ کے ساتھ رہیں - یہاں تک کہ وہ مکہ میں مقتول ہو گئے - اُس کے بعد بھی یہ زندہ رہیں - ان کی عمر تقریباً سو برس کی ہوئی - اخیر میں آنکھوں نے جواب دیدیا تھا -

عائشہ ام المومنین ان سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح ہوا تھا - یہ حضرت معاویہ کی خلافت تک تھیں - ان کا انتقال ۵۸ھ ہجری میں ہوا - تقریباً ۷۰ سال کی ان کی عمر ہوئی - اور بقیع میں مدفون ہوئیں - یہ نہایت فصیح اللسان اور ذہین تھیں ان کی بہت سی تقریریں ہیں جو بلاغت کے اعلےٰ معیار پر ہیں - علم حدیث میں ان سے بہت روایتیں ہیں - اور گویا اکثر حصہ علم حدیث کا اُن کے ذریعے سے ملا - اللہ ان پر رحم کرے اور ان سے راضی ہو۔

عبد الرحمٰن جنگ بدر میں مسلمانوں کی طرف سے تھے - ناگہانی طور پر ۵۳ھ میں مکہ کے قریب ان کا انتقال ہو گیا - حضرت عائشہ ان کو حرم میں لے گئیں اور وہیں دفن کیا - اور بہت سے غلام اُنکی طرف سے آزاد کیئے - یہ جمل میں بھی حضرت عائشہ کے ساتھ تھے ان کے دو بیٹے تھے محمد اور عبد اللہ - مسعودی لکھتا ہے کہ ان کی اولاد حجاز اور عراق کے درمیان میں صفیبان ایک موضع ہے وہاں

Marfat.com

سکونت رکھتی ہے۔

محمد بن ابو بکر۔ ان کی کنیت قاسم تھی حضرت علی ابن ابیطالب نے ان کو مصر کا والی کر دیا تھا۔ وہاں معاویہ کے عامل سے لڑائی ہوئی۔ اس کو غلبہ ہوا اور اُس نے انکو قتل کر دیا۔ انکا ایک بیٹا قاسم ہوا جو بہت بڑا فقیہ مشہور ہے۔

اُمّ کلثوم ان کا طلحہ ابن عبید اللہ سے نکاح ہوا۔ اُن سے ذکریا اور عائشہ پیدا ہوئے۔ پھر وہ مقتول ہو گئے۔ تو عبد الرحمٰن ابن عبد اللہ ابن ربیعہ سے نکاح ہوا۔

عمّال

جب حضرت ابو بکر خلیفہ ہوئے۔ تو ابو عبیدہ نے کہا۔ کہ میں بیت المال کے انتظام کو با حسن وجوہ انجام دوں گا۔ اور حضرت عمر نے عدالت اپنے ذمّہ لی۔ علیؓ ابن ابیطالب۔ زید ابن ثابت اور عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہم احکام لکھا کرتے تھے۔ اگر اتفاقاً یہ لوگ کہیں چلے جاتے۔ تو جو شخص موجود رہتا وہی سب کا کام کرتا تھا۔

مکّہ کے عامل عتاب ابن اُسید تھے۔ ان کی بھی اُسی دن وفات ہوئی جس دن حضرت ابو بکر کی ہوئی۔ طائف کے عثمان ابن العاص۔ اور صنعا کے مہاجر ابن ابی اُمیہ۔ حضرموت پر زیاد ابن لبید انصاری۔ خولان پر یعلی ابن منیہ۔ منیہ یعلے

کی والدہ کا نام تھا۔ اور ان کے باپ کا نام امیہ تھا۔) زبید اور رمع پر ابو موسیٰ ۔ جند پر معاذ ابن جبل ۔ بحرین پر علاء ابن حضرمی نجران پر جریر ابن عبد اللہ۔ جرش پر عبداللہ ابن ثور ۔ دومۃ الجندل پر عیاض ابن غنم تھے ۔ رضی اللہ عنہم۔

شام کے ملک میں ابوعبیدہ ۔ شرجیل ۔ یزید بن ابوسفیان ۔ عمرو ابن العاص ۔ اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہم تھے ۔ اور ہر ایک اپنے اپنے لشکر کا علے الاطلاق افسر تھا۔ بعض مورخوں کا قول ہے کہ خالد کو ان افسروں پر بھی حکومت تھی ۔ عراق کے لشکر پر مثنے ابن حارثہ تھے۔ جب حضرت خالد شام کو تشریف لیجانے لگے۔ تو خلیفہ کے حکم سے آپ کو وہاں کا افسر مقرر کر دیا گیا۔

وضع قطع

ابن قتیبہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے ۔ کہ حضرت ابوبکر کا رنگ گورا تھا۔ دُبلے پتلے تھے ۔ رخسارے ہلکے تھے ۔ پیٹ نکلا ہوا تھا جس سے بند بند نیچے کھسکا پڑتا تھا۔ چہرہ شاداب تھا۔ آنکھیں کسی قدر دھسی ہوئی تھیں ۔ پیشانی اونچی تھی سر کا اگلا حصہ بالوں سے خالی تھا ۔ حنا اور کسم کا خضاب کرتے تھے ۔

یہ حالات ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہم نے نہایت محقق اور صحیح جمع کئے ۔ اس کے لئے سینکڑوں سیرا اور تواریخ کی کتابیں دیکھیں اور جہاں تک ممکن ہوا ۔ ہر ایک واقعات اور حالات میں تفتیش ور

تحقیق سے کام لیا گیا - اور ان تاریخ کا ایک ایک فقرہ انہیں معتبر
تواریخ سے منتخب کیا گیا ہے ۔

عہد خلیفۂ اول کی مجموعی حالت

اسلام کو خداوند عالم نے نہ صرف اپنی توحید کے لئے بھیجا تھا
بلکہ اتحاد - اجتماع - توحید - افکار توحید - زبان توحید - مقاصد اتحاد
قومیت کا بھی بہت بڑا عنصر یہ اپنے ساتھ لایا۔ جب زمانہ جاہلیت
پر نظر ڈالی جاتی ہے اور اس وقت کے لوگوں کی جہالت - انکی
بت پرستی - باہمی منازعت - ان کے نفوس وحشیانہ - انکی خواہشات
پر غور کیا جاتا ہے - تو اسلام بالکل ایک معجزہ معلوم ہوتا ہے
جس نے ایسا فوری اثر پیدا کیا - کہ دم کے دم میں ان کی کایا
پلٹ دی - اور وہ جہالت کی تاریکی اور ظلمت کی جو گھٹا چھائی
ہوئی تھی آنا فانا میں چھٹ گئی - اور اسلامی نور سے ان کے ذرہ
دل بینا اور آنکھیں روشن ہو گئیں - روم اور فارس جو اس وقت
دنیا کی اعلٰے قوم قرار پائے ہوئے تھے - جن کی دھوم چار دانگ
عالم میں پھیلی ہوئی تھی - جن کے اہم واقعات تاریخ کے زیور تھے
ان کو انھوں نے پامال کر ڈالا - اور ان کے بڑے بڑے قلعے
اور شاہی عالیشان محلات - ان کے تیز گھوڑوں کی ٹاپوں میں
اڑ گئے ۔

محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو خداوند عالم نے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا تھا

Marfat.com

وہ بیشک اللہ کے سچے رسول تھے۔ اُنھوں نے اسی کے فرمان کے مطابق تمام لوگوں کو اس پاک دین کی طرف بلایا۔ اور کہا۔ کہ اللہ کو ایک سمجھو اور شرک نہ کرو۔ باہم تم لوگ بھائی بنو اور تفرقہ نہ ڈالو۔ سچی بات میں جھگڑا نہ کرو۔ اور شیطان کو اپنی خواہشوں میں شریک نہ کرو۔

انھیں اصولوں پر مسلمانوں کا تمدن اور عروج قائم ہوا۔ اور انہیں اخلاق کو اُنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا۔ ان کو خداوند عالم نے اپنی کتاب میں خود جا بجا فرمایا ہے یہ حالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قوم کی تھی وہ بیشک بالکل انہیں اصول پر تھے۔ وہ باہم ایک دوسرے کو بھائی بلکہ بھائی سے بھی زیادہ سمجھتے تھے۔ قومیت کا اتحاد بہت مضبوط قائم تھا۔ اور یہی بعینہٖ حضرت ابوبکر کے زمانہ میں تھی۔ حضرت ابوبکر نے دعوتِ توحید اور اسلام کی اطاعت میں وہی کوشش کی جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جاری کی تھی۔ اور اتحاد قومیت بھی بہت بڑھایا۔ روم اور فارس میں جہاں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صرف زبانی دعوت اسلام کی گئی تھی۔ وہاں اُنھوں نے اعلاء کلمۃ اللہ اور اُس کی دعوت کی تکمیل کے لئے جہاد کرنا شروع کیا۔ تاکہ اسلام کا دائرہ وسیع ہو۔

اُنھوں نے بالکل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم بقدم اپنی رفتار رکھی۔ اور قرآن کی تعلیم اور اصول کی پیروی

Marfat.com

کرنے کی تاکید کرتے رہے۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ اور موٹے جھوٹے اسباب استعمال کرتے تھے۔ حالانکہ جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام نعمتیں مسلمانوں کے لئے حلال کی ہیں۔ مگر یہ خیال تھا کہ ایسا ہو۔ کہ مسلمان عیش و تنعم کی طرف مجکو راغب دیکھ کر خود راغب ہو جائیں اور اسلامی کوششیں کمزور ہو جائیں۔

وہ زمانہ خیر القرون تھا۔ اور اس میں بیشک ایسا ہی ہونا چاہیے تھا۔ عام طور پر فطرتی اور پاکیزہ اخلاق تھے۔ تالیف قلوب کی بیحد مراعات ہوتی تھی۔ سچائی اور عدل کی طرفداری کی جاتی تھی۔ انصاف کے مقابلہ میں قرابت اور یگانگت کا کچھ لحاظ نہ ہوتا تھا۔

حجۃ الاسلام امام غزالی نے روایت کی ہے کہ ہر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے مال کو اپنا سمجھتا تھا۔ جو محتاج ہوتا تھا اغنیا اپنا مال اُسے نصف بانٹ دیتے تھے۔ حقوق کی پاسداری اور اسلام کا سچا اثر اُن میں اس قدر تھا۔ کہ باہمی منازعت و مخاصمت نہیں واقع ہوتی تھی۔ حضرت ابوبکر کے زمانہ میں کبھی ایسا اتفاق نہ ہوا۔ کہ دو شخص کسی منازعت کی وجہ سے کوئی مقدمہ لائے ہوں۔

باوجود اس کے کہ حضرت ابوبکر کی آمدنی ذاتی معقول تھی مگر اُنھوں نے کبھی عیش و راحت کو نہیں پسند کیا۔ ہمیشہ موٹی چال سے رہے۔ مسلمان بھی انہیں کی پیروی کرتے تھے۔ اور وہ

Marfat.com

بھی بالکل سادہ طور پر رہتے تھے۔ مسعودی نے اپنی تاریخ میں روایت کی ہے۔ کہ جب حضرت ابو بکر کے پاس عرب کے سرگروہ اور اشراف ملوک یمن آئے تو اُن کے لباس مرصّع تھے۔ اور اُن کے سروں پر چمکدار تاج تھے۔ مگر جب حضرت ابو بکر کو بالکل موٹے لباس میں دیکھا جس میں جابجا پیوند تھے۔ تو اُن کی ہیبت اور اُن کا وقار اُن کے دلوں میں بیٹھ گیا۔ اور واپس جاکر ہر ایک نے اپنے اچھے لباس اُتار ڈالے اور موٹے جھوٹے لباس پہننے شروع کئے۔

حمیری سردار ذوالکلاع جب حضرت ابو بکر کے پاس آئے تو اُن کے ساتھ ایک ہزار غلام تھے۔ اور اُن کے لباس نہایت عمدہ تھے۔ ذوالکلاع اور اُن کے ہم قبیلہ مرصع جوڑے زیب بدن کئے ہوئے۔ جڑاؤ تاج سر پر رکھے ہوئے حضرت ابو بکر سے ملنے آئے۔ اُن کی سادگی دیکھ کر اُنھوں نے وہ تمام لباس فاخرہ اُتار کے پھینک دئے اور بالکل سادہ لباس کر لیا۔ یہاں تک کہ ایک دن وہ مدینے کے بازاروں میں پھرتے ہوئے نظر آئے۔ اور اُن کے جسم پر صرف بکری کی ایک کھال تھی۔ اُن کے ہم قبیلہ لوگوں نے کہا۔ کہ تم نے ہم کو مہاجرین اور انصار میں رسوا کر دیا۔ انھوں نے کہا کہ کیا تم یہ چاہتے ہو۔ کہ میں اسلام میں ایک ظالم اور عیش پسند حاکم بنوں۔ اسی طرح اور جس قدر عیش پسند لوگ تھے۔ بہت سوں کی زندگی سادہ

Marfat.com

ہو گئی - اور وہ حقیقی متفقہ قوم کے ایک یا ان افراد بن گئے
جن کی ترقی کی معراج آسمان تک پہنچ گئی - اللہ تعالےٰ
اُن لوگوں پر رحم کرے - اُنہیں کی سعی و کوشش تھیں - جو اسلام
کی اشاعت ہوئی - اور چار دانگ عالم میں پھیل گیا - اور
ہم کو اُن کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے - آمین رب العالمین

تمت الکتاب بعون الملک الوہاب فی شہر رمضان المبارک سنہ ۱۳۴۲ھ

بید عبد المذنب سید صغیر حسین عفر اللہ ذنوبہ و ستر عیوبہ

کارخانہ پیسہ اخبار لاہور کی جدید مطبوعات

منشی عبد الغفور صاحب مرحوم کے مشہور و معروف ناول

قصر دریا - حیرت انگیز مناظر کا بے دیکھے آنا - مجرموں کا نہایت چالاکی
سے کامیاب ہونا - اور آخر پر کالا اُنس سراغرساں کا بھانڈا
پھوڑنا - حجم ... صفحہ قیمت للعہ

حق بحقدار - ایک لڑکی کو کئی کروڑ پونڈ کا ورثہ ایک سراغرساں کی
مدد سے کامیاب ہونا - قیمت بین روپے (دسعے)

سرگذشت - رینالڈس کے مشہور ناول میری پرائس کا سلیس ترجمہ
ایک خادمہ کی آپ بیتی کہانی یہ چار حصوں میں ہے جب تک
ختم نہ کر لیا جائے ناول چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا - حصہ اول
۱۸ عہ دوم ۱۲ عہ سوم ۱۲ عہ چہارم ۱۸ عہ

Marfat.com

تماشا گاہ عالم - ہندوستانی زندگی کا ایک نہایت دلچسپ مرقع عہر

داستان چہل وزیر - ترکی زبان کی الف لیلہ ایک بادشاہ کو چالیس روز تک اسکی بیوی نے اپنے سوتیلے بیٹے کے خلاف ایک نئی کہانی سُنا کر اس کو قتل کرا دینے کی خواہاں ہوتی ہے۔ دوسری صبح اس کا وزیر بادشاہ کو عورتوں کے مکروفریب کا قصہ بیان کر کے بیٹے کا قصور معاف کرا دیتا ہے۔ غرضیکہ اس کتاب میں الف لیلہ سے بھی دلچسپ اسی کہانیوں کا مجموعہ ہے۔ جو ترکی سے ترجمہ کیا گیا ہے۔ قیمت ایک روپیہ بارہ آنے عہ ۱۲؍

قدیم لندن کے اسرار - رینالڈ کے مشہور ناول مسٹریز آف اولڈ لنڈن کا ترجمہ دو حصوں میں - قیمت ہر دو حصہ تین روپے آٹھ آنے (سےہ)

غبارہ میں پانچ ہفتے - انگلستان کے مشہور مصنف جولیس ورن کے مشہور ناول "فایو ویکیس ان دی ایروپلین" کا ترجمہ - یہ ناول اسوقت لکھا گیا تھا جبکہ ہوائی جہاز ایجاد نہ ہوا تھا - اور جو خیالات اسوقت ہوائی جہازوں کے متعلق ظاہر کئے گئے تھے - وہ اسوقت ظاہر ہو رہے ہیں - قیمت ایک روپیہ (عہ)

دلفگار - ایک حسین لڑکی کی درد بھری کہانی شروع سے اخیر تک نہایت ہی سبق آموز اور عبرتناک نصائح سے پُر ہے قیمت ۸؍

چلتا پرزہ - خفیہ پولیس کے ایک ہوشیار سراغرساں کی حیرت انگیز کارروائیوں کی بدولت ایک لڑکی کی جان کا بچنا - قیمت ایک روپیہ (عہ)

Marfat.com

موتیوں کا جزیرہ - مشہور فرانسیسی ناولسٹ سر الیگزنڈر ڈوما کے ناول "کونٹ آف دی مانٹی کرسٹو" کا اُردو ترجمہ۔
قیمت مکمل دو روپے (عه)

محبت کا فلسفہ:- اس ناول میں سید محمد امین آفندی ایک ترکی مصنف نے محبت کے فلسفہ پر روشنی ڈالی ہے - قیمت ~~ایک روپیہ بارہ آنے~~ (عـ۱۲)

مفتاح التفتیش - یا وار برٹن نامہ - پنجاب کے مشہور خفیہ پولیس کے افسر وار برٹن کی زندگی کے تجربات - دغا اور فریب کی درخشندہ مثالیں - جرائم پیشہ اقوام اور مجرموں کی سراغ رسانی - قیمت دو روپے (عه)

بد انجام:- سن ستاون کے غدر کے مشہور تاریخی حالات پر لطف زبان میں - قیمت (عه)

پرستان بغداد:- کوہ قاف کی خوبصورت - پری جمال نازنینوں کے قصے - جنھیں پڑھ کر رونا اور ہنسی آتی ہے
قیمت ایک روپیہ (عه)

زن مرید:- بارک جو کہ پکا زن مرید تھا - ایک خود پسند میم کی غلامی میں پھنس گیا - ایک دن اس کی بیوی جوان سے اس کی مرمت کرتی ہے - قیمت چھ آنے -

فریبی عورت:- ایک عورت اپنے ادنے اغراض کے لئے ایک مالدار شخص کی لڑکی کو گم کر لیتی ہے - اور اس کو اپنی لڑکی ظاہر کرتی ہے آخر حق بحقدار پہنچتا ہے - عورت مذکور اپنے افعال کی

Marfat.com

عبرتناک سزا پاتی ہے۔ قیمت (عہ)

حسن آرا بیگم: زنانہ اخلاقی ناول۔ لڑکیوں کے لئے نہایت نصیحت آمیز ناول ہے۔ حجابہ جہاں آرا صاحبہ کے پرنور قلم سے۔ قیمت ایک روپیہ (عہ)

قدرتی بیزیں۔ نامی گرامی ناولسٹ مسٹر ولیم کے مشہور ناول کا ترجمہ قیمت (عہ)

آلات کیمیا کا نیلگوں کمرہ۔ سائنس کی روز افزوں ترقی سے یورپ کے شاگردوں نے کیا کیا سیکھا۔ دنیا کی نیرنگیوں کا دلچسپ مرقعہ قیمت ۔

آستانہ کی حور۔ جنگ یورپ میں ترکوں کی بہادری۔ انجمن اتحاد ترقی اور ینگ ٹرکش پارٹی کے کارنامے وطن فروش وزیر داماد فرید پاشا اور خلیفۃ المسلمین کی جلاوطنی۔ وزارت اور سلطنت کی بدنظمیاں۔ خودغرض ارباب حل وعقد کہ ... قسطنطنیہ ... مصطفیٰ کمال ...

Marfat.com

نہیں کرتا تھا۔ قیمت ایک روپیہ

پرکالۂ آتش ۔ سراغ رسانی کا ایک حیرت انگیز قصہ ایک مشہور سنسنی خیز ناول کا ترجمہ قیمت (عمر)

تخم بدی ۔ سراغ رسانی کا ایک دلکش واقعہ قیمت (۶؍)

چہار چمن ۔ شہزادہ کی عیاریوں کا نہایت دلچسپ قصہ مصنفہ احمد حسین خاں بی۔ اے ۔ قیمت (۸؍)

سلسلۂ مقبول ۔ ایک اخلاقی ڈرامہ عربی سے ترجمہ شدہ قیمت ۴؍

اسرار آکلینڈ ۔ نیکیوں کے خوشگوار نتائج ۔ بدیوں اور شرارتوں کی سزائیں ۔ قیمت ۔ ۱۲؍

سیر لکا ولی ۔ قلعۂ لکاولی کے پُر اسرار چشم دید عجیب و غریب حالات ۔ قیمت آٹھ آنے (۸؍)

مطلوب حسیناں ۔ طرز کا اچھوتا ناول ترکی سے اردو میں ترجمہ مصنفہ وسی حسین صاحب بی۔ اے ۔ ایل ایل بی

بوستان بغداد ۔ کے قصے ایک حسین شہزادہ مراد اور اس کی معشوقہ گلبدن کی داستان آتی ہے
قیمت ایک روپیہ (عہ)

زن مرید ۔ بارک جو کہ یکا زن مرید تھا۔ ایک خود پسند میم کی غلامی میں پھنس گیا۔ ایک دن اس کی بیوی جوان ہے اس کی مرمت کرتی ہے ۔ قیمت چھ آنے

فریبی عورت ۔ ایک عورت اپنے ادنے اغراض کے لئے ایک مالدار شخص کی لڑکی کو گم کر لیتی ہے ۔ اور اس کو اپنی لڑکی ظاہر کرتی ہے آخر حق بحقدار پہنچتا ہے ۔ عورت اپنے افعال کی

Marfat.com